ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ

(سیرتِ رسول ﷺ)

پروفیسر خالد پرویز



ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ

(سیرتِ رسول ﷺ)

پروفیسر خالد پرویز

ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ

(سیرتِ رسول ﷺ)

پروفیسر خالد پرویز



پروفیسر خالد پرویز

ایم۔ اے (انگلش) ایم۔ اے (اردو)

ایم۔ اے (پنجابی) ایم۔ اے (فلاسفی)

بی۔ ایڈ (گولڈ میڈلسٹ)

اسسٹنٹ پروفیسر

چیئرمین شعبہ انگریزی گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج آف کامرس ملتان

وزٹنگ پروفیسر

انسٹی ٹیوٹ آف کاسٹ اینڈ مینجمنٹ اکاؤنٹس آف پاکستان

مستقل کالم نگار

روزنامہ نوائے وقت ملتان

ہفت روزہ فیملی میگزین لاہور

ماہنامہ پھول لاہور

ماہنامہ مہر منیر اسلام آباد

چیف ایڈیٹر: کالج میگزین "القاسم"

اعزازی مدیر: ماہنامہ الخالد ملتان

مشیر اعزازی: ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور

سیکرٹری جنرل: بزم احباب

جنوبی پنجاب رائٹرز ایسوسی ایشن

ایوارڈز

یوم تکبیر ایوارڈ 1999ء حکومت پنجاب

آئی سی ایم اے پی ایوارڈ 2001ء حکومت پاکستان

مادر ملت ایوارڈ 2003ء حکومت پنجاب

اول انعام (مقابلہ کتب 2003ء وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان)

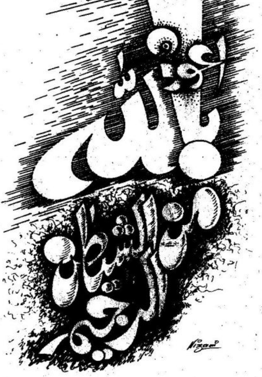
کتب

مختلف اسلامی و ادبی موضوعات پر 40 کتب شائع ہو چکی ہیں 41 ویں کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے

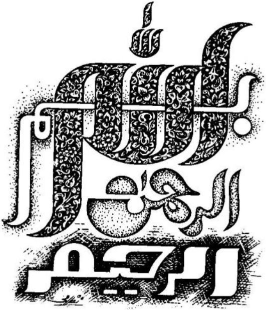
علی میاں پبلیکیشنز

20- ...

IS... ...-3



التجا اپنی ہے ہر دم ہستیٔ رحمٰن سے
اپنے بندوں کو پناہ دیدے شرِ شیطان سے



نام سے اللہ کے کرتا ہوں آغازِ بیاں
جو بڑا ہی رحم والا ہے نہایت مہرباں

ہمہ قرآن

درشانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر خالد پرویز

ناشر

علی میاں پبلی کیشنز

۲۰-عزیز مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون ۷۲۴۷۴۱۴

بار اول ——— ۲۰۰۴ء
مطبع ——— یوایڈمی پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ ——— اشفاق احمد، ملتان
قیمت ——— ۱۵۰ روپے

ISBN 969-517-192-3

اسٹاکسٹ
علی بُک سٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال لاہور

حمد

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ
لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ (سورۃ الکھف:۱۰۹)

اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما دیں کہ تمام سمندر اگر سیاہی بن جائیں اور میرے رب تعالیٰ کے کلماتِ حمد لکھتے لکھتے ختم ہو جائیں، تب بھی میرے رب کریم جل شانہٗ کے کلمات ختم نہ ہوں گے چاہے اتنے اور سیاہی کے سمندر بھی ساتھ مدد کو آ جائیں!

نعت

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ (سورۃ الحآقہ:۴۰)

''بے شک قول الٰہی ہی قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے''

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ (سورۃ الانفال:۱۷)

''رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شخص کو قتل کرنا، اللہ تعالیٰ کا اس شخص کو قتل کرنا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کنکریاں پھینکنا اللہ جل شانہٗ کا کنکریاں پھینکنا ہے''

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ (سورۃ الفتح:۱۰)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیعت ہے اور اللہ جل جلالہٗ کا ہاتھ ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا ہے''

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (سورۃ الم نشرح:۴)

''اور ہم (اللہ رب العالمین) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بلند کر دیا''

انتساب

مُرسِلِ قرآن معظم جل جلالہٗ

اور

کامِلِ قرآن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام

پروفیسر خالد پرویز
6/11 فیصل اسٹریٹ، گلگشت ملتان
061-522252 / 0300-6302548

حُسنِ ترتیب

صفحہ نمبر

ہمہ قرآن درشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید فرقان الحمید میں لامحدود عجائبات قدرت علمی صورت میں رقم ہیں جبکہ ان کی عملی شکل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔یعنی علمی صفت قرآن میں محفوظ ہے اور عملی صورت ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ میں محفوظ ہے یہ دونوں پہلو ایک دوسرے سے منطبق ومنسلک ہیں۔قرآن کا فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان قرآن کا فرمان ہے لہٰذا قرآن کی آیات درحقیقت سیرت مقدسہ کے علمی اور تعارفی رشحات ہیں اور سیرت طیبہ کے تمام گوشے قرآن کے عملی پہلو ہیں۔قرآن میں جو قال ہے وہی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حال ہے اور قرآن میں جو نقش ہے وہی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اعمال ہے اس لئے سیرت سے قرآن کے عملی اشکال تشخص ہوتے ہیں اور قرآن سے سیرت کی علمی قندیلیں روشن کی جاتی ہیں۔قرآن میں قصائص اور نصائح اپنی نوعیت کے اعتبار سے سیرت کے مختلف الانواع پہلو ثابت ہوتے ہیں۔قرآن میں ذات وصفات کی آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد متبرکہ ہیں اور احکام کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ہیں تکوین کی آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استدلال ہیں۔تشریع کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہیں قصص کی آیات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عبرت ہیں اور تذکیری آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موعظت ہیں خدمت خلق کی آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت ہیں کبریائے حق کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہیں اخلاق کی آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن معاشرت ہیں

معاملات کی آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ہیں اور مہر و محبت کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال ہیں تجلیات الٰہی کی آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ ہیں وجہ اللہ کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ ہیں ترک دنیا کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدہ ہیں احوال محشر کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محاسبہ ہیں نفی غیر کی آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قناعت ہیں۔ ثبات حق کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوام ہیں انابت کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہود ہیں اور ھو کی آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غنیمت ہیں نعیم جنت کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق ہیں اور جحیم کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہم و غم ہیں رحمت کی آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رجاء ہیں اور عذاب کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف ہیں انعام کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکون و انس ہیں اور انتقام کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزن ہیں حدود جہاد کی آیات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض فی اللہ ہیں اور ترحم کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حب فی اللہ اور نزول وحی کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عروج ہیں تعلیم و تبلیغ کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول ہیں تنقیح کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت ہیں خطاب کی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ سیرت مقام نبوت کی تعبیر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اس کی تفسیر جس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس زریں مقولہ کان خُلقهُ القرآن سے قرآن اور ذاتِ اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تفہیم اور صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علمی گہرائیوں اور ذاتی ذکاوتوں کا نشان ملتا ہے۔ اس لئے یہ دعویٰ ایک ناقابل انکار حقیقت ثابت ہوتا ہے کہ اگر قرآن کے علمی عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے تو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی عجائبات بھی کبھی ختم ہونے والے نہیں اور اگر قرآن علمی طور پر تا قیامت اپنے شاخ در شاخ علوم سے بنی نوع انسان کی تکمیل کا ضامن ہے تو سیرت جامعہ بھی تا یوم حشر اپنے شاخ در شاخ عملی اعتبار سے اقوام عالم کی تکمیل و تسکین کی کفیل رہے گی۔ دراصل قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ آپس میں لازم و ملزوم ہیں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا وہ قرآن کو دیکھ لے اور جنہوں نے پورا قرآن نہیں دیکھا تھا ان کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صفات کافی تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ اپنی ظاہری و باطنی اعتبار سے اور وسعتوں و گہرائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں ہے بلکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے یہ ہادی برحق رہبر کامل دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے یہ کسی واحد اور عام انسان کا دستور زندگی نہیں ہے بلکہ جہانوں کیلئے دستور حیات ہے زمانہ ترقی پذیر ہے اور زمانہ جس قدر بھی ترقی کرے گا اسی قدر اس کی فکری حدیں وسعت پذیر ہوں گی اور انسانی زندگی کی استواری اور ارتقاء انسانی کیلئے سیرت طیبہ کی ضرورت شدید تر ہوگی اور ادراک کی بالیدگی کی حدیں ختم نہیں ہوں گی زمانہ اور تمدن اپنی ارتقائی منازل سے کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا ہے اور نہ معلوم کہ کہاں تک پہنچے گا حدود ادراک جس قدر زیادہ وسیع ہوں گی اسی قدر ارتقائی حرکت زیادہ ہوگی اور اس کی تمدنی زندگی کے گوشے اسی قدر پھیل کر زمین و آسمان اور اس کی فضا کو ڈھانپ لیں گے پھر یہ ارتقائی سیرت اور اس کی تدوین کے گوشے اسی حد تک تمدنی گوشوں کو تقویم حیات و اصلاح کیلئے شاخ در شاخ نمایاں ہوتے رہیں گے۔

یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ صرف سیرت طیبہ ہی نہیں بلکہ تاریخ اسلام سے متعلق مستشرقین کے پیش کردہ نظریات اور ان کے عقائد اور الزامات و اعتراضات ہمارے لئے ایک چیلنج ہیں اگر ہم اپنے شاندار ماضی، دینی اخلاقی اور ثقافتی ورثہ کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں اور دنیا کے سامنے اسلامی تہذیب و تمدن اور تعلیمات کی صحیح تصویر پیش کرنے کے خواہشمند ہیں تو ہمارے لئے یہ چیلنج قبول کرنا ضروری ہے۔ اگر ہماری طرف سے ذرا بھر بھی غفلت برتی گئی تو یہی غلط تصویر جو مغربی مصنفین کی طرف سے پیش ہوتی رہتی ہے یا ہمارے ہی کم علم و عمل سے بہرہ ور دانشوروں کی رائے صحیح تسلیم کر لی جائے گی ہمارے طلبہ ہی نہیں بلکہ وہ مصنفین بھی جن کو ذاتی طور پر تحقیقی مسائل کے مواقع نہیں ملتے اسی کو اپنا لیں تو ظاہر ہے کہ اس کے نتائج دور رس نکلیں گے ہر قوم و ملت کے مستقبل کی عمارت اس کی تاریخی روایات کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ قوم کی تعمیر کیلئے ان روایات کا صحیح علم انتہائی ضروری ہے اور پاکستان میں اس کی اہمیت خاص طور پر زیادہ ہے کیونکہ

ہماری آئیڈیالوجی کی بنیاد اسلامی تعلیمات و تصورات پر قائم ہے۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ اسلام کی غلط تصویر رائج ہو جانے کے خطرناک نتائج کو سرسید احمد خان نے شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے سر ولیم کی کتاب ''دی لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' شائع ہونے پر ان کو خیال آیا کہ مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ لیا جائے اور جو غلط فہمیاں پھیل گئی ہیں ان کا سدباب کیا جائے ان کے لندن کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ سیرت کے پہلوؤں پر تحقیق کرنی ضروری ہے اور اس کیلئے ضروری مواد جمع کرنا چاہیئے۔ تاریخ یا سیرت ایک جامع اور تحقیقی موضوع ہے موجودہ دور میں بڑے بڑے محقق اور دانشور اس موضوع پر سعی کر رہے ہیں اور تاریخ و سیرت کے وہ گوشے بھی منظر عام پر آ رہے ہیں جو صدیوں سے پوشیدہ تھے مگر افسوس یہ ہے کہ ہماری قدیم تاریخ و سیرت کی کتب میں جو کچھ ہمیں ورثہ میں ملا ہے وہ قابل اعتبار نظر نہیں آتا کیونکہ ایک تو اس میں تضاد ہے دوسرا یہ کہ روایات کا بہت بڑا سیلاب ہے اس کے گرداب میں محقق پھنس جاتا ہے اور اس کے سامنے پھر عقائد کے بُعد کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں مختلف حوالہ جات اور تاریخی تضاد نے عقائد کی شکل اختیار کر لی ہے اور وہ اختلافی عقائد جنگ و جدل کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔

تاریخ و سیرت ایک گہرا علم ہے اور بحرِ بے کراں ہے جس میں ہر صاحب عقل و شعور کو ڈوبنے کا احساس ہوتا ہے اور پھر اس کے سامنے تنقید و تشنیع کا پہاڑ بھی ہے لہٰذا موجودہ دور کا محقق اس موڑ پر ششدر رہ جاتا ہے اور اسے مکمل طور پر ذہنی ارتقائی مواقع میسر نہیں ہوتے۔ اسلام میں منافقین کے اثرات یہودیوں کی رخنہ اندازی اور تاریخ و سیرت میں مداخلت سے کئی دشواریاں درپیش ہیں اور یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں قاری کو ایسا مواد چاہیئے کہ جس سے اپنی تہذیب و تمدن اور تاریخ صحیح معنوں میں میسر ہو وہ علم و عقل کی موشگافیوں میں پڑنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہے۔ دنیا کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اعلیٰ کردار انسانوں کی زندگی کا دوسرا نام تاریخ ہے۔ کارلائل کہتا ہے ''تاریخ عظیم انسانوں کی سوانح حیات کا دوسرا نام ہے'' البرٹن نے کہا ہے ''اگر تاریخ سے سوانح عمری کا عنصر خارج کر دیا جائے تو باقی کچھ نہیں بچے گا'' برنارڈ شا کے نزدیک تاریخ کے عمل کی یہ کیفیت کہ ہم تاریخ سے یہ سبق سیکھتے ہیں کہ اس سے کوئی سبق نہیں سیکھتے'' ایک مغربی مفکر کہتا ہے ''تاریخ سچائی کی شمع ہے''۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ''یہ دلچسپی قرآن حکیم کی مرہون منت تھی قرآن تاریخ کو ایام اللہ سے تعبیر کرتا ہے اور اسے سرچشمہ ٹھہراتا ہے''۔ اقبال کہتے ہیں ''یہ تخلیقی حرکت ہے یہ ایک ایسا عمل ہے جو ہر دم نئی نئی اشیاء تخلیق کرتے ہوئے آگے کی طرف بڑھتا ہے تاہم یہ تخلیقی حرکت بے مقصد نہیں بلکہ یہ ایک بامقصد عمل ہے''۔ دنیا کی اکثر زبانوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر اس قدر کتب لکھی گئی ہیں جو شمار سے باہر ہیں مگر آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ نے جب ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ظہور اسلام'' لکھی تو اس نے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا لیکن اس میں جگہ پانا باعث شرف و عزت ہے''۔ اس نظریہ پر میں نے قلم اٹھایا ہے ورنہ اس بے کراں ضوفشانی کے سامنے کس کو حوصلہ ہوا ہے ہر سیرت نگار کی یہی خواہش رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مداحوں میں میرا نام بھی آ جائے شاید میرے نامۂ اعمال پر توجہ ہو جائے ورنہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ قرآن کے بعد اپنی خامہ فرسائی کرے۔

قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تین پہلو ہیں یعنی

تعلق مع اللہ۔ عبادت و ریاضت۔ مجاہدہ و مراقبہ۔ کسر شہوات و لذات۔ تقرب و انابت۔ توبہ و استغفار۔ شب بیداری۔ ذکر و فکر۔

تعلق مع الخلق۔ خدمت خلق۔ صلہ رحمی۔ نصرت و اعانت۔ جود و سخا۔ ایثار و عطا راحت رسانی۔ عفو و درگزر۔ محبت و شفقت۔ دلسوزی و ہمدردی۔ تعلیم و تربیت۔ ارشاد و تزکیہ

تعلق مع النفس۔ پاک دامنی۔ پاک نفسی۔ عفت و عصمت۔ حیاء و انکسار۔ غیرت و حمیت۔ ہمت و شجاعت۔ صبر و سماعت۔ حلم و ضبط۔ اعتماد و توکل۔ زہد و قناعت۔ مجاہدہ و ریاضت۔ تحمل و توکل۔ خدا ترسی۔

ان اوصاف عالیہ اور سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ضوفشاں پہلوؤں پر قرآن

کے آئینہ میں کوشش و کاوش کی گئی ہے ان پہلوؤں کی وضاحت تو ناممکن ہے البتہ ان پر قرآنی حوالے سے اظہار خیال کیا گیا ہے اس پُر خطر وادی میں نہ کوئی فرد بشر اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو خامہ فرسائی کی طاقت ہے۔ شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے متاثر ہو کر مومن کو مشورہ دیا ہے:

حسن کردار سے قرآن مجسم بن جا
تجھ کو ابلیس بھی دیکھے تو مسلماں ہو جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صفات کی کہاں تک تعریف و توصیف کی جائے ہماری وسعتِ ادراک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک زاویے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتی اور اس مہر درخشاں کے سامنے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور منبعِ انوار کے کسی گوشے پر خیال آرائی کرنا تو کجا اس بقعۂ نور کے سامنے ٹھہرنا کس کے بس کی بات ہے؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف و تعریف میں جتنے دیوان سپرد قلم کیے جائیں پھر بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے کسی پہلو کی وضاحت نہیں ہو سکتی تاہم میں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مداحوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرانے کی حتی المقدور کاوش کی ہے۔ رب کائنات اسے قبولیت کی سند عطا فرمائے۔

سرزمین عرب

سرزمین عرب ایک قدیم اور مشہور ترین خطہ ہے حضرت آدم علیہ السلام کا نزول بھی اسی خطہ میں ہوا طوفانِ نوح کی طغیانیاں بھی اس مقام پر آئیں تاریخ میں مرقوم ہے کہ اس وقت دنیا میں جو سامی حامی نسلیں یورپ اور چین و برصغیر تک پھیلی ہوئی ہیں وہ اسی خطہ سے جا کر آباد ہوئی تھیں انگلستانی، فرانسیسی، ہسپانوی، اور اطالوی یونانی، بلغاری، رومانی، مصری، مراکشی، چینی، ایرانی اقوام سب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں اور انہی کے نام پر ان کی قومیت اور ان کے ممالک کے نام پڑے ہیں یہ عربی نسل تھے اگر یہ کہا جائے کہ باری تعالیٰ نے اپنی کائنات کی بنیاد ہی سرزمین عرب سے رکھی تھی تو بے جا نہ ہوگا۔

ارض عالم کے تمام مشاہیر انبیاء کرام مرسلین بھی عرب کے خطہ سے مبعوث ہوئے اور قدیم ترین مذاہب عالم ابراہیمی، یہودی، عیسائی اور مسلمان اس خطہ کی مخلوق ہیں۔ آج عرب قدرے بے آب و گیاہ نظر آتا ہے کسی زمانہ میں یہ ملک چمن زار کی حیثیت رکھتا تھا اور اسی مقام پر بادنسیم گلستانوں اور مرغزاروں کی بہار افروزیوں کیلئے وقف تھی۔

عاد و ثمود کی تنومند قوی ہیکل قومیں اسی مقام پر طلوع و غروب ہوئیں شداد کی جنت بھی اس خطہ میں معرض وجود میں آئی اور سب سے محکم و افضل پہلو یہ ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا گھر بیت اللہ اسی خطۂ ارض پر استوار ہوا اور دنیا کا مرکزی نقطہ بھی اسی خطہ میں ہے۔ سرزمین عرب کو ناپ کر دیکھا جائے تو یہ خطہ دنیا کے عین وسط میں نظر آتا ہے

ایران سے لیکر چین تک کے ممالک عرب کا داہنا بازو اور مصر سے لیکر مراکش تک کے ممالک بایاں بازو ہیں منتہائے شرق اور منتہائے غرب تک کا فاصلہ برابر ہے دنیا حیران وششدر ہے اور مادہ پرست سائنس دان پریشان ہیں تمام مشاہیر پیغمبروں نبیوں رسولوں کے اس خطہ میں مبعوث ہونے کا راز یہی تھا کہ یہ دنیا کا مرکزی حصہ ہے لہٰذا اسی مقام سے تمام تحریکیں دنیا بھر میں پھیل گئیں اس ترقی یافتہ دور میں بھی اس کی مرکزی حیثیت واہمیت محسوس ہو رہی ہے یہودی لابی حیران وششدر ہے اور اس کے پاس اس کا جواب اور جواز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امور کیلئے اس مرکزی خطہ کو منتخب فرمایا۔

عرب کے شہر عروس البلاد تھے اور یہاں سے پوری دنیا پر حکمرانی کی جاتی تھی نینوا بابل عرب کی کلدانی تہذیب کے عظیم الشان مرکز تھے جہاں سے صدیوں تک پُرشکوہ حکومت ہوتی رہی۔ بابل شہر کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (البقرہ: آیت 102) جزیرہ العرب کے باشندے سامی نسل ہیں جو شام میں نوح کی اولاد میں سے ہیں اور تین طبقات میں منقسم ہیں عرب مائدہ عرب عاربہ عرب شعریہ۔ مائدہ اسلام سے صدیوں قبل عرب میں آباد ہوئے انہوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں لیکن احکام الٰہی کی نافرمانی کی اور عذاب الٰہی کا شکار ہوئے بالآخر برباد ہو گئے قوم عاد و ثمود اور جرہم قابل ذکر ہیں قوم عاد میں شداد بن عاد معروف خدائی دعویدار تھا جس نے بہشت بریں تعمیر کی تھی اور اسی قوم سے حضرت ہود علیہ السلام پیدا ہوئے۔ قوم ثمود میں حضرت صالح علیہ السلام پیدا ہوئے عرب مائدہ کی تباہی کے بعد عرب عاربہ آ کر آباد ہوئے جنہوں نے یمن میں اپنی حکومت قائم کی ان کے زمانہ میں بند ٹوٹ جانے کی وجہ سے ملک سیلاب کی زد میں آ گیا اور یہ قوم یمن سے نکل کر عرب کے مختلف حصوں میں جا کر آباد ہو گئی تو یمنی کہلانے لگی عرب عاربہ کی موجودگی میں سامی نسل عرب میں آ کر آباد ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ حضرت حاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حجاز مقدس کی بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ گئے جہاں اب مکہ معظمہ آباد ہے زاں بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبۃ اللہ تعمیر فرمایا اور اسی مقام پر قیام پذیر ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرب

قبیلہ بنی جرہم میں شادی کی اور ان کے بارہ فرزند پیدا ہوئے آپ علیہ السلام کے ایک فرزند عدنان نے بڑی شہرت پائی جن کے نام سے عدنان شہر آباد ہے ان کے ہمعصر کالدان فرمانروا بخت نصر تھے عدنان کے فرزند معد تھے اور ان کے بیٹے نزار نے بھی شہرت حاصل کی اور ان کے فرزند مضر نے عرب قبائل میں جو مقام حاصل کیا وہ اپنی مثال آپ ہے انہوں نے ہی اونٹوں کیلئے حدی ایجاد کی اور پھر ان کے بیٹے الیاس پھر ان کے فرزند مدرکہ تھے اور ان کے فرزند خزیمہ ہوئے خزیمہ اور ان کے فرزند کنانہ نے بڑی شہرت پائی اور کنانہ کے بیٹے نضر کہلائے اور ان کے بیٹے مالک تھے جن کے فرزند فہر تھے فہر نے نمایاں شہرت حاصل کی یہ قریش کے لقب سے ملقب ہوئے قریش ایک دریائی جانور کا نام ہے جو بڑا بہادر ہے اسی مشابہت سے قریش مشہور ہوئے یمن کے حکمران امان نے خانہ کعبہ پر حملہ کر دیا تو فہر نے اسے شکست دی اس فتح سے عرب میں اس کا شہرہ ہو گیا ان کے بیٹے طالب تھے اور طالب کے بیٹے لوی کہلائے لوی سے کعب پیدا ہوئے ان کی شہرت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ عرب میں ان کی پیدائش سے سن کا شمار ہونے لگا اور واقعہ فیل تک چار صدیوں تک رہا کعب کے بیٹے مرہ تھے اور ان کے بیٹے کلاب کہلائے اور ان کے فرزند قصی نے قریش جب جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے کو منظم کر کے مکہ پر دوبارہ تسلط قائم کیا اور مختلف قبیلے آباد کئے۔ قصی کے فرزند عبد مناف تھے اور ان کے فرزند ہاشم تھے جنہوں نے بڑی شہرت حاصل کی یہ خانہ کعبہ کے سردار اور متولی تھے ایک دفعہ کعبہ میں وارد ہونے والے زائرین کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا تو آپ نے ان ایام میں شوربے میں روٹیاں بھگو کر کھلائیں تو آپ ہاشم کہلائے کیونکہ ٹکڑے کرنے کو ہاشم کہتے ہیں ہاشم کے صاحبزادے عبدالمطلب پیدا ہوئے آپ کا اصل نام عامر تھا اور لقب شیبہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان تھے انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجویز کیا اور آپ کے عہد میں واقعۂ فیل رونما ہوا جس کا ذکر قرآن کی سورہ فیل میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت عبداللہ تھا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل ہی وفات پا گئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول نبی پیغمبر مبعوث فرمایا جنہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا تاج پہنایا گیا جنہیں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے نوازا گیا جنہیں سراج المنیر صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے شہرت ملی جنہیں مدثر مزمل مبشر پکارا گیا بشیر ونذیر بنے جنہیں خلیق عظیم کا خطاب عطا ہوا اور جن پر درود وسلام پڑھنا فرض قرار دیا گیا جو بعد از خدا بزرگ توئی ہوئے جن کے حسن و جمال نے عجائبات قدرت کو رنگ بخشا جن کے توسن ادراک نے عقل وخرد کے دعویداروں کو محو حیرت کر دیا جنہیں جمیل وجلیل کہا گیا جو جمال ٹھہرے اور جلال ہوئے جن کے حسن سے کہکشاں کو رعنائیاں ملیں جن کی آمد پر عرب میں قیصر وکسریٰ کے تخت وتاج پاش پاش ہوگئے وہ بے مثال ولازوال باکمال شخصیت تھے ورُدر یتیم تھے اور ان کی آمد سے عرب کی وادی میں انقلاب برپا ہوا اور وہ انقلاب جو انسانیت کا انقلاب تھا شعور کا انقلاب تھا وہ اشرف البشر کہ جن کی سحر انگیز شخصیت نے پتھر جیسے انسانوں کے دل آن واحد میں موم کر دیئے اور وہ مرد آہن جن کے سامنے بڑے بڑے جرنیل سپہ سالار دہل جاتے تھے اور وہ بوریہ نشین کہ جن کے حسن واخلاق نے انسانیت کی شمع کو روشن کیا اور چاروں طرف نور کی فراوانی نے سب کو خیرہ کر دیا وہ بطحا کی سرزمین میں پیدا ہوئے کہ جن کے مقدس وجود سے ماہ وانجم شرما گئے اور اس کائنات کو نیا حسن ملا، شباب عطا ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی چالیس سالہ زندگی

دنیائے تہذیب وتمدن کا یہ اصول چلا آیا ہے کہ انسان کی شخصیت معاشرے میں کتنی ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو مگر اپنی نجی زندگی میں بیوی بچوں ملازموں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ والٹیر **Voltair** کہتا ہے: ’’کہ کوئی شخص اپنے نجی خدمت گار کی نظر میں ہیرو نہیں ہوسکتا‘‘۔ یہی قاعدہ کلیہ چلا آیا ہے۔ دنیا کی متبرک ومتمدن شخصیتیں گزری ہیں ان کی قدر وقیمت معاشرے میں افضل وبرتر رہی ہے لیکن ان کی نجی زندگی کا مطالعہ اگر کیا جائے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ بعض اوقات اس علاقہ کی مناسبت بھی اس پر گراں گزرتی ہے کوئی شخص جہاں بھی پیدا ہوتا ہے جہاں نشوونما پاتا ہے وہاں وہ اپنے مشن کی تکمیل نہیں کر پاتا صاف ظاہر ہے کہ اس کا وقار وہاں نہیں ہوتا اس کی عزت و توقیر نہیں ہوتی کہ جس سے اس کے پیغام کو تقویت ملے مگر اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس اصول سے بالاتر ہے۔ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سب سے پہلے ایمان لائے مقصد یہ کہ ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اس قدر زیادہ اثر پذیر تھی کہ جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب تر تھے۔ کیا یہ دلیل نہیں کہ نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس سے کوئی بشر بھی

نا آشنا نہیں ہے اور اس کتاب کے اوراق روشن آئینہ کی طرح صاف و شفاف نظر آ رہے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تمہارا نفس ایک کھلی ہوئی کتاب ہے'' جس طرح ہر نفس اپنی کھلی ہوئی کتاب پڑھ سکتا ہے اسی طرح انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

اس دنیائے ناپائیدار میں کوئی فرد، بشر بھی اپنی رفیقۂ حیات کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ خلوت وجلوت کی ہر بات برملا لوگوں سے کہے یا اس کی زندگی کی اندرونی گفتگو کو ظاہر کر دے اور اگر اس کا اظہار اس کی رفیقۂ حیات کرتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس نے اپنے خاوند کے رازہائے سربستہ کو آشکارا کر کے اعتماد کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت نو بیویاں تھیں اور ان کو اذن عام تھا کہ خلوت میں جو کچھ دیکھو وہ جلوت میں برملا کہہ دو جو رات کی تاریکی میں دیکھو وہ دن کی روشنی میں ظاہر کر دو کیا اس اخلاق عالیہ اور اعتماد کی مثال کہیں مل سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ امت کیلئے ایک نشان راہ بن جائے صراط مستقیم کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، لیٹنا سونا جاگنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا اخلاق و محبت، راہ و رسم، لین دین غرض کہ ازدواجی زندگی، معاشرتی زندگی، معاشی زندگی، اقتصادی زندگی سب ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور ہمارے لئے صراط مستقیم کی حیثیت رکھتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بڑے عجیب انداز میں گزری چالیس سال جس کشمکش اور انفرادیت سے زندگی بسر فرمائی وہ ایک حیران کن مرحلہ ہے قدم قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکلات و پریشانیاں نصیب ہوئیں اور ہر مقام پر انفرادیت کا سامنا کرنا پڑا بچپن سے لے کر زندگی کی آخری حد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انفرادیت کی حامل ہے۔ یتیمی کا عالم اور پھر خاندان میں ایسی انفرادیت کہ کوئی بشر بھی ایسا نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ پوری لگن سے دیتا۔ زندگی سیماب کی طرح گزرتی رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قدم پر مشکلات کا سامنا کرتے رہے اور جب نبوت تفویض ہوئی تو پھر مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے ہو گئے سوال یہ ہے کہ نبوت کے بعد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی وجہ سے سارے قبیلے ساری قوم دشمن بن گئی

لیکن آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاندان کے چشم و چراغ تھے جو ایک معزز حکمران کی حیثیت رکھتا تھا اور کعبہ کا متولی تھا دین و دنیا کے اعتبار سے یہ خاندان قریشی ہاشمی معزز و محترم تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عجیب عالم میں گزری۔ دراصل جہاں تک فلسفے کا تعلق ہے جہاں تک اس کی حقیقت ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس عہدہ جلیلہ پر فائز کرنا تھا اس کیلئے پختگی کی ضرورت تھی گو نبی رسول پیغمبر کو کوئی عہدہ تفویض نہیں کیا جاتا بلکہ وہ پیدائشی طور پر نبی ہوتے ہیں لیکن اس کو اس دنیائے ناپائیدار میں اس خارزار وادی میں زندگی گزارنے کیلئے کچھ تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس میں مشکلات سے گزر کر قوتِ برداشت حوصلہ مندی بُردباری پیدا ہو اور اس طرح تمام انبیاء ایسے مراحل سے گزرے ہیں۔

عالم ہوش میں آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سال کے تھے دادا جان عبدالمطلب وفات پا گئے پھر مکہ کی سرداری بنی امیہ کو مل گئی حالانکہ بنو ہاشم طویل عرصہ سے چلے آ رہے تھے سرزمین عرب میں ان دو قبیلوں میں شدید اختلاف تھا کشمکش تھی اور آپس میں خونریزی کرتے چلے آ رہے تھے۔ اس عظیم خاندان کے دینی منصب شاہی پر فائز قبیلہ کے ایک فرد کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم المرتبت اور عزت و توقیر کے مالک تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل چھوٹی عمر میں بکریاں چرائیں قبیلہ ہوازن کی ایک غریب و لاچار عورت حضرت حلیمہ کے یہاں دو سال تک دودھ پیا اور زندگی کی ابتداء کی جب اپنے گھر پہنچے تو دادا وفات پا گئے والدہ فوت ہو گئیں چچا ابو طالب کے پاس رہے اور ان کے ساتھ سفر میں رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام، بصرہ، یمن، بحرین کا سفر فرمایا اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر صرف 25 برس تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت میں مصروف ہو گئے۔

اس غربت و افلاس اور انفرادیت کے عالم میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عالیہ کس قدر بلند تر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب 35 برس کی تھی کہ خانہ کعبہ کی

ازسرِنو تعمیر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود نصب فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امین ہونا اور عزت و برتری کا نعرہ بلند ہونا نہایت ہی سربلندی کی علامت تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ زندگی سے یہ بات پورے شواہد کو پہنچی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلیل عرصہ میں مشاہداتِ کائنات اور اقوام عالم کے واقعات حادثات مناظر قدرت دیکھے سفر و حضر میں دن گزارے اور معاملاتِ حیات کے حوالے سے بڑے ہی صبر آزما واقعات ظہور پذیر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی خوش اسلوبی بردباری تدبر تحمل تفکر علم و حلم سے حادثات زمانہ کو برداشت کرتے رہے اور یہ دُرِ بے بہا سراج منیر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کا ایک ایسا چاند ایک ایسا سورج ابھرا کہ جس نے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا اور آج جس کا شہرہ اکناف عالم میں ہے جس کے بارے میں جامی کہتے ہیں:

حادثاتِ زمانہ نجات گر طلبی
درود گو بجناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی

اس سرزمین کی حالتِ زار اسقدر سنگین تھی کہ موئے قلم سے تصویر اور زبانِ ادب کی بڑی سے بڑی قدرت سے تعبیر ممکن نہیں ہے کوئی مؤرخ اس کی ہو بہو تصویر نہ کھینچ سکا دور جاہلیت جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی قوموں کے انحطاط یا اخلاقی بگاڑ کا مسئلہ تھا شراب نوشی قمار بازی عیش و عشرت ہوس کا دور دورہ تھا انسانی حقوق پامال ہوتے تھے ظلم و جبر و استبداد تھا معاشی استحصال عروج پر تھا ظالمانہ نظاموں نے قوموں کو پسپا کر دیا تھا نوزائیدہ بچوں کو زندہ دفن کر دینے کا عام رواج تھا انسان سرعام دندناتا تھا اور انسانیت کو خاک میں ملانے پر کمربستہ تھا پوری زندگی کی چول اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی انسانیت کا مقدمہ آخری مرحلہ پر رب دوجہاں کی عدالتِ عالیہ میں پیش تھا اور انسان اپنے خلاف گواہی دے چکا تھا مادرِ گیتی پوری نسل انسانی کو زندہ دفن کرنا چاہتی تھی اب سوال یہ تھا کہ کس طرح انسانیت کی کشتی کو سلامتی کے ساتھ کنارے لگایا جائے؟ اس سوال پر اس وقت سوچا جا سکتا تھا کہ جب قوم میں شعور پیدا ہوتا جب انسان اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوتا جب زندگی میں اعتدال اور توازن پیدا ہو

جاتا ہے تو ان سب تعمیری ترقیاتی کوششوں کو بروئے کار لایا جاتا ہے یہ قوم عقل و شعور کی نعمت سے محروم ہو چکی تھی یہ قوم مدبرانہ صلاحیت اور سیاسی بصیرت کھو چکی تھی جس دوراہے پر سرزمین عرب گامزن تھی اس قعرِ مذلت سے نکلنا بہت دشوار تھا اتنی بڑی قوم میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو اس کی تہی دامنی پر سوچتا اس کے زوال پر توجہ دیتا اس کے مآل کو بہ نظر غور دیکھتا دبستان فکر ان واقعات و حالات سے بے خبر تھا عقل و خرد کی دیواریں گر چکی تھیں یہ قوم جہنم کے کنارے اپنے انجام کیلئے منتظر تھی اور اپنے کردار کا تماشہ دیکھ رہی تھی کہ قدرتِ لایزل کو ترس آ گیا اس خوابیدہ اور غفلت شعار قوم پر رحم کی بارش ہونے لگی سرزمین عرب پر رحمتوں کے بادل امڈ آئے اور باری تعالیٰ نے اس دھرتی پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

وہ نور لم یزل اور وجۂ بصیرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے خاک نشینوں نے دنیا کے دانشوروں کو ابدیت کا سبق دیا جن کو یٰسین مزمل مدثر اور رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ملا جن کو اَلَمْ نَشْرَحْ اور اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے القاب سے نوازا گیا جنہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نبوت و رسالت کے دروازے بند کر دیئے گئے وہ آمنہ کا لال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے کہ جن کا شہرہ عالم حیات میں اب تک قائم و دائم ہے اور قیامت تک رہے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام کا ایک طویل سلسلہ ہمیں انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے مختلف ادوار پر پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور جب ہم ان کے کارہائے نمایاں کا بنظرِ عمیق جائزہ لیتے ہیں تو یہ نفوس قدسیہ اپنے اپنے زمانوں اور دور میں انسانیت کی رہنمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تاریخ انسانیت کے ہر دور کی تعلیم و تربیت ایک دوسرے سے متضاد نظر آتی ہے لہٰذا ہر زمانے میں ایک نئے رہنما کی ضرورت دامنگیر ہوئی لیکن انسانیت اپنی تکمیل کیلئے مضطرب رہی کیونکہ روز ازل سے کسی ایسے جامع و کامل و اکمل نبی کی تلاش و جستجو میں سرگرداں تھی جو صاحب قوت و اختیار بھی ہو اور گوشہ نشین بھی ہو شہنشاہ کشور کشا بھی ہو اور بوریا نشین بھی ہو وہ صاحب محراب و منبر بھی ہو اور نمونہ صدق و صفا بھی ہو جو کسی خاص خطے قوم و ملک زبان اور زمانہ کیلئے نہ ہو

بلکہ پوری کائنات کیلئے شمعِ ہدایت ہو اور تمام جہانوں کیلئے وجۂ بصیرت ہو جس کا پیغام آفاقی ہو جس کے بعد کسی اور کی ضرورت ہی باقی نہ رہے جس کو پوری انسانیت کا نجات دہندہ کہا جائے جو انسانیت کی تکمیل کر سکے اور تمام مخلوق کیلئے باعث افتخار ہو لہٰذا اس تشنہ لب دنیا پر اللہ تعالیٰ کو ترس آ گیا اور اس نے اس کائنات کیلئے رحمت للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عالمگیر اسلامی انقلاب اور فکری پروگرام پیش کیا کہ جس سے دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہو گیا دنیا کا کوئی منصف مزاج انسان مفکر دانشور اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات نے ایسے زمانہ میں مبعوث ہو کر جب دنیا جہالت اور گمراہی کے انتہائی حدود پر پہنچ چکی تھی انسان کو انسانیت کے راستہ پر گامزن کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلمت کدۂ عرب میں پہلے پہل اسلام کی نورانی شمع روشن فرمائی اور ایک قبیلہ ایک قوم ایک ملک ایک جزیرہ کیلئے نہیں بلکہ ساری دنیا کو مشرق و مغرب جنوب و شمال اس نورانی شمع کے گرد جمع ہونے کی دعوت دی ساری دنیا کو اسلام کے عظیم پروگرام اور اعلیٰ مقصد حیات کیلئے پکارا اور اپنی تحریک کی بنیاد چند وحدتوں پر رکھی اور پھر ان وحدتوں کو توحید و رسالت میں سمیٹ دیا۔

ظہور قدسی صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ شاہد ہے کہ ظہور قدسی صلی اللہ علیہ وسلم اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایوان قیصر و کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش کدۂ فارس بجھ گیا شان عجم اور شوکت روم اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس زیر ہوئے اسی روز آتش کدہ کفر آزر کدۂ گمرہی سرد ہوئے اور صنم خانہ کعبہ پر خاک اُڑنے لگی تمام عبادت گاہیں اور مصنوعی خدا خاک نشیں ہوئے مجوسیت کا شیرازہ بکھر گیا نصرانیت کے اوراق پاش پاش ہو گئے یہودیت کی اُڑان خزاں دیدہ ہو گئی۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> ”آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے سیارگان فلک اس دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا کارکنان قضاء و قدر کی بزم آرائیاں عناصر کی جدت طرازیاں ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں عالم قدس کے انفاس پاک توحید ابراہیم علیہ السلام جمال یوسف علیہ السلام معجز طرازی موسیٰ علیہ السلام جاں نوازی مسیح علیہ السلام سب اسی لئے تھے کہ متاع ہائے گراں شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آئیں گے۔“

مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:

''عالم انسانیت کی فضائے روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی میں ظاہر ہوا وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کی سربلندی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمیں کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ وجلال الٰہی کی نمود ہوگی سو بالآخر وہ آ گیا اور فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخر تھا یہ سلسلہ ترسیل رسل ونزول رحمت کا اختتام تھا یہ سعادت بشریٰ کا آخری پیام تھا یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دین تھا اور یہ حضرت ختم المرسلین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت تھی۔''

ظہور قدسی کی پیشین گوئیاں:

انبیاء مرسلین پیغمبران اسلام کی نبوت و رسالت صرف تفویض نہیں کی جاتی بلکہ اس اعلیٰ و ارفع مقام پر مبعوث فرمانے کیلئے ان کی پاک ومطہر روحوں کو تخلیق آدم کے وقت ہی تخلیق فرمایا گیا ان متبرک شخصیات کو نبوت و رسالت کیلئے تجویز کیا گیا اور خصوصی مقاصد کی خاطر انہیں یہ عہدہ جلیلہ عطا فرمایا گیا یہ حضرات جو پیغام لے کر مبعوث ہوئے وہ پیغام ان کے طابع ہوا نہ کہ یہ پیغام کے طابع ہوئے کیونکہ فرمایا گیا کہ نبی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وحی کے بات نہیں کرتے ان کا کہا گیا رب ذوالجلال کا کہا گیا تسلیم کیا گیا ہے۔ ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ کارخانۂ قدرت کا عجوبہ نہیں ہے بلکہ قدرت کا یہ

منصوبہ شدہ عمل ہے اور مقصدِ کائنات ہے اس ظہور قدسی کا اچانک برپا ہونا بھی نہیں ہے بلکہ ہزاروں سال سے نبوت در نبوت سے پیشین گوئی چلی آ رہی ہے کہ اس کائنات میں ایک ایسی متبرک مطہر و مقدس شخصیت ظہور پذیر ہوگی جو اس کائنات کی تکمیل کا باعث بنے گی اور اس دنیا کا مقصد حیات ہی یہی اعلیٰ و ارفع شخصیت ہوگی جنہیں ہر نبی اور رسول اور پیغمبر کو تسلیم کرنا ضروری قرار پایا۔

تخلیق کائنات کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اظہار کر دیا گیا تھا کائنات کی تکمیل خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا مظہر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ کائنات معرض وجود میں آئی ہے۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اس موعود مسعود کے انتظار میں صدیوں سے منتظر تھے لیکن ان کیلئے حیران کن بات یہ ثابت ہوئی کہ بجائے یہود و نصاریٰ کے قریش مکہ اور سرزمین مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہور پذیر ہوئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل کی بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے پیش ہوئے یہ ان کیلئے بہت کٹھن بات تھی کہ خاندان نبوت یہود و نصاریٰ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوئے اگر تعرض تھا تو صرف یہ تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں تو ہماری آنکھوں پر ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں چونکہ آسمانی کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بار بار پیشین گوئی کی گئی ہے مگر یہ تو ہمارا ہی حق تھا چونکہ ہم ہزاروں سال سے نسل در نسل نبیوں اور رسولوں کی اولاد چلے آ رہے ہیں ان کو قومیت پر فخر و غرور تھا ان کو اپنی اعلیٰ نسلی پر ادعا تھا لہٰذا وہ رب کائنات کی بارگاہ سے رسالت و نبوت سے محروم کئے گئے۔

قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے اس ظہور قدسی کیلئے ایک دعا بھی صراحت سے نقل فرمائی ہے اور یہ دعا تنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہ تھی بلکہ دو نبیوں کی زبان مبارک سے نکلی کیونکہ ان میں آپ علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی شریک تھے اور یہ دعا جس مقام پر کی گئی وہ بھی مقدس مقام خانہ کعبہ کا فرش تھا مقام اسقدر متبرک کہ عین تعمیر خانہ کعبہ کا زمانہ مبارک اور دعا کرنے والے دو برگزیدہ مقبول ترین بندے آخر دعا قبول کیوں نہ ہو؟ پھر یہ دعا اس لئے کی

جارہی ہے کہ ہم نے جو خدمت کی ہے یا اللہ قبول فرماتے ہوئے ہماری نسل سے ایک ایسا نبی رسول عطا کیجئے جو لوگوں کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب وحکمت کی تعلیم دے سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ انسانوں کی زندگیاں سنوارے ان کے نفس کا تزکیہ کرے اس منظر کو پیش کرتے ہوئے رب ذوالجلال فرماتے ہیں:

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ

(البقرہ: ۱۲۷)

''اور وہ وقت یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اٹھا رہے تھے دیواریں خانہ کعبہ کی اور ان کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھے''۔

اور انہوں نے جو دعا مانگی وہ کیا تھی؟

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(البقرہ: ۱۲۸)

''اے ہمارے پروردگار ہم سے ہماری خدمت قبول فرما بے شک تو خوب سننے والا ہے سب کچھ جاننے والا ہے''۔

یہ دعا کی تمہید تھی رب دو جہاں کی تعریف تھی اور اب عرض حال میں پہلی درخواست یہ تھی کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مطیع بنا لیجیے اور دوسری دعا یہ ہے وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ اور ہماری نسل سے ایک امت پیدا کر جو آپ کی مطیع ہو۔ اس التجا میں سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ ہماری نسل سے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہی ایسی امت اور ایسا نبی مبعوث فرما جس کے ورود سے دنیا محو حیرت ہو جائے اور تیری ربوبیت کی تکمیل ہو۔ حضرت اسحاق علیہ السلام سے تو تمام نبی رسول اور پیغمبر مبعوث ہو چکے تھے اب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک نبی کیلئے دعا کی جارہی ہے اور رسول کیسا ہونا چاہیے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(البقرہ: ۱۲۹)

''اور اے رب ان لوگوں میں انہیں کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو جو انہیں تیری آیات سنائے ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں بھی سنوار دے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔''

یہ آیت سورۃ الجمعہ اور الشعراء میں بھی ہے اس کے بعد قرآن نے فرمایا اس متبرک نبی کی خبر گزشتہ صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ سورۃ الشعراء میں ہے وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ''اس کا ذکر اگلے صحیفوں میں بھی موجود ہے'' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا: وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (الصف: ٦) پھر فرمایا گیا کہ جو لوگ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں تو انہوں نے توریت وانجیل میں اس کے متعلق لکھا ہوا پایا ہے یہ اہل کتاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بخوبی جانتے ہیں کیونکہ توریت وانجیل میں مطالعہ کر چکے ہیں لہٰذا اہل کتاب میں سے کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ فرمایا گیا ''جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں'' (سورۃ اعراف) اور جب یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تو فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(الجمعہ: ۲)

''وہ جس نے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

اس کے بعد فرمایا:

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم ايتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون ۝

(البقرہ:۱۵۱)

''جس طرح میں نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو تمہیں میری آیات سناتا ہے تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔''

آج بھی موجودہ توریت وانجیل کا مطالعہ کریں تو برملا لکھا ہوا ہے کہ ایک نبی مرسل ضرور آئے گا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوگا۔ جو اقوام وملل سلسلۂ نبوت و وحی کی قائل تھیں وہ ان مقدس نوشتوں میں پیش خبریاں دیکھ چکی تھیں کہ ایک اسماعیلی نبی آئے گا جس کی شریعت دائمی ہوگی اور جس کی نبوت انبیاء علیہ السلام کی خاتم ہوگی۔ بائبل کے اردو ترجمہ میں لفظ مددگار اور وکیل شفیع استعمال ہوا ہے انگریزی بائبل جو پروٹسٹنٹ فرقہ نے طبع کرائی ہے لفظ COMFATEN آیا ہے بمعنی تسلی دہندہ جو انگریزی بائبل عقیدہ کیتھولک کے مطابق ہے اس میں ان موقعوں پر لفظ PANACLELE درج ہے ہمارے فاضل جس یونانی لفظ کیلئے مددگار لاتے ہیں کبھی وکیل شفیع کبھی تسلی دہندہ اور کبھی PERICLYTS استعمال کرتے ہیں جس کا صحیح ترجمہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے لفظی معنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یعنی محمود وستودہ اعلیٰ صفات کا مالک تعریف کیا گیا ہے۔ قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے:

الذين اتينهم الكتب يعرفونه كما يعرفون ابناءهم وان فريقا منهم ليكتمون الحق وهم يعلمون ۝

(البقرہ:۱۴۶)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی (توریت وانجیل) وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے

بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بعض ان میں امر واقع کے باوجود خوب جانتے ہیں مگر اخفا کرتے ہیں''۔

مقصد یہ کہ یہ لوگ اپنے صحیفوں میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں کا بغور مطالعہ کر چکے ہیں لہٰذا ان کو مزید کسی تمہید کی ضرورت نہیں ہے۔ یوحنا انجیل میں ہے ''میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار یا وکیل وشفیع بخشے گا تا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔'' اسی یوحنا میں ہے ''جب وہ مددگار یا وکیل شفیع آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورود مسعود کے وقت اس کائنات میں ایک انقلاب آ گیا نظام دنیا بدلنے لگا انسانوں کے علاوہ دنیا میں جنات بھی حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کہتے ہیں:

وانا لمسنا السماء فوجدنها ملئت حرسا شديدا وشهبا ۝ وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الان يجد له شهابا رصدا ۝ وانا لا ندري اشر اريد بمن في الارض ام اراد بهم ربهم رشدا ۝

''اور ہم نے آسمان (کی خبروں) کی تلاش (الجن:۹-۸-۱۰) ہم نے اسے سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا (اس کے قبل) ہم آسمان کے ٹھکانوں میں سننے کیلئے جا بیٹھا کرتے تھے سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ (اس جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے۔''

قرآن، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول

قرآن حکیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی آپس میں یکجا اور لازم وملزوم ہیں قرآن مجید آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آئینہ دار ہے اور سب سے بڑا معجزہ ہے۔ جس بشر نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ نظر خود نہیں دیکھا وہ قرآن کو دیکھ لے اور جس نے اپنی حیات مستعار میں پورا قرآن ملاحظہ نہیں کیا تھا اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھ لیا تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات کی قرآن ترجمانی کرتا ہے اور احکام کی عملی تصویر بھی پیش کرتا ہے۔ جس فرد، بشر نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ساتھ قرآن حکیم کا مطالعہ کیا اس نے دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدایت پائی تھی چنانچہ قرآن کی ہدایات وتصریحات کا عملی جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ملا لہٰذا قرآن کی ہر آیت یا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی تصدیق ہے۔ اسی لئے مولانا جامی نے فرمایا تھا۔

ہمہ قرآن درشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی نام سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا گیا ہے جب قرآن فرقان الحمید کی آیت

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (القلم:۴)

نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتصریح کے متعلق دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کان خلقہ القرآن

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے''۔

قرآنی تعلیمات سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ ایک علمی قرآن ہے جسے الکتاب کہا گیا ہے یہ کتاب مبین بھی ہے اور ایک عملی قرآن ہے جو سیرت ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محفوظ ہے لہٰذا دونوں آپس میں من وعن ایک دوسرے پر منطبق ہیں اسی لئے قرآن کا فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل قرار پایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان قرآن کا فرمایا ہوا قرار دیا گیا۔ قرآنی آیات درحقیقت سیرت مقدسہ کے عملی اور تعارفی ابواب ہیں اور سیرت مطہرہ کے گوشے قرآن کے عملی پہلو ہیں۔ یہ ایک روشن اور اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت تمام انبیاء علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے حالات وواقعات کا خلاصہ اور ان کی تعلیمات کا عطری مجموعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالمگیر اور ابدی دین حق لے کر مبعوث ہوئے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطاب سے ساری کائنات کو مخاطب فرمایا اور وہ خطاب ہے قرآن فرقان الحمید۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ کوئی بات نہیں کی اسی لئے فرمایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ان تمام معجزات اور تصرفات کا مجموعہ قرار دیا جو انبیاء و مرسلین علیہ وسلم کو فرداً فرداً عطا فرمائے گئے تھے۔

اقبال کے الفاظ میں ۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

قرآن حکیم ایسی لازوال حکمت اور معجز بیانی کرتا ہے کہ اہل عرب جو فصاحت و بلاغت شعر وسخن اور خطابت میں ذوق سند رکھتے تھے عاجز آ گئے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ اہل عرب اور دنیا کے بڑے سے بڑا فصیح و بلیغ شاعر وخطیب بھی نہ کر

سکا۔ اکثر قریش مکہ اور منکرین اسلام مفکرین مغرب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن واقعی بصیرت افروز اور جامع کتاب اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے دنیائے مکافات عمل میں انسان کو شعور بخشا ہے اور یہ کلام کسی انسان کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں آفاقیت نمایاں ہے۔ ولید بن مغیرہ مکہ میں ایک مقتدر اہل علم تھا اور فصاحت و بلاغت کا امام مانا جاتا تھا ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور قرآن سماعت کرنے کی درخواست کی۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تلاوت فرمائی تو ولید نے متاثر ہو کر دوبارہ تلاوت کی استدعا کی جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی آیات دوبارہ تلاوت فرمائیں تو وہ کہنے لگا ''واللہ اس کلام میں کچھ اور ہی حلاوت وشیرینی ہے کوئی انسان ایسا کلام مرتب کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا''۔ حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ عرب کے معروف شاعر تھے ان کی سحر بیانی اہل عرب میں شہرت پذیر تھی لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد شاعری کو خیر باد کہہ دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بار ان سے کچھ اشعار کی فرمائش کی تو انہوں نے جواب دیا کہ قرآن کریم کے سحر کلام کی موجودگی میں میری شاعری خاک میں ملبوس ہو گئی ہے۔ اس دور میں بڑے سے بڑا شاعر اور قادر الکلام قرآن اور اہل قرآن کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا تھا۔

سورۃ النحل میں فرمایا گیا G. 2989

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَّبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (النحل:۱۰۲)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری سنا دے''

صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی عظمت و رفعت کے پیش نظر اس کو روح القدس لائے ہیں وہ اس لئے کہ مسلمانوں کو ہدایت کرے اور ثابت قدم رکھے کیونکہ اسلام دراصل انسانی فلاح و بہبود کے لئے لایا گیا ہے۔ سورۃ شوریٰ میں ارشاد ہے۔

وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ

(الشوریٰ:۱۵)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتب نازل فرمائی ہیں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اپنے اور تمہارے درمیان عدل رکھوں''۔

مقصد یہ کہ یہ کتاب باری تعالیٰ کی گذشتہ تمام کتب سے الگ نہیں ہے بلکہ ان کو تسلیم کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہے حالانکہ وہ کتب سماوی مفقود ہو چکی ہیں لیکن تھیں تو باری تعالیٰ کی طرف سے۔ پھر فرمایا گیا کہ چونکہ یہ کتاب نصیحت اور انسانوں کی رہنمائی و بھلائی کے لئے معرض وجود میں لائی گئی ہے لہٰذا اس پر معاوضہ لینا بھی درست نہیں ہے اور پھر بوجھ بھی نہیں ہے۔

وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ

(یوسف:۱۰۴)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں یہ تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے''۔ سورۃ انعام میں بھی یہی کچھ فرمایا گیا

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ

(الانعام:۹۱)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے''۔

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے سورۃ صٓ میں بھی فرمایا گیا ہے۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ

(صٓ:۸۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والا

ہوں۔"

باری تعالیٰ کو کفار مکہ کی اس بہتان تراشی پر بہت غصہ آ جاتا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود تراش لیا ہے۔ سورۃ ہود میں ارشاد فرماتے ہیں۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ (ھود:۳۵)

"کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن خود تراش لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر میں نے تراشا ہے تو میرا یہ جرم مجھ پر ہو گا اور تم میرے جرم سے بری الذمہ ہو گے اور میں اس جرم سے بری الذمہ ہوں۔"

اسی سورۃ ہود میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ میرا تراشا ہوا ہے تو تم بھی اس جیسی چند سورتیں بنا لاؤ اور جن کو تم بلا سکتے ہو بلاؤ۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

(ھود:۱۳)

"کیا یوں کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود بنا لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر وہ میرا بنایا ہوا ہے تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو"۔

اسی طرح کی آیت سورۃ یونس میں بھی پیش کی گئی ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

(یونس:۳۸)

"کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کو اختراع کر لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورۃ لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو بلاؤ اگر تم سچے ہو"۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کو بے مثل بے مثال قرار دیا گیا ہے اور رہتی دنیا تک اس جیسی سورتیں بنانے کو چیلنج کیا گیا ہے۔ قرآن کی ایک حقیقت یہ بھی ہے۔

لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

"یعنی جو لوگ مطہر کئے گئے ہیں وہی لوگ اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں"

یہ کتاب چونکہ ایک ضابطہ حیات ہے سورۃ النساء آیت ۱۰۵ میں فرمایا گیا "بلاشبہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچی کتاب نازل کی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق لوگوں کے فیصلے کریں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ زندگی کو شہادت کے طور پر پیش کیا گیا ہے صرف اللہ پر بھروسہ رکھو یہ سب کچھ اللہ کو ہی منظور ہے۔

قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس:۱۶)

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو یہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے حصے کی عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے؟"

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ یہ جو کچھ فرمایا گیا ہے یہ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ یعنی یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے لہذا ہر آیت انہیں صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کی گئی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے بغیر کوئی کلام بھی نہیں ہے۔

سورۃ کہف میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا (سورۃ کہف:۱)

" کہ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں ہے"۔

قرآن حکیم ایسی کتاب ہے جو اظہر من الشمس ہے اور آج تمام دنیا والے بچی برحقیقت کتاب مانتے ہیں اور یہ بھی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی کہ یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے اور یہ بھی تسلیم ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے لائی گئی ہے۔ لہذا تم اس پر ایمان لاؤ کیونکہ یہ صرف انسانوں کے لئے بھلائی ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ (سورة نساء:۱۷۰)

اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچی کتاب لے کر پروردگار کی طرف سے آئے ہیں پس تم اس پر ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے"۔

سوچا جائے کہ آخر اس کتاب کے نزول ہونے کا مقصد کیا تھا؟ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیدا کردہ بندوں کو اس کتاب کے ذریعہ نصیحت کرے اور راہ راست پر لائے وہ راہ جو اس نے متعین کر دی ہے اور یہ راہ انسان کے لئے نجات کی ہے اور اس راہ سے روشناس کرانے اور ڈرانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ یہ لوگ سیدھا راستہ اختیار کریں ساتھ یہ بھی فرما دیا گیا کہ اس ڈیوٹی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ ہونی چاہئے یہ کام کشادہ دلی کا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کریم و رحیم اور خلیق ہیں پھر تنگ دلی کیسی؟

كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ (سورة الاعراف:۲)

"یہ ایک کتاب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعہ ڈرائیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے"

اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمام کلام الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے بندوں تک نہ پہنچایا تو پھر یہی مقصد ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا کوئی پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ جو اس پیغام کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورة المائدہ:٦٧)

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں سے محفوظ رکھیں گے۔

یہ کتاب حکمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں تاکہ اس سے ایمان والے ثابت قدم رہیں یہ آیات پڑھ کر سناتے ہیں جو علم و حکمت سے مزین ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مومن کا تزکیہ نفس کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کس قدر حکمت ہے کہ اس نے ایک ناخواندہ ان پڑھ قوم میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا جو خود بھی امی ہیں یعنی ان پڑھ ہیں ارشاد ہوتا ہے

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعہ:۲)

"وہی ہے جس نے مبعوث کیا اَن پڑھوں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں"۔

قرآن کی شانِ نزول یہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عالیہ کا فیض ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد جب جنات آسمان پر جاتے تو ان پر ایک شعلہ برسا دیا جاتا اور وہ بھاگ جاتے حالانکہ اس سے قبل وہ لاکھوں سال سے آسمان پر جا رہے تھے اور خبریں لا رہے تھے۔ جنات نے تحقیقات شروع کر دی کہ آخر معاملہ کیا ہے آخر اس بات کا راز پالیا کہ ایک ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے جو لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتا ہے اور لوگوں کو نصیحت کی باتیں کرتا ہے۔ سورۃ جن میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (سورۃ جن:۱)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے (مجھ سے) قرآن سنا پھر اپنی قوم میں گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے''

اسی سورۃ میں فرمایا گیا

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (سورۃ جن:۸،۹)

''اور ہم نے آسمان کی خبروں کی تلاشی (موافق عادت سابقہ کے) لینا چاہی تو ہم نے آسمان کو سخت پردوں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور اس کے قبل ہم آسمان کی خبریں سننے کے لئے جا بیٹھا کرتے تھے۔ سو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے''۔

''انہوں نے یہ خیال بھی کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے سے زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا پھر ان کے رب کی طرف سے ہدایت کرنا مقصود ہے؟ (سورۃ جن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں

تشریف لانے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد دنیا میں ہونے والا ایک عجیب کردار ختم ہو گیا یہ قرآن کی کرامت بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض بھی ہے نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے اس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے شیاطین کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور اس دنیا پر رحمتوں کی بارش ہونے لگی۔ بارگاہ رب العزت کی طرف سے جو کچھ بھی ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا اور جس قدر آیات نازل کی گئیں وہ من وعن پہنچا دی گئیں اور اس میں کسی قسم کی ترمیم یا توسیع نہیں کی گئی۔ اس بات کی تصدیق خود باری تعالیٰ کرتے ہیں اگر ایسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اور محشر موجود ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی انصاف پسندی اور ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمانداری صداقت خلوص پاک نیتی اور اعلیٰ مرتبہ کی تصدیق کر دی گئی ہے۔ سورۃ یونس میں فرمایا گیا ہے

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (سورۃ یونس:۱۵)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں میں تو اس کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے اگر میں رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اسے اللہ کا قول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وحی کے بات تک نہیں کرتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم:۳،۴)

یہ کس قدر شان کریمی اور فضل رحیمی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے

الفاظ کو وحی کہا گیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اللہ کا فعل فرمایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ قرار دیا گیا۔ اطاعت تسلیم و رضا کا عجیب عالم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا بولنا چالنا ہر کردار اللہ کا قرار دیا گیا ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ ۙ (سورۃ اعلیٰ:٦)

''ہم جس قدر قرآن نازل کرتے جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھوادیا کریں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھولیں گے نہیں''۔

قرآن جس معجزے کے طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اسی طرح معجزے کے طور پر ہی اس کا ہر لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں محفوظ کر دیا گیا لہذا اس بات کا امکان تک نہیں رہنے دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کوئی آیت بھول جائیں (سورۃ القیامہ) میں فرمایا گیا ہے

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝

(سورۃ القیمۃ:١٦ تا ١٩)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت آپ اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے''۔

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ (سورۃ طٰہٰ:١١٤)

''اور قرآن پڑھنے سے قبل کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی

وحی نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے''۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اسی طرح اسے صحیح وسلامت پہنچانے کا بھی انتظام فرمایا ہے۔ قرآن حکیم کی بہت سی صفات ہیں جس میں جامع صفت لفظ اعجاز ہے اسی اعجاز کی بناء پر کلام الٰہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کلام الٰہی کے عالم باعمل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی اس لئے فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم حقیقی نے اپنی قدرت کاملہ سے علم ودیعت فرمایا اس کائنات میں کسی فرد بشر کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اُس نے عالم کلام الٰہی اور صاحب کتاب ہونے کی حیثیت سے کسی سے اکتساب کیا ہو انبیاء و مرسلین کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے علم کے خزانے ودیعت فرما دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن فرقان الحمید ہے۔ معجزہ اس خرق عادت کو کہتے ہیں جو خدائے قادر مطلق کی بارگاہ عالیہ سے انبیاء و مرسلین کو نبوت و رسالت کی تصدیق کے طور پر عطا کیا گیا ہوتا کہ لوگ محیر العقول واقعات سے متحیر و مسخر ہو جائیں اور شعار اطاعت اختیار کریں حیرت و استعجاب سے لوگ انبیاء کرام کے معتقد و پیروکار ہو جاتے ہیں کہ واقعی اس معجزے کے بعد جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح کتاب اللہ اور رسالت و نبوت کا ظہور ختم ہو گیا ہے اسی طرح معجزات کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دنیائے مکافات عمل میں اپنے مخصوص بندوں کو اعجاز کی دولت انعامات و اکرام کی نوازش کے دروازے بند کر دیئے ہیں وہ خصوصی اعجاز و کرم کسی خاص بندے کو تفویض نہیں کیا جائے گا۔ جو انعام و اکرام انبیاء و مرسلین کو عنایت کر چکے ہیں خصوصی طور پر جو انعام و اکرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کو تفویض فرمائے گئے۔ اس کا اندازہ کرنا انسان کی بصیرت سے دور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں' جانثاروں کو جو کچھ بھی تفویض فرمایا گیا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض ہی سے ملا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سراج المنیر قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بے پایاں روشنی اور ایسے چراغ ہیں کہ جن سے

تا قیامت دنیا علم و عرفان سے روشن و منور ہوتی رہے گی۔

قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کریم کی طرف سے عطا کردہ اس قدر عظیم و برتر معجزہ ہے کہ جس کی نظیر دوسرے انبیاء کرام کے صحیفوں میں نہیں ملتی۔ تمام انبیاء مرسلینؑ کے معجزات عارضی اور ہنگامی تھے کیونکہ وہ ختم وہ گئے ان کی کتب کا وجود بھی ختم ہو گیا ہے اس وقت انجیل موجود ہے مگر یہ کئی مختلف شکلوں میں ہے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا معجزۂ قرآن تا ابد قائم و دائم رہے گا اور پھر دنیائے علم و ادب میں یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی مثال آج تک پیش نہیں ہو سکی کیونکہ یہ اللہ کا کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اس کائنات میں بشریت کے تقاضے اس قدر بلند و بالاتر ہیں کہ جس کا ثانی کوئی نہیں ہو سکتا ہر انسان خود کو انسان اور بشر تصور کرتا ہے یہ اس کی سراسر غلط فہمی ہے۔ بشریت اعلیٰ و ارفع بلند درجہ مقام ہے کوئی انسان اس کو چھو نہیں سکتا صرف اللہ کے محبوب و مقرب اور مخصوص بندوں کو اس لقب سے نوازا گیا ہے۔ قرآن ان کو عبد کہہ کر پکارتا ہے بمعنی مخصوص بندے۔ عرب کے باشندے حیران ششدر رہتے تھے کہ انسان پر کس طرح وحی نازل ہو سکتی ہے؟ یا وہ نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتا ہے! سورۃ یونس میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

(سورۃ یونس:۲)

''کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص پر وحی بھیج دی۔ سب آدمیوں کو احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر ڈرائے اور جو ایمان لائے ان کو خوشخبری سنائے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔''

وہ کہتے کہ یہ تو ہم جیسا انسان ہے وحی کس طرح نازل ہو گئی یہی تصور اور عقیدہ انہیں جہنم میں لے گیا اگر وہ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے کہ آیا ہم بھی انسان ہیں مگر کیا ہمارے اندر بشریت کے اوصاف ہیں؟ دراصل وہ بشریت کے معنی سے بالکل نابلد

تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ نہ میں فرشتہ نہ ہی تمام آنے والے غیبی علوم سے باخبر ہوں میں تو صرف وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا اتباع کرتا ہوں۔

سورۃ انعام میں فرمایا گیا

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ

(سورۃ انعام:۵۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں''۔

سورۃ الکہف میں بھی ہے

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(سورۃ کہف:۱۱۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ ''ہمارا معبود ایک ہے'' سورۃ سجدہ میں بھی ذکر ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ

(سورۃ سجدہ:۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں بھی تم جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے سو اس کی اطاعت کرو اور اس سے معافی مانگو''

سورۃ شوریٰ میں فرمایا گیا ہے

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (سورۃ شوریٰ:۵۲)

اور اس طرح ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی اپنا حکم بھیجا
ہے''۔

وحی کا اصل مقصد قرآن حکیم ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور جس طرح دوسرے رسولوں پر وحی نازل کی گئی تھی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نازل فرمائی گئی۔ سورۃ الاحقاف میں ارشاد ہوتا ہے

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ
اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (سورۃ الاحقاف:۹)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کوئی میں انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں''۔

قرآن اتارنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلیں کیونکہ ان کے بعد ان کی امت نے پیروی کرنا چھوڑ دی لہٰذا انہی کے مشن کو جاری کرنا بھی مقصود ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راستہ پر ہے۔ سورۃ النحل میں فرمایا گیا ہے

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۃ النحل:۱۲۳)

''پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلیے۔ وہ مشرکوں میں سے نہ تھا''

قرآن حکیم میں واقعات و قصص بیان فرمائے گئے وہی جو قبل ازیں کسی کو معلوم نہیں تھے یہ بطور غیب کے تصور کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعات وحی کے ذریعہ مرحمت فرمائے گئے گو یہ خبریں جیسے کوئی فرد بشر نہیں جانتا تھا ان

کو رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ واشگاف فرما دیا اور لوگ اسے بطور غیب کے کہنے لگے اور خود باری تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ یہ واقعات بطور غیب کے ہیں۔ لیکن جب انکشاف ہو گیا تو غیب نہ رہا۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ
اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ړ فَاصْبِرْ ڵ

(سورۃ ھود:۴۹)

''یہ قصہ خبروں کے غیب کے ہے کہ وحی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے ہیں اس کے قبل نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم جانتی تھی سو صبر کیجئے۔''

اس نزول قرآن اور سلسلہ وحی پر کفار مکہ کو بڑی حیرانی تھی وہ طرح طرح کی باتیں کرتے اور بدنام کرنے کی سعی کرتے جب کوئی تدبیر اور تاویل کارگر ثابت نہ ہوتی تو کہتے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و امداد نہ اس دنیا میں کریں گے اور نہ ہی قیامت کے روز کریں گے۔ اس مقام پر اس قہار و جبار کو غصہ آ جاتا ہے اور غضبناک ہو کر فرمایا کہ اگر تمہارے بس میں ہے تو آسمان پر رسی کے ذریعہ چڑھ جاؤ اور آنے والی وحی کو موقوف کر دو کیا اس تدبیر کو بروئے کار لا سکتے ہو؟ مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری سب تدبیریں ناکام ثابت ہوں گی۔ سورۃ الحج میں فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ
كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ (سورۃ الحج:۱۵)

جو شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اس کو چاہئے کہ ایک رسی آسمان تک تان کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس وحی کو موقوف کرا

دے تو پھر غور کرنا چاہئے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس کی ناگواری کو موقوف کر سکتی ہے!''

وحی اس لئے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت شعار بنائیں۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۃ الانعام:۱۰۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقے پر چلتے رہئے جس کی وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے''۔

اور ساتھ ہی یہ وحی اس لئے بھی کی جارہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرائیں

اِنْ يُّوْحٰى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (سورۃ ص:۷۰)

''میرے پاس جو وحی آتی ہے تو اس سبب سے آتی ہے کہ میں منجانب اللہ صاف صاف ڈرانے والا بھیجا گیا ہوں۔''

سورۃ انعام میں فرمایا گیا ہے

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ

(سورۃ الانعام:۱۹)

''اور میرے پاس یہ قرآن وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ تم کو اور جس کو یہ پہنچے ڈراؤں۔''

آمد وحی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس تک دنیا کے مشاہدات کر چکے تھے تجربات اور انسانی روابط حسن سلوک معاشرہ کے نشیب و فراز بھی ملاحظہ کر چکے تھے۔ ذہن پختہ ہو چکا تھا اور تدبر و تحمل بردباری اخلاق و محبت شفقت و مہربانی نظر کرم کی حسنات پیدا ہو چکی تھیں۔ کائنات کی ہر چیز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تدبر کے ساتھ تفکر کرتے اور باری تعالیٰ کے انعامات اور مناظر قدرت کا مشاہدہ کرتے اور دنیاوی مشاغل سے فرصت پاکر مکہ معظمہ کے نزدیک ایک غار میں پورے انہماک سے اپنے خالق حقیقی کو یاد فرماتے۔ یہ غار مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک ٹیلا عرفات کے راستے سے کسی قدر ہٹا ہوا ہے جسے جبل حرا کہتے ہیں اور اب اس کا نام جبل نور ہے اس غار میں ایک آدمی کھڑا ہو کر بآسانی نماز ادا کر سکتا ہے۔ یہ ایک قدرتی تنبوٹی ہے جس میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت و ریاضت فرماتے تھے اس غار میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور نبوت کا پیغام دیا۔ قرآن کی ابتداء اسی غار سے ہوئی اور سب سے پہلی آیت نازل ہوئی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سورۃ العلق:۱ تا ۵)

''اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھ اور پروردگار آپ کا

بہت کرم کرنے والا ہے جس نے سکھایا ساتھ قلم کے سکھایا
انسان کو جو کچھ نہیں جانتا تھا''

سورۃ کہف میں فرمایا

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ (سورۃ الکھف: ۲۷)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ آئی ہے وہ پڑھئے''

سورۃ القیمۃ میں ارشاد ہوا

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝

(سورۃ القیمۃ: ۱۶ تا ۱۹)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے
لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا
ہمارے ذمہ ہے لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قرات کو غور سے سنتے رہو پھر
اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے''۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا گیا ہے۔ فرمان ہے

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (سورۃ المزمل: ۴)

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ کیونکہ

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ (سورۃ المزمل: ۵)

''ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی یاد ہی کرتے تھے اور معاشرے سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھتے تھے۔ اس متبرک فرشتہ حضرت جبرائیل امین نے پیغام میں جو بات بسم اللہ کرتے ہوئے پہنچائی یہ انسان کی اصل حقیقت تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی

اعلیٰ و اشرف کاملیت کی پہلی منزل تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ پڑھ اپنے رب کا نام لے کر جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس انسان کو بھی پیدا کیا جو اپنے خالق کائنات کے سامنے اپنی ربوبیت کے دعوے کرتا ہے مگر اس کو ایک معمولی قطرۂ خون سے پیدا کیا ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ خالق انسان پر اس قدر مہربان رحیم و کریم رحمان و غفار ہے کہ اس نے انسان کو قلم سے علم و عرفان سے بہرہ ور کیا وہ علم کہ جس کی باری تعالیٰ کے مقرب و معزز فرشتوں کو خبر نہ تھی اور یہ انسان پر پروردگار کی کرم نوازی ہے کہ جس نے سکھایا قلم سے انسان کو جو اس سے قبل کچھ نہ جانتا تھا۔

اس موقعہ پر فرشتہ کی آمد ہی ایک ایسا واقعہ تھا کہ نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تھا اور نہ ہی ایسا کلام سنا تھا اور نہ ہی کسی بشر کو ایسا واقعہ پیش آیا تھا اور ایک بشر خاکی کا اب کائنات سے یہ تعلق ایک ایسا انقلابی اور محیر العقل واقعہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدرے خوفزدہ ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر تشریف لائے اور اپنی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ماجرا بیان کیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمبل اوڑھ لیا لیکن ہم سفر زندگی نے حوصلہ مندی سے کام لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت و شفقت سے تسلی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو امین ہیں صادق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو غریبوں سے تعاون کرتے ہیں محتاجوں کی خبر گیری کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخبر صادق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح تکلیف ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ معاون و مددگار ہے۔ ان الفاظ اور سچائی سے بھرے ہوئے کلمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس اندھیرے اور ظلمت کدہ میں بھی لوگ بہ بخوبی سمجھتے تھے کہ سچائی و صداقت کی حقیقت کیا ہے؟ ہمدردی امانت کوئی معنی رکھتی ہیں اور پھر صرف یہ نہیں کہ مکہ معظمہ کے لوگ ان حقائق کو بخوبی سمجھتے تھے اور ان اصولوں کی قدر بھی کرتے تھے بلکہ اسی وجہ سے ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں صفات کی بناء پر قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے عزت و توقیر کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ چھ ماہ تک وحی نازل نہ ہوئی البتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی کبھار تشریف لاتے چھ ماہ بعد سورۃ مدثر لائے جس میں فرمایا گیا اے کملی اوڑھنے والے اٹھ لوگوں کو خبردار کر اور

اپنے رب کی عظمت و پاکیزگی بیان کر۔

یہ قرآن جو وحی کے ذریعہ نازل ہوا ہے اس کو ذکر بھی کہا گیا ہے۔ سورۃ نحل میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (سورۃ النحل:۴۴)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ذکر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں پر واضح کردو اس کی تعلیم کو جوان کی طرف نازل کی گئی ہے''۔

سورۃ فرقان میں فرماتے ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَاۙ

(سورۃ الفرقان:۱)

''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل کیا جو سارے جہانوں کے لئے نذیر ہے''۔ ساتھ ہی یہ فرمایا

وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

(سورۃ القصص:۸۶)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو امید ہی نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل ہو گی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی رحمت سے اس کا نزول ہوا۔''

یہ قرآن جو وحی کے ذریعہ پہنچایا گیا ہے اس کو امت مسلمہ تک پہنچانا ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ پیغمبرانہ ذمہ داری پوری ہو

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

(سورۃ المائدہ:۶۷)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے رب کی طرف سے''

سورۃ النحل میں ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ (سورۃ النحل:۸۲)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے''۔

سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف کھلم کھلا تبلیغ ہی ہے''۔

سورۃ انعام میں فرمایا:

''یہ قرآن نہیں ہے بلکہ نصیحت ہے سارے جہان والوں کے لئے''

سورۃ الشعرا میں فرمایا گیا ہے

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُۙ عَلٰى قَلْبِكَ (سورۃ الشعراء:۱۹۳،۱۹۴)

''یہ قرآن روح الامین لے کر آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر''

اور روح الامین کے متعلق فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے ''کہ جو حضرت جبرائیل سے دشمنی رکھتا ہے انہیں نے تو یہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے''۔ پھر قرآن کے متعلق فرمایا

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (سورۃ الدخان:۵۸)

''ہم نے اس قرآن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں''

اور قرآن کی بات جو دل سے نکلی اس نے اثر کر دکھایا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یہ بات انسانوں کے خالق کے ذمہ تھی کہ جس طرح انسان کی ذمہ داری زندگی سے پہلے انسان ہی کی ذات کے اندر فی انفسھم ایک ہادی انسانی فطرت میں رکھ دیا جو بطن مادر میں اس کی رہبری اور مدد کرتا رہا اسی طرح جب کہ انسانی عقل آنے والی

منزل آخرت کے نفع ونقصان کے سمجھنے سے عاجز ہے تو وہی خالق ایک رہبر ہادی مددگار اپنی طرف سے انسانوں کو دے جو منزل آخرت کے نفع ونقصان کو قطعی اور یقینی طور سے انسانوں کو آخرت کی رہنمائی کے لئے من انفسھم ان میں سے نبی رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا اور اس پر وحی نازل کی گئی بار بار نازل کی گئی اور پھر اس کی ایک مکمل کتاب بن گئی اور یہ کتاب ایسی کہ قیامت تک دستور العمل بن گئی اور پھر فرمایا گیا

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (سورۃ ق: ۴۵)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کتاب ہی کے مطابق اُس کی رہنمائی
کریں جو میرے عذاب سے ڈرتا ہو"

اور اس کا ذکر کریں اور خوشخبری بھی دیں لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا اور قابل عمل طریقہ بتایا ایک منزل قائم کر دی ایک راستہ متعین کر دیا گیا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے اور پھر چلتا ہوا راستہ چھوڑ کر چلے گئے جس پر اکابرین ملت تابعین تبع تابعین بزرگان دین صدیوں تک چلتے رہے اس راستے کو قرآن

سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ النساء: ۱۱۵)

فرماتا ہے یعنی "ایمان والوں کا راستہ"

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورۃ الفاتحہ: ۵)

"انعام پانے والوں کا راستہ"

لہٰذا جو فرد بشر بھی قرآن حکیم کو سمجھنے کی سعی کرتا ہے اور صاحب قرآن کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ مورخین کی لکھی ہوئی سیرت نبوی سے زیادہ صحیح اور درست سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خود قرآن میں سے سمجھ سکتا ہے۔

تمہاری شان میں اترا ہے مصحف قرآن
تمہی ہو مظہر آیات یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معجزۂ قرآن

کفار مکہ بار بار یہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری جاتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی!" (سورۃ یونس: ۲۵) اسی سوال کا جواب سورۃ الرعد آیت ۳۱ میں دیا "اس قرآن ایسی نشانی سے بہتر اور کیا نشانی ہو سکتی ہے اور کیا ہوتا اگر کوئی ایسا قرآن اتار دیا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین شق ہو جاتی یا مردے قبروں سے نکل کر بولنے لگتے!"۔

قرآن ایک جامع کتاب کے علاوہ شفاء بھی ہے اور ذریعۂ نجات بھی ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں اسی طرح قرآن بھی رحمت ہے فرمایا گیا "اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور جن دلوں میں روگ ہیں ان کے لئے شفاء ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے آپ فرما دیجئے بس لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں" (سورۃ یونس: ۵۸،۵۷) قرآن کی عظمت و برتری اور غلبہ قدرت نیز اس میں جو عذاب الٰہی کی خبر وعید کی گئی اس کی ایک مثال یہ بھی دی ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ الحشر: ۲۱)

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں''۔ اقبال اس آیت کی ترجمانی یوں کرتے ہیں''۔

آنکہ دوش کوہ بارش بر نتافت
سطوت او زہرہ گردوں شگافت

اقبال امت مسلمہ کی خرابی اور ذلت کے پیش نظر فرماتے ہیں۔

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی

''تو جانتا ہے کہ کیوں ذلیل ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور پھر زمانے کی گردش کے شکوے بھی کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی و کامرانی کے قاعدے اور ضوابط مقرر کئے ہیں ان کی پابندی کرنا اس کے فرائض میں تھا لیکن اس نے وہ ضابطے چھوڑ دیئے اور آخر تباہ و برباد ہو گیا اور آج مسلمان مصائب و آلام کا شکار ہے کرب میں مبتلا ہے اور اپنی قسمت پر آنسو بہا رہا ہے۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اس قرآن کی پیروی نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں بھی رسوائی ہوئی اور آخرت میں بھی رسوائی ہو گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت فرمائیں گے کہ ''میری امت نے قرآن پر عمل نہ کیا تھا'' اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان آیت ۳۰ میں فرماتے ہیں ''اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا ''اے لوگو میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہی کی طرف نہ لوٹو گے وہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے'' اقبال کہتے ہیں۔

''اے مسلمان تو قرآن کی حکمت کا امانت دار ہے جس وحدت کو کھو بیٹھا ہے اسے

پھر حاصل کرنے کی کوشش کر۔ اول قرآن کی حکمت کا درس یہی ہے دوسرا یہ کہ جب تک تمام مسلمان متحد نہ ہوں گے اس امانت کا حق ادا نہیں ہو سکتا جو حکمت قرآن کی شکل میں ان کے سپرد ہوئی ہے''۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں ''یہ قرآن انسانوں کے لئے عقل و دانش کا مجموعہ ہے جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے سرتاپا رحمت و ہدایت ہے'' اس قرآن کی نگہداشت کی ذمہ داری باری تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اور قیامت تک اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ ارشاد ربانی ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (سورۃ التوبہ:۳۲)

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کئے بغیر نہیں رہے گا اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے''

اقبال آیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔

تا خدا ان یطفئوا فرمودہ است
از فسردن ایں چراغ آسودہ است

قرآن حکیم ایک ایسی کتاب حکمت ہے کہ جو تبدیل نہیں ہو سکتی فرمایا

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ

''یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے''

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورۃ یونس:۶۴)

''ان بندوں کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں بدلتی نہیں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے''

قرآن کی حفاظت و نگرانی کا باری تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ۝ (سورۃ الحجر:۹)

''بے شک یہ کتاب نصیحت ہم نے ہی اتاری ہے اور ہم ہی
اس کے نگہبان ہیں''۔

ان سب کچھ ہونے کے بعد یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ''اللہ جس کو چاہتا ہے قرآن کی تعلیم اور علم وفہم عطا کرتا ہے راہ ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے'' فرمایا گیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ۝

(سورۃ الحج:۱۶)

''اور اسی طرح ہم نے قرآن کو اتارا ہے جس کی واضح آیتیں
نازل ہوئی ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا
ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب قرآن ہی کے مطابق لوگوں کی رہنمائی فرمادیں لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی احکام پر خود عمل فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی جس پر وہ چلتے رہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو اکابرین امت صدیوں تک اسی راستہ پر چلتے رہے اس راستے کو قرآن سبیل المومنین کہتا ہے یعنی ایمان والوں کا راستہ یا پھر وہ ان کا راستہ جن پر انعام فرمایا گیا ہے۔

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ درا صل سبیل المومنین ہی اصل منزل ہے۔ راہ متعین ہے اور وہ ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب:۲۱)

''اے مومنو تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے''

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا اعجاز نہیں ہے کہ دنیا کی تمام قومیں آپس میں رنگ ونسل حسب نسب ذات پات علاقائی روابط نیز جغرافیائی اعتبار سے منسلک ہیں

ان کا رشتہ کہیں زبان میں جڑا ہوا ہے اور کہیں وہ سفید فام ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں لیکن مسلمان آپس میں صرف اسلام کے اعجاز سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں ہماری زندگی کا اصل منبع حیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جنہوں نے دنیا کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور نام ونسب قوم وطن رنگ ونسل سب مٹا کر ایک ہی تسبیح کے دانوں کی طرح پرو دیا یہی فیضان نظر ہے اور یہی مقصود حیات ہے یہی دین مبین ہے اور یہی سبیل المومنین ہے اور اس مقام پر اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(سورۃ آل عمران:۱۰۳)

''اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں
نہ پڑو''

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات واضح ہے کہ حبل اللہ سے مراد قرآن حکیم ہے اور اس میں کسی مکتبہ فکر کو اختلاف بھی نہیں ہے۔ یہ ہمیں گمراہی وضلالت سے محفوظ رکھتا ہے یہ کتاب الٰہی اتحاد و یکجہتی کی اولین اور مضبوط ترین بنیاد ہے اس کو تھامنے اور تفرقہ سے بچنے کا اس آیت کریم میں حکم دیا گیا ہے اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ تفرقہ سے بچنے کا ذریعہ بھی یہی حبل اللہ یعنی قرآن ہے اور اتحاد واتفاق کا ذریعہ بھی یہی ہے لیکن اس کی اطاعت بالشرط ہے یعنی معلم کے بغیر نہ اطاعت ہوتی ہے اور نہ ہی قرآن فہمی ہوسکتی ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ تفرقہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا نام ہے۔

علماء کرام نے ہمیشہ یہ بات پیش کی ہے کہ اختلاف امت میں رحمت ہے لیکن اختلاف اور تفرقہ میں بڑا فرق ہے اگر اختلاف دین کے دائرے میں رہے تو کوئی بری بات نہیں ہے اس سے عقل وخرد کی راہیں کھلتی ہیں۔ مسائل حل ہوتے ہیں کیونکہ ہر ایک کا مقصد تعمیری اور فکری ہوتا ہے اور فکر کی اللہ تعالیٰ دعوت دیتے ہیں۔ اتفاق واتحاد میں

ہی رہ کر رائے کا اختلاف ہو جاتا ہے مگر اختلاف اور رائے کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ فرقے بنا لینا دینی نقطہ نظر سے بالکل غلط اور قرآن کے اعتبار سے انتہائی تباہ کن ہے لہٰذا باری تعالیٰ نے سخت منع فرمایا ہے کہ ''آپس میں جھگڑو نہیں اس سے تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''۔

اس دنیائے عمل میں ہم روزمرہ کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ہمارے آپس میں اختلافات تنازعات تفرقہ بازی گروہ بندی اور الگ جماعتوں میں بٹ جانے سے کس قدر ہلاکت خیزی ہو رہی ہے اس کا علاج صرف اعتصام بالقرآن ہو سکتا ہے جس میں اتباعِ امت بھی شامل ہے قرآن مجید نے ان قبائل کو باہمی شیر و شکر اور بھائی بھائی بنا دیا جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ تباہی کی آگ کے دہانے پر کھڑے تھے جنہیں اللہ نے بچا لیا قرآن حکیم کے احکام کا اسلوب اور اعجاز ہے کہ اس کے یہ احکام میں ابدالآباد تک کے لئے رہنمائی اور ہدایت موجود ہے کیونکہ اس وقت دنیائے اسلام میں تفرقے اور انتشار کے سبب تباہ کن اور ہلاکت خیز گڑھے کے کنارے ہم کھڑے ہیں امت مسلمہ آج بھی تباہی و بربادی سے بچ سکتی ہے اور آج بھی اس پر اللہ کی اس نعمت کا ظہور ہو سکتا ہے اگر ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کا احترام الفت و محبت اخوت و مروت پیدا ہو جائے۔

قرآن احترام انسانیت کا سبق دیتا ہے اور پھر مومنین تو ایک ہی جسم کی مثال ہیں لیکن شرط صرف یہ ہے کہ ہم تقویٰ و ایمان اور اعتصام بالقرآن کو اپنا لائحہ عمل بنا لیں فرمایا گیا ہے کہ ''اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی نشانیاں واضح کرتا ہے شاید کہ ان نشانیوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آ جائے'' اور ان نشانیوں اور ہلاکت کے لئے یہ بھی حکم فرمایا کہ کم از کم تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے ''جو لوگوں کو خیر اور نیکی کی دعوت دے بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے'' لہٰذا اس جماعت بندی کی جو لوگ بھی سعی کریں گے وہی فلاح پائیں گے اصل میں قرآن کا مشن ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔

قرآن ظلمت کو مٹانے اور روشنی پھیلانے کے لئے آیا ہے اور اس کا عملی نمونہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی والا صفات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی عمل فرمایا وہی امت مسلمہ کا معیار زندگی بن گیا اور وہی اسلام کی بنیاد ٹھہری اور وہی اطاعت اللہ قرار دیا گیا اگر کسی نے سر مو فرق کیا بلاشبہ وہ بھٹک گیا وہ نہ اللہ کا رہا نہ ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

(اقبال)

نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی الامی پکارا گیا ہے امی سے مراد وہ در یکتا ذات کہ جس کو باری تعالیٰ نے براہ راست تعلیم سے نوازا ہو علم وعرفاں کی دولت سے سرفراز فرمایا ہو۔ مقصد یہ کہ نبی جیسی مقتدر شخصیت نے کسی فرد بشر کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہ کیا ہو۔ وہ کمال ہستی کہ جنہیں خدا نے براہ راست تعلیم دے کر معلم کامل واکمل بنایا ہو۔ جس سے انسان کو ہر اس چیز کا علم حاصل ہو جائے۔ جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿﴾ (سورۃ البقرہ:۱۵۲)

''یعنی وہ تعلیم دی گئی کہ جن کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا''

اور اس امی پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علم نبی الامی کو عطا کر دیا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اللہ کا قول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اللہ کا فرمان قرار پایا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی اللہ کا علم ہوا سورۃ اعراف میں فرمایا گیا۔

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿﴾ (سورۃ الاعراف:۱۵۸)

''سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جو کہ ایمان لاتا ہے ساتھ اللہ کے اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ''

سورۃ اعراف میں کہا گیا ہے

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي

(سورۃ الاعراف:۱۵۷)

''جو لوگ اطاعت کرتے ہیں اس رسول نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی''

سورۃ عنکبوت میں فرمایا گیا

وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿﴾ (سورۃ العنکبوت:۴۸)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ ہی کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے کہ ایسی حالت میں ناحق شناس لوگ شبہ نکالتے''

سورۃ جمعہ میں ارشاد ہوتا ہے

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ الجمعہ:۲)

''وہ اللہ وہی ہے جس نے امیوں کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا اور وہ اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔

سورۃ البقرۃ میں فرمایا گیا

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (سورۃ البقرہ:۱۲۹)

''اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا جو کتاب و

حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے“

سورۃ آل عمران میں ہے

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ آل عمران:۱۶۴)

”تم میں سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا گیا جو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے تزکیہ نفس کرتا ہے کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے“

ان آیات مقدسہ سے ظاہر ہے کہ رسول نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف قرآن پہنچاتے تھے بلکہ اس کی مکمل تعلیم وتربیت بھی دیتے تھے شرح وبسیط بھی کرتے تھے اور ان کا تزکیہ نفس بھی فرماتے یعنی اصلاح ظاہری و باطنی بھی کرتے تھے اور حکمت، علم و ادب معرفت وتصوف کی باتیں بھی کرتے اور ایسی تعلیم دیتے جو اس وقت تک امت کے دائرہ علم میں نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نظری عملی تعلیم وتربیت فرماتے جو کسی معاشرہ میں اب تک دماغ کی رسائی سے باہر تھی اور بڑے بڑے محقق دانشور ایسی حکمت اور تربیت سے نابلد تھے یہ ایسی منفرد تعلیم تھی اور سرزمین عرب میں پہلی تربیت گاہ تھی عقل وخرد علم وعمل کی پہلی یونیورسٹی تھی کہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت بن کر مبعوث ہوئے اور اطاعت انسانی کا مرکز قرار پائے۔

آج تک جس قدر بھی علم وادب سائنس وحکمت کی ترقی ہوئی ہے اس گہوارۂ علم وعرفان کے بڑے بڑے شہسوار حیران وششدر ہیں کہ ایک ان پڑھ بغیر کسی تعلیم و تربیت کے دنیائے علم وادب کے شہنشاہ کیسے بن گئے؟ ایسے مرکز علم وعرفان بنے کہ جہاں سے دنیا بھر کی شمعیں روشن ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج المنیر کا لقب دے کر متحیر کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علوم وفیوض کے روشن چراغ قرار پائے۔ یہ سراج المنیر کا فیض تھا کہ جو بھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا یا مشرف بہ اسلام ہوا وہ دنیا کے لئے رہبر بن گیا مثالی انسان گیا۔ دنیا کا رہنما کہلایا اور دنیا کے لئے شمع ہدایت بن گیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادنیٰ غلام ایک کم قیمت

خادم دنیا کے لئے مشعل راہ بن گیا اور علم وحکمت کا مرکز بن گیا۔ جرمن کے مشہور ڈاکٹر اسپرنگر نے ”لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ نامی کتاب لکھی ہے اس میں لکھتے ہیں ”کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری نہ آج موجود ہے کہ جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے“۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ سے وہ انمول موتی سنور کر نکلے جو دنیائے علم وادب اور سائنس کی ترقی کے مفکر دانشور بن گئے جن کا نام آج بھی تاریخ میں روشن ہے۔ حیرانی اس بات پر ہے کہ نہ اس وقت کالج تھے نہ ہی کوئی یونیورسٹی تھی اور نہ ہی کوئی تعلیم وتربیت کی درسگاہ تھی آخر وہ حضرات جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پکارا جاتا ہے کیوں دنیائے علم وادب کے لئے مشعل راہ بن گئے؟ اور تعلیم وتربیت بھی وہ ہستی دے رہی ہے کہ جن کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ ”یہ تمہیں میں سے ہیں امی بھی ہیں“ نہ انہوں نے کہیں تعلیم حاصل کی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی خصوصی تربیت ہوئی ہے اور نہ ہی ان کا کسی علمی شخصیت سے واسطہ پڑا ہے انہوں نے تو یتیمی کے عالم میں زندگی کے چالیس سال گزار دیئے اور بغیر کسی سرپرستی بغیر کسی کنٹرول کے زندگی کی ساعتیں بسر کیں انہیں کوئی رہنما ہادی نہ ملا مگر وہ دنیا کے ایسے ہادی بنے کہ دنیا میں آج تک ان کی مثل پیدا نہ ہوسکی اور نہ ہی کوئی مثال پیدا ہوسکتی ہے ان پر دین علم اور اللہ کی قدرت و عنایات کا اختتام ہوا ہے علم کی حدیں ختم ہوگئی ہیں۔ یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے کہ صرف وحی کے ذریعہ قیامت تک علم کی بے بدل شمع کا روشن ہونا ایک بے مثال کارنامہ ہے۔

وہ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم جس کی گفتگو قرآن کے ارشاد کے مطابق نفس کی خواہش سے پاک تھی اور جو کچھ ان صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدس پر جاری تھا وحی کے ذریعہ پہنچا ہوا آسمانی پیغام تھا۔ وہ امی صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ارشاد ماغویٰ کی شرح تھے یعنی ان میں بے راہی کی کوئی بات نہ تھی۔

اس امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات کی نبض اپنے دست مبارک میں لی تو زندگی کی پختگی کے تمام بھید کھول کر رکھ دیئے مقصد یہ کہ اس دنیا میں انسانوں نے گمراہی

کے جتنے منصوبے بنا رکھے تھے ان سب کو ختم کر کے رکھ دیا ہدایت کو گمراہی سے اور سعادت کو نامرادی سے نور کو ظلمت سے الگ کر دیا اور کسی کے لئے دونوں میں تمیز مشکل نہ رہی۔

صاحب دل کا فیض و کرم اور روحانی سلسلہ آسمان سے وابستہ ہوتا ہے اور وہ زندگی کے مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک گل بنا دیتا ہے' یعنی پتیاں مل کر ایک پھول بن جاتا ہے۔ زندگی کے ان ٹکڑوں کو تشبیہ مختلف انسانوں سے دی گئی ہے اور گل سے مراد قوم جو نبی کے آغوش تربیت میں پلتی ہے اور صاحب دل یعنی نبی صلّی اللہ علیہ وسلم انسانوں کی نگاہوں میں نیا انداز پیدا کرتے ہیں اور صحراؤں کو گلزار بنا دیتے ہیں۔

قرآن دستور حیات

اقبال فرماتے ہیں:۔ ''قرآن عین فطرت ہے اور فطرۃ اللہ کا انکشاف جس پر انسان کو پیدا کیا گیا قرآن ہی کے ذریعہ ہوا پھر یہ فطرت اس نظام حیات ہی میں مشہود ہوئی جس کو اس نے دین کا نام دیا ہے یہ دین کا تقاضا ہے کہ وہ اعمال وعقائد جو ہر پہلو سے زندگی کو سہارا دے رہے ہیں اور جن کو اصطلاحاً شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے لہٰذا ہم کہیں گے کہ قرآن میں قانون بھی ہے اور تصورات بھی تو انسان کو تصورات کی اتنی ضرورت نہیں جتنی قانون کی ہے قرآن سرتاپا ہدایت ہے اور ہر صورت رہنما بھی اور پھر یہ کتاب اللہ ہے ساتھ ہی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ قرآن مجید قلب کے راستے سے بھی شعور میں داخل ہوتا ہے اور دماغ کی راہ سے بھی سمجھ میں آتا ہے دماغ کی سمجھ میں آنے کا مطلب ہے حقائق کا ادراک۔ علم وفکر تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں حقائق کا ادراک ہمیشہ سے جاری تھا۔ اب اگر انسان وہ سب حقائق جو اس نے اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں حاصل کئے یا جن تک عقل اور فکر کے ذریعہ اس کی رسائی ہوئی باہم فراہم کرے اور ایک مربوط ومنظم شکل اختیار کرے تو ان سے قرآن پاک کے ارشادات کی تصدیق وترجمانی ہوتی ہے''۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف
(اقبال)

خواجہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

''یہ راہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں جان سکتا کہ جب تک دائیں ہاتھ میں کتاب

پکڑے اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکھے اور ان دو شمعوں کی روشنی سے چل سکتا ہے اور تو جب تک اس کی مثل مشابہت پیدا نہیں کرے گا یہ بدعت کی تاریکی دور نہیں ہو سکتی'' داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شریعت کا اول رکن کتاب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''قرآن کی آیات محکم اور مضبوط ہیں اور یہ کتاب تمام کتابوں کی ماں ہے'' شریعت کا دوسرا رکن سنت ہے جس طرح فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ''جو کچھ تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں اس کو پکڑو اور عمل کرو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ'' اور تیسری دلیل امت کی یہ ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت گمراہی کی کسی راہ پر جمع نہ ہو اور تمہارے اوپر سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔''

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مسلمان کے لئے شمع ہدایت اور انسانی زندگی کا مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ بات بھی پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ قرآن ایسی کتاب مبین ہے کہ جس سے غیر اقوام وملل نے استفادہ کیا ہے اور وہ آج کی مہذب ترین قومیں شمار ہونے لگی ہیں اور وہ یہ بھی اقرار کرتی ہیں کہ دنیائے تہذیب وتمدن کے لئے وہ اسلام کی مرہون منت ہیں۔ اکثر مغربی مفکرین وعلماء نے اسلام کی اور قرآن کی افادیت کا برملا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ کہتے ہیں ''قرآن میں جو احکام موجود ہیں وہ میرے نزدیک انسان کے لئے مکمل ترین ہیں'' ایچ جی ویلز رقمطراز ہیں ''قرآن نے مسلمانوں کو اخوت وبھائی چارے کے ایسے بندھنوں میں باندھا ہے کہ رنگ ونسل اور زبان کی حدود ختم ہو گئیں'' پروفیسر کارلائل کہتا ہے ''قرآن کا مذہب امن وسلامتی کا مذہب ہے'' پادری وال رمینن ڈال کہتے ہیں کہ ''میرے نزدیک قرآن میں خلوص و سچائی ہر پہلو سے موجود ہے'' ڈاکٹر گبن کہتا ہے ''قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے سارے جہان میں قرآن کی شکل میں کوئی کتاب نہیں ہے'' جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں ''مذہب فطرت انسانی کے لئے سرمایہ سکون بن سکتا ہے میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ اگر دنیا کا آئندہ مذہب ہو گا تو وہ اسلام ہی ہو گا چونکہ اس میں بنی نوع انسان کی مکمل طریقہ پر رہنمائی کی گئی ہے'' دراصل قرآن حکیم کی پیروی کرتے ہوئے انسان

کامل ابھرتا ہے جو مقصود فطرت ہے قرآن کریم خالق کائنات کا کلام اور مسلمانان عالم کے لئے دستور حیات ہے۔ قرآن عظیم کو اپنی زندگی سے علیحدہ رکھ کر ہم بے انتہا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر راستی میانہ روی اور اطمینان قلب قرآن حکیم پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور کتاب ہدایت سے حاصل نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خالق کائنات کا کلام ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور جو انسان کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ قرآن کو عبادت کے طور پر تلاوت کرنا اس کے معنی ومفہوم کو اچھی طرح سمجھنا اور ان پر غور وخوض کرنا پھر اس کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

سورۃ اعراف میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ ''جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو تو تم پر رحمت ہو'' قرآن نازل کرنے والے خود فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں'' (سورۃ الزمر) علامہ اقبال کہتے ہیں ''ایک مدت سے ہم یہ سن رہے ہیں کہ قرآن کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کا مدعی ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے کمال کو عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سیادت انسانی کے لئے تمام ضروری قواعد اس میں موجود ہیں''

دراصل قرآن ضابطۂ حیات ہے اس کے ذریعہ باری تعالیٰ نے حضور عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت نوع بشر کو ایک آئین حیات اس لئے تفویض فرمایا ہے کہ جب انسان اطاعت گزاری کا لبادہ اوڑھ کر احسن طریقہ سے زندگی گزارے تو اس کے پاس ایک طریقہ کار ہو ایک لائحہ عمل ہو متمدن زندگی گزارنے کے لئے صراط مستقیم ہو چونکہ انسان افضل وبرتر ہے۔ اشرف المخلوق ہے۔ خلیفہ فی الارض ہے لہذا اس کی زندگی میں کہیں بھی کجروی نہ ہو کسی مقام پر بھی بے ضبط زندگی کا نشان بھی نہ ملے یہ بشر جو اس کائنات کا حدی خواں ہے اور اس زمین کا امین بھی ہے درندوں کی طرح بے مقصد

زندگی نہ گزارے اسے ایک تسبیح کے دانوں کی طرح لڑی میں پرونے اتحاد و اتفاق یکجہتی کے لئے ایک آئین دیا ایک دستور حیات وضع فرمایا اور ضابطہ حیات کی تربیت دینے کے لئے معلم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا جو اس قرآن مبین کو سکھانے پڑھانے کے ساتھ ساتھ تربیت بھی دے اور اس کے لئے یہ شرط بھی رکھ دی کہ اس معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی کیلئے نہ کوئی دستور عمل ہے اور نہ ہی کوئی ضابطہ حیات ہے اگر اس کائنات میں کوئی ضابطہ عمل ہے آئین حیات ہے اور انسانی زندگی کے لئے تقاضائے آئین کی ضرورت ہے تو پھر ہادی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ممکن نہیں۔ جب کوئی منزل معین کی جاتی ہے تو اس منزل یا نشان راہ دکھانے کے لئے بھی کوئی رہبر رہنما کا ہونا ضروری ہے یہ کائنات کا اولین دستور چلا آ رہا ہے اور اس دستور حیات کو اکمل و مکمل کرنے کے لئے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا گیا ہے اور یہ کہ:

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ (سورۃ الاعلیٰ: ۸)

''ہم یسریٰ کو تمہارے لئے آسان کردیں گے''

اس راہ کو باری تعالیٰ نے یسریٰ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آئین تقاضائے حیات ہوتا ہے جس قوم کو آئین مل گیا دستور زندگی عطا ہوا ایک نظام حیات میسر آ گیا تو نظام اجتماع وجود میں آ گیا فرد و جماعت کے روابط بااحسن منضبط ہو گئے۔ فرد کی شخصیت اور معاشرے کی تعبیر میں کوئی رکاوٹ حائل نہ رہی قوم اس نصب العین کے حصول میں آگے بڑھنے لگی جس سے اس کی ہستی قائم و دائم ہوئی جو اس کی تقویم و تقویت کا راز ہے۔

انسان کو قدرت نے عظیم صلاحیتیں اور قوتیں ودیعت فرمائی ہیں جو اس میں قدرت لایزل کے عطا کردہ نظام حیات اور قرآن کے شفاء و رحمت کے تحت مرتکز کی گئیں تو پھر اس میں شیرازہ بندی تفرقہ پروری انتشار کا نام و نشان نہ رہا اور زندگی کا سفر امید و اعتماد سے طے ہو گیا ورنہ انسان اس دنیا میں بھٹکتا رہتا ہے اور اسے کوئی راہ نہیں ملتی صراط کا کوئی نشان نظر نہیں آتا اور جب انسان کا دستور حیات کسی منشور سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ بے سہارا بے مقصد زندگی گزارنے پر مجبور ہوتا ہے اور اسے کوئی تہذیب زندگی تصور نہیں کرتی۔

اس آئین حیات دستور عمل تقاضائے بشریت اور ضابطہ زندگی جس کا نام باری تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان الحمید قرآن الحکیم قرآن الذکر قرآن مبین کتاب المبین ذالک الکتاب کتابِ حکمت دیا ہے اس کے لئے طریقہ کار بھی مقرر کیا قواعد و ضوابط بھی تفویض فرمائے اور کہا گیا کہ:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (سورۃ المزمل: ۴)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں''

اس کو اتارنے میں بھی تدریجاً کام لیا اور پھر یہ فرمایا گیا

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ (سورۃ بنی اسرائیل: ۱۰۵)

''اور ہم نے اس قرآن کو راستی کے ساتھ نازل کیا اور وہ بھی راستی کے ساتھ نازل ہو گیا''

اور یہ نازل کس پر کیا گیا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل: ۱۰۵)

''اور ہم نے نازل کیا اس پر جو بشیر بھی ہے اور نذیر بھی ہے''

مقصد یہ کہ جو قرآن پڑھ کر سناتا ہے وہ لوگوں کو خوشخبری بھی دیتا ہے اچھے اعمال کی بشارت بھی دیتا ہے اور ساتھ ہی ڈراتا بھی ہے یعنی یہ کہ ضابطہ حیات دستور العمل کے ہر پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اگر اس دستور زندگی پر کسی نے عمل کیا تو اس کے لئے بشارت ہے خوشخبری ہے اور اگر اس نے روگردانی کی حکم سے بغاوت کی تو پھر اس کے لئے ایک عظیم عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

دین اسلام جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان کے لئے پسند فرمایا ہے اس دین کی روح انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانے کی کوشش ہے یعنی کہ دین کی روح اخلاقی اقدار کا تحفظ ہے اگر اس کائنات میں بداخلاق اور آدمیت کے تصور سے محروم کوئی معاشرہ معرض وجود میں آتا ہے تو وہ انسانیت کے لئے سود مند نہیں ہوتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(سورۃ التین:۴)

''ہم نے بنایا انسان کو بہترین انداز پر''

اس طرح انسانی زندگی میں معاشرت کے ہر پہلو کو احسن اور خوبصورت بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ قرآن احترام آدمیت کا سبق دیتا ہے کیونکہ انسان جسے خوبصورت بنایا گیا جسے بہترین انداز پر سجایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اسے اس طرح زندگی گزارنی چاہئے کہ وہ کائنات کے لئے وجہ بصیرت بن جائے وہ متقی ہے وہ صراط المستقیم بھی ہے خدا کے بعد اس کا مقام ہی اعلیٰ و ارفع ہے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے حالات کو دیکھتا ہے''

ابتدائی آیات قرآنی

قرآن کریم میں قرآن کی تنزیل کے متعلق آیات جو سورتوں کے شروع میں وارد ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کی حقانیت اور مرتبہ کیا ہے اس کتاب مبین کے بارے میں جو کنائے، اشارے رب تعالیٰ فرماتے ہیں ان میں اکثر مقامات پر قسم کھا کر ارشاد ہوا ہے جو اس بات کی شہادت ہے کہ جہاں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قسم کھا کر ارشاد ہوا ہے وہاں خود قرآن کی اہمیت و افادیت کی قسم بھی کھائی گئی ہے۔ قرآن یا ارشاد خداوندی میں قسم کو بڑی فوقیت دی گئی ہے قسم اس کی افادیت اور حقانیت اور اعلیٰ مرتبہ کی شہادت ہے تاکہ قاری کو اس کی اہمیت پر یقین آ جائے ہر سورۃ کے شروع میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تخاطب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر ابتداء کی گئی ہے ان سورتوں میں بعض ابتدائیہ میں تو وضاحت ہے مثلاً مزمل مدثر جبکہ اکثر مقامات پر جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وضاحت نہیں کی گئی اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریح فرمائی ہے اور ابھی تک یہ الفاظ وضاحت طلب ہیں ان الفاظ کو مقطعات کا نام دیا گیا ہے۔ جو یہ ہیں۔

الٓمّٓ الٓمّٓصٓ الٓرٰ الٓمّٓرٰ حٰمٓ صٓ طٰهٰ طٰسٓمّٓ طٰسٓ عٓسٓقٓ قٓ

كٓهٰيٰعٓصٓ نٓ يٰسٓ

(سورۃ بقرہ:۱،۲) میں فرمایا گیا ہے

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

''یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے''

(سورۃ الاعراف:۱،۲) میں ہے

الٓمّٓصٓ ۚ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

’’یہ ایک کتاب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی گئی ہے‘‘۔

(سورۃ یونس:۱) میں ارشاد ہوتا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ

’’یہ پُرحکمت کتاب کی آیات ہیں‘‘

(سورۃ ھود:۱) میں ذکر ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

’’یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئی ہیں پھر مفصل بیان کی گئی ہیں‘‘

(سورۃ یوسف:۱) میں کہا گیا ہے کہ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ

’’یہ آیات ہیں کتاب واضح کی‘‘

(سورۃ الرعد:۱) میں آیا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ

’’یہ آیات ہیں ایک کتاب کی‘‘

(سورۃ ابراہیم:۱) میں فرمان کیا گیا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ

’’یہ ایک کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے‘‘

ہر آیت میں ہر فرمان میں ہر حکم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخاطب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ضروری ہے یہی قرآن کی شان ہے اور

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا مظہر ہے۔

(سورۃ الحجر:۱) میں فرمایا گیا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ

’’یہ آیات ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی‘‘

(سورۃ طٰہٰ:۱،۲) میں ارشاد ہے

طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى

’’ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف اٹھائیں‘‘

(سورۃ فرقان:۱) میں ارشاد ہوتا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

’’بڑی عالیشان ہے وہ ذات جس نے فیصلہ کی کتاب قرآن اپنے بندہ پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈرانے والا ہو‘‘

(سورۃ شعراء:۱،۲) میں ہے

طٰسٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ

’’یہ ایک کتاب واضح کی آیات ہیں‘‘

(سورۃ النمل:۱) میں ذکر ہے۔

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّبُشْرٰى

’’یہ آیات قرآن کی ہیں اور واضح کتاب کی ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے‘‘

(سورۃ القصص:۱،۲) میں فرمان ہے

طٰسٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ

’’یہ کتاب واضح کی آیات ہیں‘‘

(سورۃ لقمان:۱،۲) میں آیا ہے

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ

"یہ آیات ایک پُرحکمت کتاب کی ہیں۔

(سورۃ یٰسین:۱تا۴) میں ارشاد فرمایا ہے

یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ

"قسم ہے قرآن باحکمت کی"

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۭ

"بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم منجملہ رسولوں کے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے راستہ پر ہیں"

(سورۃ صٓ:۱) میں فرمایا

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۭ

"قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے"۔

(سورۃ الزمر:۱) میں کہا گیا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

"یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے غالب حکمت والے کی طرف سے"

(سورۃ مومن:۱،۲) میں ذکر ہے

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ

"یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہر چیز کے جاننے والا ہے"

(سورۃ حٰم السجدہ:۱،۲) میں فرمایا گیا ہے

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ

"یہ کلام رحمٰن اور رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے"

اسی سورۃ میں آیت ۳ میں کہا گیا ہے

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ

"یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات صاف صاف بیان کی گئی ہیں قرآن عربی میں ہے ایسے لوگوں کیلئے جو عقلمند ہوں"

(سورۃ شوریٰ:۱،۲،۳) میں اشارہ یوں کیا گیا ہے۔

حٰمٓ ۚ عٓسٓقٓ ۚ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۚ

"اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو پیغمبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل گزرے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے وحی بھیجتا رہا ہے"

(سورۃ الزخرف:۱،۲،۳) میں پھر قسم کھائی گئی ہے اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی تعریف بھی ہے۔

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا

"قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے عربی زبان میں قرآن اتارا ہے"

اسی سورۃ میں ہی آیت ۴ میں کہا گیا ہے

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ

"کتابوں کی ماں ہے بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے"

(سورۃ دخان:۱،۲،۳) میں فرمایا گیا ہے"

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

"قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو ایک بابرکت
والی رات اُتارا ہے"

(سورۃ الجاثیہ:۱،۲) میں ہے

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

"یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف
سے"

(سورۃ الاحقاف:۱،۲) میں ارشاد ہوتا ہے

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

"یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے"

(سورۃ قٓ:۱) میں فرمایا گیا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝

"قسم ہے قرآن مجید کی" سورۃ طور میں پھر قسم کھائی گئی ہے
اور ایک نہیں کئی تا کہ قرآن کی اہمیت واضح ہو

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝
وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ (سورۃ الطور:۱ تا ۶)

"قسم ہے طور پہاڑ کی اور اُس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ
میں لکھی ہے قسم ہے بیت المعمور کی اونچی چھت کی اور قسم ہے
جوش مارتے سمندر کی"

(سورۃ الرحمٰن:۱،۲) میں ہے

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝

"رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی"

(سورۃ القدر:۱ تا ۵) میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝

"بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے"

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے؟

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ
فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

"شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے فرشتے اور روح
اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں وہ
رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک"

یہ ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن حکیم رمضان شریف میں اترا۔

(سورۃ بقرہ:۱۸۵) میں فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے"

(سورۃ دخان:۳) میں ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

"ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے"

یہ قرآن جس کی اہمیت اور ماہیت بیان کی گئی ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

(سورۃ البروج:۲۱،۲۲) میں ہے

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

"بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے اس طرح لوح محفوظ میں لکھا
ہوا ہے"

(سورۃ نٓ والقلم:۱) میں فرمان ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ

''قسم ہے قلم کی اور قسم ہے لکھنے والے کی''

اور یہ قرآن قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتا

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (سورۃ یونس:۶۴)

''اللہ کے کلام میں کبھی تبدیلی نہیں آتی''

(سورۃ السجدہ:۱،۲) میں ارشاد فرمایا گیا ہے

الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

''یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں یہ رب العالمین کی طرف سے ہے''

كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ ھود:۶)

''سب چیزیں کتاب مبین میں درج ہیں''

(سورہ کہف:۱) میں اس خاص بندے کا ذکر ہے۔ جس پر یہ عظیم خزانہ نازل کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا

''تمام خوبیاں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں۔ جس نے اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں''

اور اس قرآن کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے رب تعالیٰ فرماتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ یونس:۵۷)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفاء ہے اور رہنمائی کرنے والی اور رحمت ہے مومنین کیلئے''

قرآن کی آفاقیت

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (سورۃ احزاب:۷۲)

''ہم نے یہ امانت (قرآن حکیم) دکھائی آسمانوں کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھالیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے بے شک یہ ہے بڑا ''ظالم'' اور ''جاہل''۔ صاف ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات اور خلیفہ فی الارض ہونے کے باوجود بھی بفرمان باری تعالیٰ جاہل اور ظالم بھی ہے جب کہ یہی انسان نائب حق ہے اور خلیفہ بھی ہے اور ساتھ ہی یہی انسان

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ

(سورۃ التین:۴)

''یعنی ہم نے بنایا انسان کو بہترین انداز میں خوبصورت پیدا کیا''

اور پھر

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ

''اور البتہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا''

اور یہ بھی فرمایا

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (سورۃ بنی اسرائیل:۷۰)

''خدا نے انسان کو واجب التکریم پیدا کیا''

یہ کائنات صرف انسان کی خاطر پیدا کی گئی اور پھر اسے احسن التقویم سے واجب التکریم تک پہنچا دیا ہے یہی قرآن جو انسان کے لئے شفاء و رحمت ہے اور یہی قرآن

وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۸۲)

''ظالموں کیلئے یہ اور زیادہ نقصان دہ بھی ہے''

آخر وجہ کیا ہے؟ یہ تسلیم ہے کہ انسان اپنی جبلت کے اعتبار سے واقعی واجب التحریم ہے اسے محبوبیت کا درجہ دیا گیا ہے ان میں رسول نبی پیغمبر مبعوث ہوئے اور اسی آدم کی اولاد سے خاتم المرسلین بھی پیدا کئے گئے یہ وہی آدم ہے کہ جس کو

اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (سورۃ البقرہ:۳۰)

زمین پر خدا کا نائب اور خلیفہ کہا گیا

اور اسی آدم سے فرعون شداد نمرود قارون اور ابولہب جیسے سفاک انسان خدائی دعویدار بھی پیدا ہوئے فرشتے جو باری تعالیٰ کے مقرب اور شب و روز یادالٰہی میں مصروف ہیں ان کا مقام اس قدر بلند اور بالاتر نہیں ہے جبکہ آدم کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (سورۃ البقرہ:۳۱)

''باری تعالیٰ کا خصوصی علم تو آدم ہی کو سکھایا گیا''

آدم کو اس قدر علوم و فیوض سے مالا مال کرنے کے باوجود بھی فرمایا گیا کہ چوپایوں سے بھی زیادہ گر جاتا ہے۔ درندے بھی وہ کام نہیں کرتے جو انسان سرانجام دیتا ہے کسی جانور نے آج تک اپنی ہی جنس کو قتل نہیں کیا لیکن انسان ہے کہ اپنی جنس کو ختم کر رہا ہے اسی انسان کو حکما فرمایا گیا

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ (سورۃ البقرہ:۱۳۸)

''کہ اللہ کا رنگ اختیار کرو کیونکہ یہ رنگ بہت ہی خوبصورت ہے''

جب الٰہی انسانوں میں سے کسی افضل و برتر انسان نے ایسا کردار ادا کیا کہ جس سے خالق دو جہاں کو اس کی ادا پسند آ گئی تو پھر فرمایا

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ:۱۵۸)

''کہ صفا و مروہ پر دوڑنے کا یہ کردار اللہ کا کردار ہے یہ شعائر اللہ ہے''

اور جب اس نے اپنی مٹھی میں کنکریاں ماریں تو بروقت فرمایا کہ یہ کنکریاں اس نے نہیں ماریں بلکہ اللہ نے ماری ہیں۔ بیعت کا مسئلہ آیا تو فرمایا کہ یہ بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نہیں ہو رہی بلکہ اللہ کے ہاتھ پر ہو رہی ہے۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ...... وَمَا رَمَيْتَ

(الفتح:۱۰، الانفال:۱۷)

جب اللہ کا ہاتھ بندے کا ہاتھ بن جاتا ہے بندے کا فرمان اللہ کا فرمان کہلاتا ہے تو یہ صرف نسبت کا تعلق ہے فرمایا گیا

عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (سورۃ النمل:۵۹)

''اس کے ان بندوں پر سلام ہو''

جس کو اس نے منتخب فرمایا اور

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(سورۃ العنکبوت:۶۹)

''اور جنہوں نے ہمارے لئے کوششیں کی ہم اپنی راہیں انہیں سمجھا دیتے ہیں''

یہ لوگ دراصل اللہ تعالیٰ کی صفات و انعامات کا پرتو ہیں فرمایا گیا

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (سورۃ الفرقان:۴۵)

''کیا تو نے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلایا ہے''

حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ اس سایہ سے مراد لیتے ہیں کہ ''سایہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لطائف میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے ساتھ پوری پوری نسبت وابستہ ہے ان اسماء صفات الٰہی کو دنیا والوں کو فیض پہنچانے کا واسطہ اور ذریعہ قرار دیا گیا ہے'' قرآن مجید ایک بسیط کتاب ہے قانون ہے ضابطہ حیات ہے تو اس کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہر انسان کو عقل سلیم بھی عطا کرتا ہے انسانی جبلت کے اعتبار سے ہر انسان پڑھ کر سمجھ سکتا ہے اور اس پر عمل بھی کر سکتا ہے بصائر للناس اسے عقل و خرد بصارت سے بھی مستفید کیا گیا ہے لیکن چہ معنی دارد کہ اس کو سمجھانے کے لئے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا گیا اتنی مشکلات اتنے غزوات اتنے مناقشات اور پھر یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ کتاب تو صرف

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ بقرہ:۲)

''یعنی متقیوں کے لئے ہدایت ہے''۔

جو متقی ہیں ان کو ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن کے بارے میں فرمان ہیں

مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ (سورۃ آل عمران:۷)

''قرآن کی آیات محکم اور مضبوط ہیں اور یہ کتاب تمام
کتابوں کی ماں ہے''

لیکن انسان کے مرتبہ اعلیٰ کے پیش نظر اسے بغیر هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کے نہیں سمجھا جا سکتا بغیر ہادی برحق کے نہیں علم ہو سکتا یہ

لَا رَيْبَ فِيْهِ (سورۃ البقرہ:۲)

''بلاشبہ اس میں کوئی شک ہی نہیں''

یعنی بلاشبہ ہدایت کی کتاب صراط المستقیم ہے قرآن مبین ہے قرآن حکیم ہے تو ہر فرد بشر صاحب علم و خرد اسے بلاشرکت غیر سمجھ سکتا ہے اور اس پر عمل بھی کر سکتا ہے لیکن نہیں ہرگز نہیں ہو سکتا اس صراط کے لئے فرمایا گیا

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورۃ الفاتحہ:۶)

''اے اللہ ہمیں اس راستہ پر چلا جس راستہ پر چلنے والوں پر
تو نے انعامات فرمائے ہیں''

یہ قرآن اس وقت تک سمجھ سے بالاتر ہے جب تک اسے معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سمجھا جائے جب تک اس ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم قدم پیروی نہ کی جائے تب یہ سمجھ سے بالاتر ہے یعنی قرآن کے مفاہیم و مطالب کے لئے اطاعت اللہ اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرط اولیں ہے۔ قرآن سمجھنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو سمجھا جائے اور انہیں کی اطاعت کی جائے۔

جب قرآن شان ربوبیت کا مظہر ہے جب قرآن مبین ہے ہدایت متقین ہے اور انسان کے لئے ضابطہ حیات ہے اور قرآن کی عظمت یہاں تک ہے کہ فرمایا گیا

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (سورۃ حشر:۲۱)

''اگر ہم قرآن اتارتے ایک پہاڑ پر تو آپ دیکھ لیتے کہ وہ
دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے''

یعنی اس قدر وزن دار ہے اور اتنی بھاری چیز ہے اور اس کو اٹھا لیا انسان نے کیونکہ یہ انسان جاہل بھی ہے اور ظالم بھی ہے۔ آخر کیوں؟ انسان کو اس قدر انعام و اکرام ودیعت فرما کر پھر اس قدر تذلیل کی راہ پر لا کھڑا کیا گیا۔ صرف قرآن کی حقانیت اور مرتبہ عالی کے پیش نظر انسان کو اس خطاب سے نوازا گیا اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے بھی قرآن کا سہارا لینا پڑے گا قرآن بصائر للناس ہے یہ روشنی ہے اور صراط مستقیم ہے اور مشعل راہ ہے اور یہ انسان کے لئے رحمت و شفاء ہے بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان کو فطرتاً بالغ نظر پیدا کیا گیا ہے اس کی فطرت میں ایسے اوصاف متعین کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے عناصر اربعہ کی خصوصیت کے پیش نظر ایسی خصوصیات بھی رکھتا ہے کہ اسے کھنکتی مٹی سے پیدا کیا گیا اسے ایسی چیزیں ودیعت کی گئی ہیں کہ وہ اپنے اربعہ عناصر یعنی ہوا پانی مٹی آگ کی مناسبت سے مٹی کی تپش کی خصوصیت بھی رکھتا ہے بشری اعتبار سے اس میں ایسی خصوصیات ہیں جو اسے شیطانیت و فسطائیت پر آمادہ کرتی ہیں لیکن اصلی نوعیت

اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت تو یہ ہے کہ اس نے اسے خلیفہ اور مکرم و محترم شخصیت بنایا ہے اور پھر اسے والضالین تک بھی لے گیا یہ اس کے کردار و عمل پر منحصر ہے۔ دراصل باری تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا انسان کے لئے ایک کھیتی ہے

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (سورۃ النجم:۳۹)

''اور انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی''

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (سورۃ النجم:۴۰)

''انسان کی سعی بہت جلد دیکھ لی جائے گی''

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (سورۃ النجم:۴۱)

''پھر اس کو اس کی کوشش کا بھرپور بدلہ ملے گا۔''

لہٰذا اس کے کردار و عمل پر موقوف ہے کہ وہ قرآن پر عمل پیرا ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور انعمت علیہم میں شمار ہوتا ہے یا کہ والضالین میں گردانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اسے اعلیٰ و افضل مقام پر تفویض فرمایا ہے مگر اس کی اپنی مرضی ہے کہ وہ کس مقام کو پسند کرتا ہے اور کونسی منزل پر گامزن ہوتا ہے بعض حضرات معترض ہیں کہ یہ قرآن جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے تو پھر یہ آیات کیوں نازل ہوئیں کہ انسان نے اسے قبول کیا کیونکہ وہ ظالم بھی ہے اور جاہل بھی؟ حقیقت میں ذات رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود الکتاب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم قرآن ہیں قرآن میں فرمایا گیا

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

(سورۃ البقرہ:۲)

''اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ متقیوں کے لئے کتاب ہے''۔

یہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہم تک پہنچایا گیا ہے۔ حضور رسول ہیں پیغمبر

ہیں رسل کا مطلب ترسیل سے ہوتا ہے پیغمبر کے معنی پیغام پہنچانے والے کے ہیں اگر صرف یہ مقام ہوتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یہ ہدایت پہنچا دیں مگر ان کو ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن یہاں تک موقوف نہیں ہے یہ ہدایت بالشرط ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت نہ کی جائے ہدایت ناممکن ہے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآن بھی بے معنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (سورۃ آل عمران:۱۳۲)

''قرآن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے''

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (سورۃ الحاقۃ:۴۰)

''یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے''

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (سورۃ الحاقۃ:۴۱)

''یہ کسی شاعر کا قول نہیں''

جیسا کہ قریش مکہ کہتے تھے کہ یہ شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا گیا نور اور کتاب مبین کہ نور آیا اور ساتھ ہی کتاب مبین بھی آئی۔ یعنی انسانوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بحیثیت نور یعنی ہدایت روشنی قرار دیا گیا معلم قرآن یعنی قرآن کی تعلیم دینے والا اس کتاب مبین کو سمجھانے والا جسے نور کے لقب سے نوازا گیا اس قرآن کی تعلیم دینے والا صرف معلم ہی نہیں ہے بلکہ اس کی اطاعت اور پیروی ضروری ہے ورنہ قرآن کی حیثیت صرف ایک کتاب کی ہے اس کے ماننے والے کی اس وقت فوقیت ہوگی کہ جب تک صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بجا نہ لائے گا یہ امانت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے پاس بھیجی گئی جسے ایک متاع کثیر کہا گیا ہے۔ صرف انسانوں کے لئے ودیعت کی گئی اور اس قرآن کا مطالعہ اس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بالشرط قرار دی گئی کہ جب تک اس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرو گے تمہارا ہر کردار بے معنی ہے اور تم جب اس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو گے اس صلی اللہ علیہ

وسلم سے محبت کرو گے اسے صلی اللہ علیہ وسلم محبوب گردانو گے تو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سیدھے رستہ پر یعنی صراط المستقیم پر فائز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ دکھانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ نبی تو پیدائشی نبی ہوتا ہے اور مکرم افضل برتر ہوتا ہے وہ اعلیٰ مقام پر متعین ہوتا ہے رب العالمین نے فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ

(سورۃ الحج:۶۷)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو یقیناً صحیح راستہ پر ہیں''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلا رہے ہیں''

(سورۃ المومنون:۷۳)

لیکن اس پر موقوف نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مسلط کئے گئے ہیں یا نازل کئے گئے ہیں بلکہ کلام اللہ کا صرف پہنچا دینا کافی ہے اور ہدایت کر دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔ فرمایا گیا

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۙ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ

(سورۃ الفجر:۲۱،۲۲)

''پس صرف نصیحت کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نصیحت ہی کرو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مسلط نہیں کئے گئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نصیحت پر ہدایت پر اتنے حریص نہ ہوں اتنے متفکر بھی نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو بہت بلند اعلیٰ وارفع ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ان کیلئے پریشان ہیں اتنا حرص نہ کریں۔

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (سورۃ نحل:۳۷)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہے ان کی ہدایت کیلئے کتنے ہی حریص ہوں مگر اللہ جس کو بھٹکا دیتا ہے تو پھر ہدایت نہیں دیتا اس طرح لوگوں کی مدد کوئی نہیں کر سکتا''

سورۃ القصص میں ارشاد ہوتا ہے

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (سورۃ القصص:۵۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے''

صاف ظاہر ہے یہ قرآن مبین یہ ہدایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی کے لئے نازل نہیں فرمائی گئی بلکہ یہ ہدایت صرف ہمارے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود ہدایت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراج منیر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت للعالمین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو منبع روشنی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ دین حق ہیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

(الفتح:۲۸)

''وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر''

لہٰذا نص قرآنی سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہدایت ہیں اور یہ ہدایت المتقین ہے اور اس پر بس نہیں ہے جیسا کہ قرآن کا مقام افضل و برتر ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بھی تو افضل و برتر ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا'' انسان کو فکر و

فہم علم و عقل کی وہ بلندیاں اور رفعتیں بخشی گئی ہیں جو ماورا سے پرے ہیں چونکہ انسانی نوع کے اس فضل و کمال کا سب سے زیادہ بلند و اکمل نمونہ انبیاء و مرسلین ہیں اور کسی مخلوق کے لئے اس سے اونچا مرتبہ نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے اسے منصب نبوت عطا کرنے کے لئے منتخب فرمایا ہے اسے خلیفہ بنایا ہے لہٰذا انسان کے احسن تقویم پر ہونے کی شہادت میں ایسے مقامات کی قسم کھائی جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے نسبت رکھتے ہیں۔

جب انسان اپنی ذہنی طاقتوں سے برائی کے راستہ پر گامزن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی کی اس قدر تعلیم دیتا ہے کہ گراوٹ کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اس کی مثال نہیں ملتی یہ حقیقت انسانی معاشرے میں موجود ہے اور ایسے انسان اخلاقی گراوٹ سے اتنے گر جاتے ہیں کہ درندگی بھی مات ہو جاتی ہے۔ دنیا میں وحشی سے وحشی جانوروں کی قسم ایسی نہیں ہے جو انسان کی اس وحشت کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے فرمایا کہ انسان ظالم بھی ہے اور جاہل بھی۔ قرآن کے نزدیک سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو انسان اپنے حقیقی مالک کو چھوڑ کر دنیا کی ذلیل ترین اشیاء کی پوجا کرے اس سے زیادہ جاہل اور کون ہو سکتا ہے؟

سورۃ الشمس میں فرمایا گیا ہے۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ (سورۃ الشمس: ۸)

''پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی''

یعنی نفس انسانی پر اس کی بدی اور پرہیزگاری الہام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کے لاشعور میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصور ودیعت کر دیا ہے کہ دنیائے عمل میں بھلائی اور برائی اچھے اخلاق و اعمال اور برے اخلاق و اعمال یکساں ہرگز نہیں ہیں فجور ایک قبیح فعل ہے اور تقویٰ اچھی چیز تصور ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ فطرت انسانی ان سے آشنا ہے اور خالق کائنات نے برے بھلے کی تمیز پیدائشی طور پر عطا کر دی ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے۔

الَّذِیٓ أَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝

(سورۃ طٰہٰ: ۵۰)

''جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت عطا کی پھر اسے راہ دکھائی''

اسی لئے کوئی انسانی معاشرہ معرض وجود میں نہیں آیا کہ ہر زمانے ہر تہذیب و تمدن اور نظام حیات میں برائی بھلائی کی کوئی تمیز اختیار نہ کی گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن حکیم میں سورج اور اس کی تمازت چاند دن رات آسمان و زمین نفس انسانی اور اس ذات کی قسمیں کھائی ہیں کہ جس نے اسے ہموار کیا یعنی انسان کو عقل و خرد عطا کیا ہے کہ قوت عقل و فکر قوت استدلال قوت خیال بھلائی برائی کا امتیاز کرے اور یہ بھی فرمایا گیا۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ

''قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے'' (سورۃ روم: ۳۰)

لیکن اس کے بعد فرمایا

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (سورۃ بلد: ۱۰)

''اور ہم نے اس کو خیر و شر کے راستے دکھائے''

(سورۃ دہر: ۳) میں فرمایا گیا

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝

''ہم نے اس کو راستہ دکھایا خواہ وہ شاکر بن کر خواہ کافر بن کر رہے''۔

سورۃ اعلیٰ میں ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ (سورۃ الاعلیٰ: ۱۴)

''فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی''

(سورۃ العصر: ۱، ۲) میں ارشاد ہوا

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝

''زمانے کی قسم کہ انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے''

مگر

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے''۔

یہ اس بات کی گواہی ہے کہ انسان بڑے خسارے میں ہے مگر بالشرط ہے (سورۃ واللیل:۱ تا۴) میں فرمایا گیا ہے

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝

''قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور دن کی جب وہ روشن ہو اور اس ذات کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا در حقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں''۔

مقصد یہ کہ جس طرح کائنات کی تمام تخلیقات متضاد ہیں اسی طرح انسان کی زندگی دو متضاد منزلوں پر متعین ہے دو راستوں پر متعین ہے باری تعالیٰ نے رات دن اور نر مادہ کے تضاد کی تشبیہات دے کر یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہ کائنات ہی تضاد کا خوبصورت منظر پیش کرتی ہے اور انسان کی ساری جدو جہد ساری کشمکش اسی تضاد کا شکار ہے گو نص قرآنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے بھلائی پر مگر اسے دو راستے دکھا کر اس کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اس وجہ سے فرمایا

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(سورۃ الفاتحہ:۶)

''ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا''

اور

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ (سورۃ الفاتحہ:۷)

''اور جن پر غضب کیا گیا ان پر ہرگز نہ چلا''

انسان دراصل روح ہے جس کے متعلق فرمایا گیا

يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

''وہ اس روح کو اپنے بندے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعہ نازل فرما دیتا ہے'' (سورۃ النحل:۲)

انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے وہ صفات الٰہی کا ایک عکس یا پرتو ہے حیات، قدرت ارادہ اختیار اور دوسری جتنی صفات انسان میں پائی جاتی ہیں جن کے مجموعہ کا نام روح ہے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک پرتو ہے جو کالبد خاکی پر ڈالا گیا ہے اور اس پرتو کی وجہ سے انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ اور ملائکہ سمیت تمام موجودات ارضی کا مسجود قرار پایا ہے اس وجہ سے نبوت و رسالت کے اعلیٰ ترین مقام پر متمکن ہوتا ہے۔

الھدیٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان امتیاز کیلئے قرآن کریم میں تین مقامات پر ایک ہی آیت نازل ہوئی ہے۔ سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۳ سورۃ فتح آیت نمبر ۲۸ سورۃ صف آیت نمبر ۹ میں فرمایا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

"وہی (اللہ تعالیٰ) ہے کہ جس نے بھیجا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو الھدیٰ (یعنی قرآن) اور دین حق کے ساتھ تا کہ غالب کر دے وہ (اللہ تعالیٰ) اسے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب دینوں پر"۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزیں دے کر بھیجا گیا ایک الھدیٰ دوسرا دین الحق۔ الہدیٰ کے وسیع تر لغوی معنی و مفہوم کو اگر نظائر قرآنی کی مدد سے تعین کی کوشش کی جائے تو وہ منفرد کتاب قرآن ہے اس لئے کہ وہ

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرۃ:۲)

یعنی ہدایت پرہیزگاروں کے لئے بھی ہے اور

هُدًى لِّلنَّاسِ (بقرۃ:۱۸۵)

یعنی ہدایت پوری نوع انسانی کے لئے بھی ہے یہ الفاظ بھی وارد ہوئے

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا

"لیکن بنا دیا ہم نے اسے روشنی ہدایت دیتے ہیں اس کے ذریعہ جسے چاہیں اپنے بندوں میں سے" (شوریٰ:۵۲) یہ بھی

فرمایا گیا

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل:۹)

"بلاشبہ یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سیدھی ہے"

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

(سورۃ جن:۱،۲)

"ہم نے ایک قرآن سنا بہت اچھا جو ہدایت دیتا ہے بھلائی کی طرف ہم ایمان لائے اس پر"

یہ تمام سامان کیوں کیا گیا اور مقصد کیا تھا کہ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ

(سورۃ حدید:۲۵)

"ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح تعلیمات اور روشن نشانیوں کے ساتھ اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور میزان"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح المیزان کو دین الحق کی حیثیت حاصل ہے اسی طرح الکتاب بھی اسی مقام پر وارد ہوئی یہاں آیۂ زیر بحث میں الھدیٰ کا لفظ آیا ہے گویا الھدیٰ سے مراد بعثت نبوی کے ضمن میں سوائے قرآن کے کچھ نہیں ہے' دین الحق یعنی سچا دین اللہ کا دین ہے سورہ حج میں فرمایا گیا

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (سورۃ حج:۶)

"یہ اس لئے کہ ایک اللہ ہی ہے حق"

سورۃ نور میں آیا ہے

وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ (سورۃ نور:۲۵)

"اور وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ ہی ہے کھلا حق" اگر غور سے ملاحظہ کیا جائے تو دین الحق دین اللہ ہے جس طرح قرآن میں تین بار دین الحق استعمال ہوا ہے اسی طرح دین اللہ کے الفاظ بھی تین بار وارد ہوئے ہیں مثلاً سورۃ آل عمران آیت ۸۳ سورۃ نور آیت ۳ سورۃ نصر آیت ۲ اگر لفظ دین پر توجہ دیں تو عربی میں اس کا اساسی مفہوم وہی

ہے جس میں لفظ اساس القرآن جو سورۃ فاتحہ کی تیسری آیت میں مستعمل ہوا ہے یعنی بدلہ یا پھر کسی قرض کا لوٹا دینا قرآن میں یہ لفظ بدلے اور جزاء وسزا کے معنی میں استعمال ہوا ہے فرمایا گیا

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ (الماعون:۱)

''تم نے دیکھا اسے جو جھٹلاتا ہے جزا وسزا کو''

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ (التین:۷)

''تو اس کے بعد کیا چیز آمادہ کرتی ہے تجھے جزا وسزا کے جھٹلانے پر''۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (الانفطار:۹)

''کوئی نہیں بلکہ تم جھٹلاتے ہو جزا وسزا کو''

سورۃ فاتحہ کے علاوہ قرآن میں بارہ مرتبہ یہ لفظ یوم کے ساتھ ذکر ہوا ہے یعنی ''یوم قیامت بدلے یا جزا وسزا کا دین'' دین حق سے مراد دین اللہ ہے یعنی وہ نظام زندگی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کلی کی بنیاد پر قائم ہو۔ قرآن کے بارے میں ارشاد ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹)

''یقیناً ہم نے اتارا یہ ذکر اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''

سورۃ طٰہٰ میں ہے

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى

(طٰہٰ:۲)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت میں پڑ جاؤ بلکہ صرف یاد دہانی کے طور پر ان کے لئے جو ڈرتے ہوں''

(سورۃ عبس:۱۱) میں ارشاد ہوتا ہے

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ

''نہیں یہ ایک یاد دہانی ہے''

یہ یاد دہانی کے ساتھ رجوع کرنے والوں کے لئے بھی ہے جیسا کہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔

تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (سورۃ ق:۸)

''سمجھانے اور یاد دلانے اس بندے کے لئے جو رجوع کرے''

مزید ارشاد ملاحظہ کیجئے

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ

(سورۃ ق:۳۷)

''اس میں یاد دہانی ہے اس کے لئے جس کے پاس ہو دل یا کان لگا کر سنے پوری توجہ کے ساتھ''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بھی یاد دہانی کرانا ہے باقی دل پھیرنا اللہ کا کام ہے سورۃ غاشیہ میں یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داروغہ تو نہیں ہیں؟

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ

(سورۃ غاشیہ:۲۱،۲۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد دہانی کرائے جاؤ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تو بس یاد دہانی کرانا ہی ہے ان پر داروغہ تو ہو نہیں؟'' حق پر پہلے ہی وضاحت ہو چکی ہے

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (سورۃ بنی اسرائیل:۱۰۵)

''اور اس قرآن کو ہم نے حق ہی کے ساتھ نازل کیا اور حق ہی کے ساتھ وہ نازل ہوا''

اب پھر قرآن کی اہمیت بیان کی جاتی ہے

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۸۸)

''کہہ دو کہ اگر مجتمع ہو جائیں تمام انسان اور جن اس پر کہ لے آئیں اس جیسا قرآن تو نہ لا پائیں گے اس کے مثل خواہ وہ

سب ایک دوسرے کے لئے مددگار اور حمائتی بن جائیں"

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ

(سورۃ البقرۃ:۲۳)

"اور اگر تم شک میں ہو اس کے بارے میں جو نازل فرمایا
ہے ہم نے اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم پر تو لے آؤ اس
جیسی ایک سورۃ"

دراصل قرآن اصولی طور پر الھدیٰ ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کا اعجاز فکری و عملی رہنمائی میں مضمر ہے اور یہ انسان کو اس وقت عطا کیا گیا جب فکر انسانی اپنی آخری بلندیوں کو چھو چکی تھی مقصد یہ کہ انسانی عقل فکری اعتبار سے جوان ہو چکی تھی انسان کا اجتماعی شعور بھی پختہ ہو چکا تھا اور انسان کی ہیئت اجتماعی بھی ارتقاء کے مراحل طے کر کے اپنے عروج کمال کو پہنچ چکی تھی۔ گویا حیات انسانی پر نظام اجتماعی کی گرفت پوری شدت کے ساتھ ہو چکی تھی اور انسان کو تمدن و اجتماعیت کے نازک ترین مسائل سے رابطہ پیش آ چکا تھا۔ لہٰذا باری تعالیٰ نے موزوں سمجھا کہ انسان کو ایک ایسا نظام عدل اجتماعی دیا جائے جو واقعۃً المیزان کے حکم پر مبنی ہو اور تمدن و اجتماعیت کے جملہ نازک پیچیدہ مسائل میں صراط مستقیم کو پوری طرح واضح کر دے تاکہ معاشرتی بے راہ روی باقی نہ رہے اور یہ نظام زندگی لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید:۲۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیل دین حق کے ذریعہ ابدالآباد تک پورا ہو جائے اور یہ اعلان ہوا کہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ مائدہ:۳)

"آج کے دن میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور
پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دین
اسلام"۔

یہ الفاظ دراصل تکمیل دین اور تکمیل نظام حیات کے لئے وارد ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت کی وضاحت کے لئے دین کا

لفظ کئی بار فرمایا ہے یعنی وہی ہے اللہ جس نے بھیجا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو الھدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو تمام دینوں پر (سورۃ توبہ، فتح، صف) انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اساسی منہاج کی وضاحت کے لئے چار اہم بنیادی اصطلاحات کو پورے چار بار دہرایا یعنی تلاوت آیات، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔ چنانچہ سورۃ بقرہ کے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا جو فرمائی ہے ان میں بھی یہی الفاظ ہیں" کہ انہیں تعلیم دے کتاب اور حکمت کی جو تزکیہ کرے ان کا" اور پھر اسی سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا ہے "بھیج دیا ہم نے تم میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو سناتا ہے تمہیں ہماری آیات اور تزکیہ کرتا ہے تمہارا اور تعلیم دیتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت کی" اسی طرح آل عمران میں فرمایا ہے" اٹھایا امیوں میں ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی میں کہ جو سناتا ہے انہیں اس کی آیات اور تزکیہ کرتا ہے ان کا۔ تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب اور حکمت کی" پھر سورۃ جمعہ میں فرمایا "وہی ہے جس نے اٹھایا امیوں میں ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی میں سے جو سناتا ہے انہیں اس کی آیات اور تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب اور حکمت کی" اور پھر اسی طرح یہی آیت سورۃ صف میں ہے جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے یعنی

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورۃ صف:۹)

گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت اظہار دین حق علی الدین کلہ ہے اور اس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار، آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب و حکمت، ان چار اصطلاحات پر توجہ مرکوز فرمائیے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اساسی عمل کا بیان ہوا ہے اس سے نمایاں حقیقت جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان سب کا مرکز و محور خود قرآن ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

اور یہ نسخہ کیمیا کیا ہے یہی بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اولین ہے لہٰذا جس نے قرآن کو سمجھا اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو سمجھا اس نے قرآن کو سمجھ لیا ہے اور جس بشر نے بھی ان دونوں کی ماہیت وحقیقت سمجھ لی ہے اس نے دین الھدیٰ کو سمجھ لیا ہے اور وہ اسلام کی حقانیت تک پہنچ چکا ہے اور وہی نجات پانے والا ہے۔

قرآن کہتا ہے

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (سورۃ یونس:۵۷)

''لوگو آ گئی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے
موعظت ونصیحت بھی اور جملہ امراض قلب کی شفا بھی''

یعنی تزکیہ نفس تالیف قلب اور تجلیٔ باطن۔ درحقیقت یہ ثمرہ ہے۔ تلاوت آیات قرآنی کا کیونکہ پھر قرآن کہتا ہے

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ
(سورۃ بنی اسرائیل:۳۹)

''یہ ہے وہ حکمت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمائی''

کارنبوت ورسالت کی تکمیل اور فرائض دعوت وتبلیغ کے جتنے پہلو قرآن میں بیان ہوئے ہیں ان سب کا منبع اور مرکز ومحور خود قرآن ہی قرار دیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا اثر یہ ہوا کہ قرآن حکیم جاں نثاران رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن میں ہی سرایت کر گیا اور ان کی حالت بدل گئی حالت کیا بدلی اذہان بدل گئے دل بدل گئے اور اس بقعہ نور سے ساری دنیا منور ہوگئی اور اس معاشرتی انقلاب سے ان کی سوچ بدل گئی فکر بدلا عقائد بدلے اقدار حیات بدلیں عزائم بدل گئے مقاصد تبدیل ہوئے۔ آرزوؤں نے انگڑائیاں لیں تمنائیں شعلہ فشاں بن گئیں امنگوں کو نکھار آیا تہذیب وتمدن میں ضیاء باری ہوئی شب وروز میں انقلاب برپا ہوگیا اور ان کی جہتیں بدل گئیں دن بدلے راتیں بدلیں قسمت بدلی حتیٰ کہ زمین وآسمان بدلے اور مستی کردار میں ایسا تغیر ہوا کہ جن کو ہر چیز عزیز تھی جان عزیز تھی وہ شہادت کی

تمنا لئے کفن سر پر باندھے غزوات میں بے خطر کود گئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود میں کود پڑے تھے اور اس وقت وہ تپش گلزار بن گئی تھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے بھی گلزار کے مناظر ملاحظہ کئے یہ سب کچھ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت تھی تربیت ہمیشہ سینہ بہ سینہ اور بیعت در بیعت چلتی ہے تربیت کا محور ومرکز صرف وہی ذات ہے کہ جس کی پیروی مقصود ہے۔

تربیت اکتساب ہوتی ہے تربیت تحریر اور صفحۂ قرطاس پر نہیں لائی جا سکتی۔ تربیت موءِ قلم سے ماورا ہے۔ قرآن میں بار بار عمل کی تاکید کی گئی ہے وہ عمل کیا ہے یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ہی تو ہے اس عمل کو قرآن سے تشبیہ دی گئی اور اس عمل کو قول رسول کریم فرمایا گیا ہے اس عمل کو اطیع اللّٰہ و اطیع الرسول کہا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما بعثت معلماً ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلابی اور مثبت عمل صرف تزکیۂ نفس اور تعلیم کتاب وحکمت ہے۔ کتاب الٰہی اور اس کے معلم کی ذات اقدس کی عظمت بیان تو کجا تخیل ادراک کی گرفت میں بھی نہیں آ سکتی اور معلم پر یہ فرض ہے کہ وہ

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ
(سورۃ انعام:۱۹)

''اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے
ذریعہ سے ڈراؤں اور وہ بھی جن کو یہ پہنچے''

جہاں تک دین کے فہم وادراک اور قرآن کے علم وفہم کا تعلق ہے اس کے متعلق خود قرآن کا فرمانا ہے

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (البقرہ:۲۶۹)

''دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں جس کو دین کا
فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ
قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں''

اس آیت سے یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ حکمت کی تحصیل ہر انسان کے بس میں نہیں ہے بلکہ تعلیم و تربیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض وہ درجہ تخصص ہے جس میں وہی لوگ فیضیاب ہو سکتے ہیں کہ جن کے نفوس میں علم کی ایک فطری طور پر پیاس ہوتی ہے چنانچہ ان کے لئے ظواہر پر اکتفا ناممکن ہوتا ہے اور وہ حقائق باطنی کی تحقیق و تفتیش پر اسی طرح مجبور و مضطر ہوتے ہیں جس طرح کہ ایک بھوکا پیاسا مجبور ہوتا ہے اور ایسے حضرات کائنات میں بہت ہی کم میسر ہیں اس لئے قرآن کہتا ہے کہ علم و حکمت ایسا خزانہ ہے کہ جسے ہم نے ودیعت فرمایا ہے اس کے لئے ایک نعمت کثیر ہے۔

قرآن کہتا ہے

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ۝

(سورۃ الحج:۱۶)

''اور اس طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے جس کی باتیں کھلی ہوئی ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

(سورۃ الحجر:۹)

''بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں''۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝

(سورۃ انعام:۴۶)

''دیکھو ہم کس طرح اپنی آیات بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ لوگ روگردانی کئے جاتے ہیں''

قرآن کی اہمیت و فوقیت کے پیش نظر سورۃ القدر میں قرآن کے نزول سے متعلق ارشاد ہوتا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ

الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

(سورۃ القدر ۱ تا ۵)

''بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے اس رات فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کیلئے اترتے ہیں سراپا سلام ہے وہ شب فجر تک رہتی ہے''

مقصد یہ کہ یہ رات اس قدر افضل و برتر ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اس رات فرشتے اور روح القدس یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کا حکم لے کر آسمان سے اترتے ہیں اور پھر یہ شام سے صبح تک تمام رات خیر و سلامتی ہے اور سراسر سلامتی ہے یعنی یہ شر و فتنہ سے پاک ہوتی ہے۔ اسی طرح سورۃ بقرۃ میں فرمایا گیا ہے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

(سورۃ البقرۃ:۱۸۵)

''رمضان کے مہینہ میں قرآن نازل کیا گیا ہے''

سورۃ دخان میں فرمایا گیا

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (سورۃ دخان:۳)

''ہم نے اسے ایک برکت والی رات نازل کیا ہے''

اور یہ رات ہے کیسی سورۃ دخان میں ارشاد ہوتا ہے

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ (سورۃ دخان:۳)

''اس رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے''

قرآن کے متعلق سورۃ البینہ میں فرمایا گیا

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝

(سورۃ البینہ:۲،۳)

''اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا
جن میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں''

اور سورۃ الطارق میں ارشاد ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۗ (سورۃ طارق: ۱۴،۱۳)

''یہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے کوئی مذاق نہیں ہے''

یہ قرآن جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے بڑی عظمت والا ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۧ

(سورۃ بروج: ۲۲،۲۱)

''یہ قرآن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے بڑی
عظمت والا ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے''۔

سورۃ التکویر میں ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۭ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ (سورۃ تکویر: ۱۹ تا ۲۳)

''یہ قرآن فی الواقع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے
جو بڑی طاقت رکھتا ہے۔ عرش والے کے یہاں بلند مرتبہ
ہے وہاں کا سردار امین یعنی وہ با اعتماد ہے اور تمہارا رفیق
مجنون نہیں ہے اس نے اس پیغامبر کو روشن افق پر دیکھا
ہے''

پھر اسی سورۃ میں فرمایا

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ (سورۃ تکویر: ۲۵)

''اور کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے''۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ (سورۃ تکویر: ۲۷)

''یہ تو سارے جہان کے لئے ایک نصیحت ہے''

اس سے قبل اس سورۃ میں اس قول کی خاطر قسمیں کھائی گئی ہیں تاروں کی اور رات کی۔ پھر اسی سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجنون نہ ہونے کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔

سورۃ فاتحہ میں انسان کو بارگاہ رب العزت میں ہدایت حاصل کرنے کی دعا کرنے کا کہا گیا ہے۔ اور الٓمٓ سے وَالنَّاس تک سارا قرآن اس دعا کا جواب دیا گیا ہے لیکن یہ ہدایت ہے کیا؟ دراصل ازروئے قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا دوسرا نام ہے قرآن کی عملی شکل ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کے بغیر قرآن نہ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی قرآن کا یہ مقصد حیات ہے۔ اہل مکہ کو قرآن کی نسبت جو عداوت تھی وہ قرآن سے نہ تھی بلکہ صاحب قرآن سے تھی۔ انہوں نے جس قدر آیات قرآنی پر حملے کئے اعتراضات کئے وہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صفات پر تھے وہ صاف صاف کہتے ''یہ قرآن تو نری ایک گھڑت ہے جس کو اس شخص نے خود گھڑ لیا ہے اور اس کی پشت پر ایک جماعت ہے'' (الفرقان) یہ تو نرا جادو ہے۔ یہ مجنون ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کو بغور سنتے اور پھر اس میں حجتیں نکالتے اور ان پر بار گراں گزرتا کہ اس شخص کی زبان پر کیوں بیان ہو رہا ہے حالانکہ اس کے حقدار تو ہم ہیں ہمارے پاس دولت ہے عزت ہے شہرت ہے اور عرب میں ہم ہی اس کے اہل تھے۔ یہودی یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں اور یہ چار ہزار سال سے خاندان نبوت چلا آ رہا ہے لہٰذا ہم ہی مبعوث ہوں یہ تو صرف من گھڑت بات بنائی گئی ہے۔ سورۃ النبا میں کہا گیا ہے ''اور یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو بجز ایک گھڑے ہوئے بہتان کے کچھ نہیں ہے یا پھر جادو ہے'' قریش مکہ کہتے یہ ''تو نرا جادو ہے جو قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے اور یہ نرا ایک بشر کا کلام ہے'' (المدثر: ۱) اور کہتے کہ یہ صرف تاریخی واقعات ہیں قصے ہیں کوئی نئی بات نہیں ہے جو حیرت ناک ہو یا پھر عجوبہ واقعات ہوں یہ قصے تو ہم اپنے بڑوں سے سنتے آئے ہیں سورۃ الفرقان میں ہے ''یہ لوگ کہتے ہیں یہ تو اگلوں کے بے سند قصے ہیں جو اس شخص نے کسی سے لکھوائے ہیں اور یہی شخص ان کو پڑھ کر سناتا ہے'' سورۃ نحل میں فرمایا گیا

''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بشر نے انہیں لکھا ہے'' قرآنی آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قریش مکہ کو صرف ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعناد تھا شخصیت کا مسئلہ تھا اور ان کے مشن کے خلاف تھے انہوں نے جو بات بھی کی وہ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کی اور یہ بھی کہتے کہ فلاں شخص نے اسے گڑھ لیا ہے جس کی نسبت کہتے کہ اس نے لکھا ہے ان کے متعلق قرآن کہتا ہے ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھا جاتا ہے جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے'' (سورۃ نحل) سورۃ انعام میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (سورۃ انعام:۷)

''اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کوئی کتاب کاغذ پر لکھی ہوئی نازل کرتے اور لوگ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھوتے تو کفار یہ کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے''

''یہ قرآن عظیم ہے جس نے اپنے بندہ پر نازل فرمایا جس میں کوئی کجی ہی نہیں'' (الکھف)

قرآن کے نہ ماننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے فرمان باری تعالیٰ ہے

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ:۱۸)

''ہم نے ان کی آنکھوں زبان اور کانوں پر مہریں لگا دی ہیں''

اور قرآن سے وہی باز رکھا جاتا ہے جس کی قسمت میں اندھا ہونا ہے۔ (الذاریٰت) یہ قرآن صرف سمجھدار لوگوں کے لئے اترا ہے ''اس قرآن کو جو عربی میں ہے سمجھدار لوگوں کے لئے ہے'' (حٰمٓ السجدہ) ''یہ کتاب بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے ہے'' (سجدہ) ان لوگوں کو اپنے پروردگار سے بھی نفرت ہے سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن میں صرف اپنے پروردگار کا ذکر کرتے ہیں تو یہ

لوگ پشت پھیر کر چلے جاتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں''۔ رب تعالیٰ قرآن کی عظمت اور بڑائی بیان کرتے ہیں

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ (سورۃ التکویر:۲۵)

''یہ کسی شیطان رجیم کا قول نہیں ہے''

یہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے۔ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (الحاقۃ) قریش مکہ کا عالم یہ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تو وہ غل غپاڑہ مچا دیتے اور کہتے کہ یہ قرآن سنو ہی نہیں سورۃ حٰمٓ السجدۃ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ (سورۃ حٰمٓ السجدہ:۲۶)

''اور یہ کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور اگر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سنانے لگیں تو غل مچا دیا کرو تا کہ تم غالب ہو جاؤ''

قرآن کہتا ہے

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

(سورۃ زخرف:۳)

''ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں بنایا ہے تا کہ اہل عرب سمجھیں''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا ''اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہی کی طرف نہ لوٹو گے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے'' خطبہ حجۃ الوداع کی ترجمانی کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں

''اے مسلمان تو قرآن کی حکمت کا امانت دار ہے جس وحدت کو کھو بیٹھا ہے اسے پھر حاصل کرنے کی کوشش کر اول قرآن کی حکمت کا درس یہی ہے دوسرا یہ کہ جب تک تمام مسلمان متحد نہ ہوں گے اس امانت کا حق ادا نہیں ہو سکتا جو حکمت قرآن کی شکل میں ان کے سپرد ہوئی ہے۔'' قرآن کے آسان اور فہم و ادراک میں سما جانے کے بارے میں سورۃ مریم میں فرمایا گیا:

فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ (سورۃ مریم: ۹۷)

''اس کلام کو ہم نے آسان کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں اسی لئے نازل کیا ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متقیوں پرہیزگاروں کو خوشخبری سنادیں اور جھگڑا کرنے والے لوگوں کو ڈرائیں''

کسی شاعر، کاہن، جادوگر کا کلام نہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام وحدانیت کے بعد جب حج کا زمانہ آیا تو قریش مکہ نے اجتماع قائم کیا تا کہ جب حج کیلئے قافلے آئیں تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدظن کیا جائے اس اجتماع میں ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اگر لوگوں نے مختلف باتیں کہیں تو ہم سب کا اعتبار جاتا رہے گا اس لئے کوئی ایک بات طے کر لینی چاہئے تا کہ سب مل کر ایک بات کا پروپیگنڈہ کریں بعض کہنے لگے کہ ہم کہیں گے کہ یہ شخص کاہن ہے ولید نے کہا یہ غلط ہے کیونکہ کاہن ایسا کلام پیش نہیں کر سکتے کچھ نے کہا مجنون کہا جائے تو ولید نے کہا کہ مجنون بھی نہیں ہے ہم نے دیوانوں کو دیکھا ہے تو بعض لوگ بول اُٹھے تو پھر شاعر کہیں؟ ولید نے کہا کہ شاعری تو ہم جانتے ہیں شعر کی اقسام سے بھی واقف ہیں اصنافِ سخن پر ہمیں عبور ہے لوگ بولے تو پھر ساحر کہا جائے؟ ولید نے سوچ کر کہا کہ ہاں لوگوں سے کہو کہ یہ جادوگر ہے اس رائے نے سب کو قائل کر دیا اور اس طریقہ سے حج کے موقعہ پر قریش مکہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری قوم سے شناسا کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت برپا ہوگئی جو بھی سنتا تو وہ یقینی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا تا کہ وہ کلام سماعت کریں جو لوگوں کو برہم کر رہا ہے جو بھائیوں کو بھائیوں سے جدا کر رہا ہے بیویوں بچوں اور سارے خاندان سے جدا کر دیتا ہے وہ لوگ جب قرآن کو سنتے تو حیران وششدر رہ جاتے اور کہتے کہ ایسا کلام تو کبھی نہیں سنا گیا مفسرین قرآن کے خیال میں سورۃ مدثر میں یہ آیت ولید بن مغیرہ کی

طرف اشارہ کرتی ہے:

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝

(سورۃ مدثر: ۱۱ تا ۲۷)

''چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا بہت سا مال اس کو دیا اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے دیئے اور اس کیلئے ریاست کی راہ ہموار کی پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے میں تو اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھاؤں گا اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی تو اللہ کی مار اس پر کیسی بات بنانے کی کوشش کی ہاں اللہ کی مار اس پر کیسی بات بنانے کی کوشش کی پھر لوگوں کی طرف دیکھا پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا آخر کار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے یہ تو ایک آدمی کا کلام ہے عنقریب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا اور تم کیا جانو کہ کیا ہے دوزخ؟''

ایک دفعہ نضر بن حارث نے قریش مکہ کو جمع کیا اور کہا کہ تم جس طریقہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر رہے ہو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تم ان کو ساحر کاہن اور مجنون کہتے ہو اس پر کون یقین کرے گا؟ جب کہ اس سے پہلے چالیس سال تک تم اس

کو صادق امین کہتے آ رہے ہو اس نے کہا کہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کرتا ہوں وہ عراق چلا گیا وہاں سے شاہانِ عجم کے قصے اور رستم و اسفند یار کی داستانیں لے کر آیا اور داستان گوئی کی محفلیں شروع کر دیں تا کہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹ جائے اس مقصد کیلئے کچھ گانے والی لونڈیاں بھی خرید کیں سورۃ لقمان کی آیت ۷، ۸ کی طرف اشارہ بھی ہے کہ ''کہ کھیل کود کی باتوں کی طرف لوگ دوڑتے ہیں'' جہاں تک انسان کی بے راہ روی کا دارومدار قرآن کے نزدیک ہے انسان کو شیطان شبہ میں ڈالتا ہے۔ سورۃ حج میں فرمایا گیا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ

(سورۃ حج: ۵۲)

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی رسول کوئی نبی نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو جو کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے کچھ پڑھا شیطان نے اس کے پڑھنے سے شبہ ڈالا''۔

لیکن اس کے بعد یہ بھی نظامِ قدرت ہے کہ نبی رسول کو شیطان بہکا نہیں سکتا اور نہ ہی وہ شبہ کا شکار ہو سکتا ہے بلکہ قوم شبہ کا شکار ہوگئی اور اس نے طرح طرح کی تاویلیں تلاش کرنا شروع کر دیں۔

سب سے زیادہ پروپیگنڈہ ابولہب کرتا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون، شاعر، جادوگر برملا کہتا تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا بھی تھا باری تعالیٰ سورۃ نٓ والقلم میں فرماتے ہیں:

''عنقریب تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون جنون میں مبتلا ہے تمہارا رب ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہی ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو راہ راست پر ہیں لہٰذا تم اُن جھٹلانے

والوں کے دباؤ میں ہرگز نہ آؤ یہ تو چاہتے ہیں کہ کچھ تم نرمی
کرو تو یہ بھی نرمی کریں ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت
قسمیں کھانے والا ہے بے وقعت آدمی ہے طعنے دیتا ہے
چغلیاں کھاتا پھرتا ہے بھلائی سے روکتا ہے ظلم و زیادتی میں
حد سے گزر جانے والا ہے سخت بداعمال ہے جفا کار ہے اور
ان سب عیوب کے ساتھ بداصل بھی ہے اس بناء پر کہ وہ
بہت مال و اولاد رکھتا ہے جب ہماری آیات اس کو سنائی جاتی
ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کے قصے ہیں عنقریب ہم اس
کی سونڈ (ناک) پر داغ لگائیں گے"۔ (سورۃ القلم: ۵ تا ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے پورا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے اس طرح اس کا پروپیگنڈہ کچھ کام نہ آیا اور آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف جہنم واصل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا اکناف عالم میں ہو گیا اور قیامت تک رہے گا۔ بارگاہِ رب العزت سے فرمایا گیا کہ کچھ بھی یہ کہیں کچھ پروانہ کرو:

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۞

(سورۃ النحل: ۸۲)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو بس کھلم کھلا تبلیغ ہی ہے"

پھر یہ کلام ہی ایسا تھا کہ لوگ حیران و ششدر ہو جاتے اور وہ کہتے:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ إِنْ هٰذَآ إِلَّا اخْتِلَاقٌ ۞

(سورۃ ص: ۷)

"ہم نے تو یہ کبھی پچھلے مذہبوں میں سنا نہیں ہے یہ تو گھڑی
ہوئی چیز ہے"۔

سورۃ فرقان میں فرمایا گیا ہے:

إِنْ هٰذَآ إِلَّآ إِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَأَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ

(سورۃ فرقان: ۴)

"یہ قرآن تو نری ایک من گھڑت ہی ہے جس کو اس شخص نے
گھڑ لیا ہے اور ایک جماعت نے اس کی مدد کی ہے"۔

قرآن پاک میں پھر ارشاد ہوا:

"اور یہ کہتے ہیں یہ قرآن تو بجز ایک گھڑے ہوئے بہتان
کے کچھ نہیں"۔

اس پر باری تعالیٰ کو غصہ آ گیا اور فرمایا:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ
وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۞

(سورۃ النحل: ۱۰۵)

"جھوٹ وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے
وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں" (جھوٹی باتیں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نہیں گھڑتا)

سورۃ الطور میں فرمایا:

قُلْ تَرَبَّصُوْا فَإِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۚ أَمْ تَأْمُرُهُمْ
أَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ أَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ
لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۚ

(سورۃ الطور: ۳۱ تا ۳۳)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے تم منتظر رہو اور میں بھی
تمہارے ساتھ منتظر ہوں کیا ان کی عقلیں ان باتوں کی تعلیم
دیتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں ہاں کیا یہ کہتے ہیں کہ
انہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے
یہ ایمان نہیں لاتے"۔

کفار مکہ کا متفقہ فیصلہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر قرار دیا جس پر رب کائنات کو غصہ آ جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (سورۃ الانبیا:۳)

''یہ ظالم لوگ چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ:''

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۝

(سورۃ الانبیاء:۳)

''یہ محض تم جیسے آدمی ہیں پھر بھی جادو کی بات سننے جاؤ گے حالانکہ تم جانتے ہو''

سورۃ یونس میں اس طرح ذکر ہے:

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ۝

(سورۃ یونس:۲)

''کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے''

سورۃ الفرقان میں ارشادِ گرامی یوں ہوتا ہے:

قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۝

(سورۃ الفرقان:۸)

''یہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم تو بس ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو''۔

سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا:

''جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں اور یہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ بس ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو''

اسی طرح سورۃ مدثر میں یوں ذکر ہے:

''یہ تو نرا ایک جادوگر ہے جو قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے یہ نرا ایک بشر کا کلام ہے''۔

سورۃ فرقان میں قرآن کے بارے میں آتا ہے:

''یہ لوگ کہتے ہیں یہ تو اگلوں کے بے سند قصے ہیں جو اس شخص نے لکھوالیا ہے اور صبح و شام پڑھ کر سناتا ہے''۔

انسان اپنے ظلم وجہل کی بناء پر رسولوں کے وجود کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی جبلت کی بناء پر سب کچھ کر گزرتا رہا ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۝

(سورۃ احزاب:۷۲)

''کہ انسان ظالم بھی ہے اور جاہل بھی ہے''

سورۃ ص آیت ۵ میں ذکر ہے:

هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۝

(سورۃ ص:۵)

''یہ شخص ساحر ہے کذاب ہے کیا اس نے تمام خداؤں کو بس ایک خدا بنا دیا ہے یہ بات تو بہت ہی عجیب ہے''۔

اب آپ قرآن کی وہ آیات ملاحظہ کریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کفار مکہ کے الزام مجنون پر نازل کی گئی ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ

(سورۃ سباء:۴۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے کہ تم اللہ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے (ان) ساتھی کو کہیں جنون تو نہیں ہے''۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ

(سورۃ اعراف:۱۸۴)

''یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے ان کے ساتھی کو کوئی شائبہ جنون کا ہے نہیں''۔

سورۃ المومنین میں یوں گوہر بار ہیں:

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ

(سورۃ المومنون:۷۰)

''کیا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں؟''

مگر یہ سب کچھ غلط ہی تو کہتے ہیں:

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ

(سورۃ التکویر:۲۲)

''اور یہ تمہارے رفیق مجنون نہیں ہیں''۔

سورۃ الدخان میں باری تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ

(سورۃ الدخان:۱۳،۱۴)

''بیشک ان کے پاس ایک کھلا ہوا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آ چکا ہے پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ سکھایا ہوا مجنون ہے''

لیکن وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ حق بات سے نفرت کرتے ہیں اس وجہ سے مجنون کہنا شروع کر دیا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ
وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ

(سورۃ المومنون:۷۰)

''یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جنون کے قائل ہیں ان میں تو کوئی وجہ معقول نہیں بلکہ ان کی تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس حق بات لے

کر آئے ہیں اور ان میں اکثر حق بات سے نفرت کرتے ہیں''۔

سورۃ سباء آیت ۸ میں ہے:

أَم بِهِ جِنَّةٌ (سورۃ سباء:۸)

''یا انہیں کچھ جنون ہے''

ن والقلم میں ذکر ہے:

وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ

(ن والقلم:۵۱)

''اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور مجنون ہے''

پھر اس سورۃ میں ارشاد ہے:

بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ (ن والقلم:۶)

''دیکھ لیں گے کہ کون ہے مفتون''

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ

(سورۃ ن والقلم:۵۱)

''جب سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تحقیق یہ مجنون ہے''

پھر فرمایا کہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجنون نہ ہونے پر قسم کھاتا ہوں۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ

(سورۃ ن والقلم:۱)

''قسم ہے قلم کی ان کے لکھنے کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں''

سورۃ الحجر آیت ۶ میں پھر فرمایا:

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ

(سورۃ الحجر:۶)

''اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل

کیا گیا تم تو مجنون ہو"

سورۃ نٓ والقلم میں فرمایا:

"آپ اپنے پروردگار کے فضل سے مجنون نہیں ہیں"۔

سورۃ الطور میں یوں ذکر ہے

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کے فضل سے نہ کاہن ہیں نہ مجنون"

یہ قرآن تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کفار کے مطابق کسی شاعر یا کسی کاہن کا قول نہیں ہے۔

سورۃ الحاقۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ
قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝

(سورۃ الحاقۃ: ۴۰)

"تحقیق یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہیں تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو"

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ (الحاقۃ: ۴۲)

"اور یہ قول نہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت ہی کم غور کرتے ہو"

اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین سے فرمایا کہ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ "تم بہت ہی کم سمجھتے ہو" اگر سمجھ ہوتی تو اس قسم کے الزامات ہرگز نہ لگاتے کیونکہ

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ (الشعراء: ۲۲۴)

"اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں" کیا تم شعرا کو نہیں جانتے؟

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝

(سورۃ الشعراء: ۲۲۵، ۲۲۶)

"کیا تم کو معلوم نہیں کہ شاعر لوگ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں اور زبان سے جو بات کہتے ہیں وہ کرتے نہیں"

اس قسم کا الزام لگانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان شایان نہیں ہے۔ سورۃ یٰسین میں فرمایا گیا:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ
وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۝

(سورۃ یٰسین: ۶۹)

"اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ آپ کیلئے شایان بھی نہیں یہ تو محض واضح نصیحت کی کتاب ہے روشن"۔

سورۃ الطور میں ارشاد ہوتا ہے:

"کہ آپ نہ شاعر ہیں نہ کاہن ان ناسمجھ لوگوں کو سمجھاتے رہئے اگر یہ نہ سمجھیں گے تو پھر ان کی موت کا انتظار کریں گے"۔

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝
أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝

(سورۃ الطور: ۲۹، ۳۰)

"تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں ہاں کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم ان کے بارے میں موت کا انتظار کر رہے ہیں"۔

سورۃ الصّٰفّٰت میں فرمایا گیا ہے:

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝

(سورۃ الصافات: ۳۶)

"اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر اور مجنون کی وجہ سے چھوڑ دیں؟"

سورۃ الانبیاء میں رب تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ

(سورۃ الانبیاء:۵)

''یوں کہتے ہیں کہ یہ تو خیالات پریشان ہیں بلکہ انہوں نے
اسے تراش لیا ہے یہ ایک شاعر کا کلام ہے''

اور چشمِ فلک نے دیکھا کہ جب یہی لوگ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی بن گئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے رکھا تھا جہاں تک اسم مبارک کی معنوی حیثیت ہے وہ ارفع و اعلیٰ ہے یعنی وہ ذاتِ اقدس جس کی تعریف کی گئی ہو کائنات اُس کی رَطب اللسان ہو لفظ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' عربی زبان میں تحمید سے مشتق ہے اور اس کے معنی خواص میں سے ہیں کہ کسی کام کا وجود میں آنا اس طرح تسلیم کیا جائے کہ گویا کسی مخفی یا ظاہر طاقت نے اس کو وجود میں آنے کے لئے مجبور کیا ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی جس کی تعریف کی گئی ہو اس معنی سے اس قوتِ جاذبہ اور کششِ اصل کی طرف اشارہ ہے۔ عام طور پر اسم کی صرف اس قدر ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ چند چیزوں میں باہم امتیاز قائم رہے لیکن حقیقی غرض و غایت یہ نہیں کہ اسم کو اپنے مُسمّی کی صفاتِ خواص اور حالات کا آئینہ دار ہونا چاہیئے۔ ہمارے معاشرے میں جو بھی نام رکھے جاتے ہیں اُن میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ واقعی یہ فرد بشر اسم بامُسمّی ہو۔

تاریخی اعتبار سے سرزمین عرب میں اس نام کا ثبوت نہیں ملتا کسی نے بھی روز اول سے یہ نام استعمال نہیں کیا۔ شاید یہ اتفاقی طور پر حضرت عبدالمطلب کے ذہن میں آنا منشائے ایزدی ہو لیکن جب نام کا عمل کامل دُنیا کو اپنے وجود گرامی سے مشرف کر چکا تو پھر اسم بھی فطری اعتبار سے نام رکھنے والے کے ذہن میں وارد ہوا کہ واقعی یہ مستحسن اقدام ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی دراصل مجموعہ خوبی کے ہیں بلاشبہ ترجمہ کی صحت میں شبہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کی جامعیت کے فضائل و کمالات کے سامنے ترجمہ پھر

بھی ہیچ ہے اور اس کی تکمیل کے لئے باری تعالیٰ نے قرآن میں بے بہا صفات عالیہ بیان کر دی ہیں اور لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت اس قدر واضح اور مؤثر ہو گئی ہیں کہ جس کی تشریح ناممکن ہے اور یہ اسم با مسمّیٰ نہ کائنات میں پہلے تھا نہ اب کہیں ہے اول و آخر اس کا غلبہ ہے تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے آفرینش سے محمد کسی فرد کا نام نہ تھا نہ انبیاء مرسلین نہ اصفیاء اور نہ ہی کسی نے کبھی یہ نام رکھا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا تو قریش مکہ نے حیرت و استعجاب سے پوچھا کہ آپ نے یہ نام کیوں تجویز کیا ہے جبکہ آپ کے قبیلہ آباؤ اجداد اور آپ کی پوری قوم میں نہیں ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ آسمانوں میں اللہ اور زمین پر اللہ کی مخلوق اس نومولود کی حمد و ثناء کرے گی کیونکہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعریف کیا گیا ہے کسی فرد بشر کے ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ تعریف کیا گیا مجموعۂ صفات ایک روز نبوت کے تخت پر براجمان ہوگا۔

محمد کے معنی ہیں قابلِ تعریف ذات جس کے محاسن اور کمالات کو محبت و عظمت کے ساتھ بیان کیا جائے اور جس میں اوصافِ حمیدہ بدرجہ کمال پائے جاتے ہوں اس مبارک نام کی لفظی و صوری خوبی و عظمت کمال و اکمل ہے جتنی تعریف پوری نوع انسانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہے اور کی جاتی رہے گی اتنی کسی اور فرد بشر کی نہیں کی گئی اور نہ ہی کی جائے گی۔ اس کارخانۂ قدرت کی وسعت لامحدود ہے اس کے کرشمے نا قابل شمار ہیں لیکن ہم اپنی عقل کے مطابق یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ قدرت نے تخلیق انواع کے لئے ایک معیار مقرر کیا ہے ہر نوع کا ایک درجہ کمال ہے کہ جس کے آگے اس کا قدم نہیں بڑھتا اور اس کے شواہد حیوانات، نباتات، جمادات تک میں مل سکتے ہیں اس کائنات میں قدرت کی عطا کردہ صورتیں ایک ہیں اوصاف مختلف ہیں لیکن ان اوصاف کی ایک انتہا ہے جسے جنس اعلیٰ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ہر نوع میں جنس اعلیٰ کو جس پر اوصاف کی جامعیت ختم ہوتی ہے جسے ہم مقصود فطرت اور نقطۂ تخلیق کہہ سکتے ہیں اس نقطۂ تخلیق کی اصطلاح کو پوری تشریح کے ساتھ ذہن میں رکھنا چاہیئے عام طور پر اشخاص کے نام اور اوصاف آپس میں باہم کوئی نسبت نہیں رکھتے شاذ و نادر اتفاقی حیثیت سے

تناسب بھی مل جاتا ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی کا نام رکھا گیا ہو جو اس کی تمام زندگی کا محور یا آئینہ دار ہو اور حیات کی تفصیل ہو لہٰذا ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی اس مطابقت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نام کے رکھنے میں حضرت عبدالمطلب کو غیبی تحریک نے مجبور کیا ہے۔

غور کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قابلِ تعریف تھی اس خلاصۂ حیات کا ترجمہ ہے "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اسم مبارک نام کا خصوصی امر یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور کمال خُلقِ عظیم پر بھی متمکن ہیں۔ دوسرے انبیاء مرسلین کا کمال علمی و عملی کی ایک خاص صفت میں مخصوص تھا یعنی کلیم اللہ، خلیل اللہ، ذبیح اللہ، روح اللہ کسی میں کائنات کی صفات یکجا نہیں ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات و تعلیمات بالکل واضح ہے کہ لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی مجموعہ خوبی ہیں اور اس کے بعد کوئی لفظ نہیں ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت و بشریت میں ارفع و اعلیٰ مقام ہو سکتا تھا تفویض فرمایا ہے یہ کمال کی انتہا ہے معارف کا اختتام ہے جس کے بعد نہ کوئی تعریف کیا گیا آئے گا اور نہ ہی آیا تھا نہ ہی کسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صفات و کمال کا وجود ممکن ہے۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ معنی بھی معلوم ہوتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا جزو جزو قابل تعریف ہے اصلاح نفس تدبیر منزل تدبیر مُدن کی کون سی شاخ ہے کہ جس کا عملی نمونہ ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش نہیں کیا؟ یہ کہنا بجا ہوگا کہ قدرت لایزل کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ عالم انسانیت کے سامنے ایک بے مثال ایسا نمونہ پیش کیا جائے جو ان تمام صفات کا مجموعہ اور فضائل کا آئینہ ہو جس کی زندگی سامنے رکھنے سے موسویانہ مَستی مسیحانہ اخلاق اور ابراہیمی محبت بیک وقت نظر کے سامنے آ جائے اور پھر ان تمام اوصاف حمیدہ میں وہ اپنے متقدمین سے بالاتر ہو وہ ہستی جامع کامل ذات پاک صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قرآن میں کئی مقامات پر لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران ۱۴۴ میں فرمایا گیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

''اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔''

سورۃ احزاب ۴۰ میں آیا ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

''نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ تمہارے مردوں میں سے کسی کے
لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں ذکر ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

(سورۃ محمد:۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ایمان لائے اس پر جو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اور وہی حق پر بھی ہیں ان کے
رب کی طرف سے''

سورۃ فتح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر محمد کے نام سے کیا گیا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(سورۃ الفتح:۲۹)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو
ان کے ساتھ ہیں نہایت سخت ہیں کفار پر اور بہت مہربان ہیں
آپس میں۔''

اسلام کی تمام تر معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی اپنے معنوی لحاظ سے مختلف خوبیوں کا مرقع اور بے بہا خصائل کا خلاصہ ہے ایک طرف تو اپنے مسمی کے کام اور انجام کی پیش گوئی ہے تو دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے کارناموں کی تاریخ و تعلیم کا لُب لباب ہے پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنے خاص بندے کا ایسا مبارک نام رکھا اور جسے معبود حقیقی نے ایسی فضیلتوں سے آراستہ و پیراستہ فرمایا کہ دنیا آج تک متحیر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ میں انفرادیت بھی نام کی مرہونِ منت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام طریقوں اصولوں سے منفرد خصوصیات و اوصاف کے حامل تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ درشت خو نہ ہی سخت گیر نہ بدگو بلکہ معاف کرنے والے بخشش کرنے والے اعمال کو درست کرنے والے فلاح و نجات کی تعلیم دینے والے اور رحمتوں کی بارش فرمانے والے اُمت کو اپنے اسم گرامی کی فضیلتوں اُمتوں کا فیض بخشنے والے گمناموں کو رفعت عطا کرنے والے مجہولوں کو نامور کرنے والے قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا بخشنے والے اخلاص و محبت کا درس دینے والے محبت و آشتی پھیلانے والے اخوت و مروت کی تعلیم سے سرفراز فرمانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خوبی سے آراستہ و پیراستہ اخلاق فاضلہ سے متصف لباس سکینہ قول نگینہ منفرد شعار تقویٰ ضمیر کلام حکمت عدل سیرت سراپا راستی رہبر و رہنما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے کون کون سے گوشے کو واشگاف کیا جائے کون سے نکتہ پر بحث کی جائے سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف غیر اقوام و ملل نے بھی کی ہے مستشرقین یورپ میں جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ کیا ہے وہ باوجود ہزار سعی تنقیص اعتراف کمال پر مجبور ہوئے ہیں انہوں نے صاحب تعریف کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے سر ولیم میور اور مارگولیث جیسے سخت گیروں نے بھی کھلے لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم انتہائی سچائی اور حقیقی صداقت پر مبنی تھی۔ عہدِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایسے واقعات و شواہدات رونما ہوئے کہ منکرین توجۂ نظر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تاب نہ لا سکے۔ عبداللہ بن سلام نام ور یہودی تھا کس طرح حلقہ بگوش اسلام ہوا؟ بعثتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات تعلیم و تلقین اپنے اندر ایسی کشش رکھتے ہیں کہ مخالف سے مخالف اور سخت سے سخت حریف بھی اعتراف پر مجبور ہو جاتا ہے اسی خاصیت اور کشش کا نام محمد صلی اللہ

علیہ وسلم ہے جو محدود بے انتہا تعریفوں کا مالک اور ربِ ذوالجلال کا خاص مقبول کیا گیا ہو تفویض کیا گیا ہو تجویز کیا گیا ہو مبعوث کیا گیا ہو تعریف کیا گیا ہو اور عجائباتِ قدرت کا کرشمہ کائنات کا عجوبہ ہو۔ جب خانہ کعبہ زیرِ تعمیر تھا تو بوڑھا فلک حیران و ششدر تھا کہکشاں پریشان تھی فرشتے محوِ حیرت تھے اس تعمیر پر مکہ کے والیوں کعبہ کے متولیوں کے ارادوں اور صدیوں سے کشمکش کی زندگی بسر کرنے والوں میں جنگ و جدل کے عادی قوم کے منصوبوں پر حیران و پریشان تھے کہ یا اللہ اب کیا ہوگا تباہی اور بربادی کے بادل سر پر منڈلا رہے تھے کسی کو علم نہ تھا کہ آج کیا ہونے والا ہے وہ بے خبر تھے کہ آج ایک نئی تاریخ کا باب کھلنے والا ہے آج لفظ محمد کی تمہید کا دن ہے آج رحمتوں کی بارش کا دن ہے آج کے دن اس سرزمین پر قدرت لایزل کے خزانے کھل جائیں گے آج کے بعد پھر کبھی اس سرزمین پر جنگ و جدل کے بادل ہرگز نہ منڈلائیں گے اور یہی سرزمین امن کا گہوارا بن جائے گی۔

جب خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی خاطر صبح کے وقت نورِ مجسم خلقِ عظیم صادق و صدیق ماہِ مبین سامنے آتے ہیں تو حجرِ اسود کو خانہ کعبہ میں نصب کرنے کا گمبھیر مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور وہ جمِ غفیر وہ صدیوں سے بغض و عناد کے پروردہ اور جنگ و جدل کے عادی پکار اُٹھتے ہیں ''ھٰذا الامین ھٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' وہ امین وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے ہیں وہ صادق و صدیق آ گئے ہیں ہر طرف اطمینان کی لہریں اٹھتی ہیں خوشی پھیل جاتی ہے فلک کی شعلہ فشانی ختم ہو جاتی ہے فرشتوں میں بزم آرائی ہوتی ہے خوشی کے شادیانے بجتے ہیں اور کمال واکمل انسان جس کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کی دانش مندی کے تذکرے ہوتے ہیں انصاف کی مالا جپتی ہے اور پھر خون آشام تلواریں نیاموں میں چلی جاتی ہیں امن کے فیصلے کو تاریخ سنہری حروف سے لکھتی ہے کہ انہوں صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کے نصب کرنے میں بارہ قبیلوں کو شریک کیا یہ عظیم واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریشِ مکہ کے سامنے عدل و انصاف کا نمونہ پیش کرتے ہیں کہ جس پر دنیا آج تک حیران و ششدر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حسنِ اخلاق سے حجر اسود کو نصب

فرمایا ایک مثالی کارنامہ تھا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہی مخالفین منافقین کو تسلیم کرا لیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اپنے اسم گرامی کی مناسبت سے تعریف کے لائق ہے۔ حضور کا اسم گرامی احمد بھی ہے آپ کا یہ نام تورات و انجیل میں بھی آیا ہے۔

سورۃ صف میں یوں ذکر ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ
(الصف:۶)

''جس وقت عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا تحقیق میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف بھیجا گیا واسطے اُس چیز کے کہ میرے بعد تورات میں ذکر ہے کہ آئے گا ایک رسول خوشخبری دینے والا اس کا نام احمد ہوگا۔''

عبدہٗ صلی اللہ علیہ وسلم

تہذیب زمانہ قدیم سے عبد بمعنی غلام یا بندہ اس فرد بشر کو سمجھا جاتا تھا جو کسی مالک کا زرخرید غلام ہوتا یا کسی طرح اس کے تصرف میں رہتا تھا اس روایتی بندہ یا عبد یا غلام کے فرائض میں یہ بات داخل تھی کہ وہ اپنے مالک کی بے چوں و چرا اطاعت کرے اس کا ہر حکم بجا لائے اور جس کام میں مالک مصروف ہو اس میں اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ مالک کی منشاء کے مطابق خواہ وہ کہے یا نہ کہے مالک کا ہاتھ بٹائے۔ عبد دراصل تابعداری کی آخری حد ہے جس میں عبد کی اپنی منشاء، ارادہ یا کوئی خواہش بالکل ختم ہو جاتی ہے مالک کے دشمنوں کو اپنا دشمن تصور کرے اور اس کے دوستوں کو اپنا دوست تصور کرے یہ غلام اپنی روزی کی فکر ہرگز نہ کرے کیونکہ یہ بات ہر مالک کے لئے اس کی برہمی کا باعث بنتی تھی کوئی غلام اپنی روزی کے حصول کو عذر بنا کر مالک کے عائد کردہ فرائض میں کوتاہی کا مرتکب نہ ہو دوسرے لفظوں میں بندہ اور غلام یا عبد کا اٹھنا بیٹھنا لیٹنا لینا دینا کرنا دھرنا کھانا پینا اور جینا مرنا سب کچھ اپنے آقا و مُربی یا مالک کی رضاء و منشاء پر ہوتا ہے۔

غلامی کے اس قدیم تصور کی موجودگی میں باری تعالیٰ اپنے اس خاص بندے سے کیا چاہتا ہے کہ جس کی لغوی حیثیت ایک غلام جیسی ہے پہلی بات جو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وہ یہ ”کہ ہم نے اہلِ ایمان کے جان و مال کو آخرت کی بھلائیوں کے بدلہ میں خرید لیا ہے“ اور یہ حق تصرف قائم ہو جانے کے بعد رب ذوالجلال کی خواہش ہے کہ یہ بندہ یعنی عبد عملاً

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۃ انعام: ۱۶۳)

کے سانچے میں ڈھل جائے یعنی وہ رب سے اقرار کرے ”میری نماز میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب رب العالمین کے لئے ہیں“ اس طرح وہ اپنے دشمنوں کو اہلِ ایمان کے دشمن قرار دیتا ہے اور دوستوں کو مؤمنین کا دوست تصور کرتا ہے۔

جہاں تک عبد اور عبدیت کا تعلق ہے یہ ایک گہرا غیر فانی تعلق ہے یہ ایک رشتہ یا ایسا ناتا ہے کہ کبھی ختم نہیں ہوتا باری تعالیٰ اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں عباداللّٰہ عباد الرحمن عبد اللّٰہ بعبدہٖ عبداً شکوراً مقصد یہ کہ رب کریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد کا خطاب دے کر اپنے تعلق کی وضاحت فرما دی ہے کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں بھی عبد کا ذکر ہوا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے رسول پیغمبر نبی کی حیثیت کو مدِ نظر رکھا ہے اُس نے یہ لقب کسی دوسرے انسان کو تفویض نہیں فرمایا صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس لفظ کی معنوی حیثیت دنیا کے مرعوب ذہنوں سے بالاتر ہے جس طرح ایک پیغمبر نبی رسول کی شخصیت اور افضلیت عقل و خرد سے بالاتر ہے اسی طرح عبد کی معنوی حیثیت بھی ہمارے مرعوب ذہنوں سے بالاتر ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عبدیت کے اعلیٰ و ارفع منصب کے لئے اپنے خاص بندے کو منتخب فرمایا ہے۔

عربی زبان میں عبد کی معنوی حیثیت غلام کے ہے اسی طرح باری تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندے کو اپنی غلامی کا لبادہ دے کر اپنے قرب و جوار رحمت میں مخصوص مقام متعین فرمایا ہے اور اس کی معنوی حیثیت دورِ قدیم کے رسم و رواج سے افضل و برتر ہے عبد کی معنوی حیثیت آیات قرآنی سے واضح ہے اور قرآن میں عبد کا خطاب نبی کے بغیر کسی کو تفویض نہیں کیا گیا بظاہر عبد عبادت گزار کو کہتے ہیں لیکن عبد و معبود میں جو تعلق یا ربط ہے وہ بہت وسیع تر معنوی حیثیت رکھتا ہے جس کے پردہ میں اسرار و رموز پوشیدہ ہیں قرآن کے پیرایہ میں عبد کا چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا صرف معبود کی مرضی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عبد کا ہر کردار معبود کا کردار تصور ہوتا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے وہ خود نہیں کر رہا ہوتا بلکہ وہ معبود کر رہا ہوتا ہے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی اُنگلی پکڑ کر چلاتے

ہیں عبد و معبود کے نام فرضی یا معنوی ہرگز نہیں ہیں کہ جیسا اس کا کوئی بندہ جب اپنے معبود کے سامنے کھڑا ہوا ہے تو عبد و معبود کا تعلق استوار ہو جاتا ہے یہ ہرگز نہیں ہے ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ نے مؤمن کہا ہے انسان کا نام لیا گیا ہے لیکن اسے عبد نہیں کہا گیا صاف ظاہر ہے کہ یہ لفظ اپنی مخصوص صفات کا حامل ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ
لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا
(بنی اسرائیل:۱)

"یعنی وہ پاک اللہ تعالیٰ اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔"

یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ اپنے ہمراہ لے گیا جیسا کہ قرآن میں بار بار ذکر ہوا ہے کہ میں نے نبی کو وحی کے ذریعہ قرآنی آیات کا نزول فرمایا ہے اور وحی کیسے پہنچی تو فرمایا گیا کہ میرا خاص قاصد حضرت جبرائیل علیہ السلام لے گیا یعنی یہاں بھی کہا جا سکتا تھا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتے یا حضرت جبرائیل علیہ السلام لے گیا اور نہ ہی اس سے قبل یا بعد میں فرمایا گیا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ (سورۃ کہف:۱)

"تعریف اس خدا کی جس نے اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب نازل فرمائی"

سورۃ جن میں ارشاد ہے

سورۃ جن میں فرمایا

وَّاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا
(سورۃ جن:۱۹)

"اور جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر جھمگٹا کرنے لگتے ہیں"۔

عبادت کا خاصہ اور لازمہ ہے بندگی و عبدیت۔ اسی لئے عبدیت ہی انسان کے حق میں کمال درجہ رکھتی ہے لہٰذا جس درجہ پر عبدیت کسی فرد بشر میں ہو گی اسی درجہ وہ باکمال ہو گا اگر کامل ترین عبدیت ہے تو وہ کامل ترین بندہ ہو گا اس کے برعکس کسی فرد میں سب کچھ ہو مگر عبدیت نہ ہو تو اس کے حق میں کوئی اچھی دلیل نہ ہو گی یہ بات بھی واجب تسلیم ہے کہ کوئی فرد بشر عبدیت کا حق ادا نہیں کر سکتا جہاں تک کہ وہ عبد و معبود کی حقیقت سے باخبر نہ ہو جو انسان عبد کامل ہے وہ لازمی طور پر کامل درجہ کمال و اکمل عارف اور کمال درجہ کا انسان ہے۔

جب کبھی یہ لفظ یا نام پکارا جاتا ہے تو اس سے فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے لہٰذا جب کسی انسان کے لئے یہ لفظ پکارا جائے تو حقیقت کے اعتبار سے وہی فرد کامل مراد ہو گا جس میں عبدیت کامل مع اپنے لازمہ و خاصہ کے موجود ہو اور یہ عبد ہونا اور اس کے لئے لفظ عبد کا بولا جانا ساری تعریفوں سے بڑھ کر تعریف ہو گی جس سے یہ بات واضح ہے کہ انسان میں دوسری کوئی بات خواہ کچھ بھی ہو اور کیسی بھی ہو تعریف کے قابل ہو سکتی ہے اور وہ اس کے حق میں خوبی اور اچھائی ہو گی لیکن عبد ہونے کے مقابلہ میں کسی بات کو فوقیت و برتری حاصل نہ ہو گی یہی عبد کی شان اور انفرادیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ عبد فرمایا تو یہ بات مُسلّم اور اظہر من الشمس ہے کہ تمام اوصاف انسانی میں عبدیت سب سے اعلیٰ و ارفع وصف ہے دراصل یہ ایسا نشان ہے کہ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ایسے عبد ہیں جو مالکِ حقیقی سے وابستہ ہیں مالک الملک کے خاص بندے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نشان خصوصیت کا حامل ہے کہ یہ بندے رب ذوالجلال کے مقبول ترین بندے ہیں۔

تاریخ انسانی کے عظیم ترین واقعات معراج اور معجزات کے تذکرے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص یعنی عبدیت کے ساتھ ذکر فرمایا جاتا ہے جو تمام اوصاف بشری یا پیغمبری میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے چونکہ انسان بحیثیت مجموعی ساری کائنات سے افضل و برتر ہے اور ہر چیز اس کے لئے مسخر کی گئی ہے لہٰذا [illegible] میں

افضل اکمل البشر اور کامل وہ شخصیت ہوگی جس کی بلا تاویل کائنات کی ہر چیز ہر نوع ہر سمت سے فضیلت مُسلّم ہوگی یہ حقیقت کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ یہی عظیم و برتر شخصیت اور کامل و اکمل عبدیت تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے جو عبدیت کے اوصافِ حمیدہ سے مشرف ہوکر رحمتوں کی بارش فرما رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عبد کا لفظ استعمال کرنے کے سے اللہ تعالیٰ سے قرب خصوصی اور اپنایت نمایاں ہوتی ہے عبد و معبود کے صفاتِ عالیہ جہاں بیان ہوں گے وہاں عبد کی حیثیت کو بھی اسی طور پر نمایاں کرنے کی سعی کرنی ہوگی بلکہ عبد کے بغیر معبود کا ذکر بھی ناقابل توضیع ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورۃ النور: ۵۴)

اس سے یہ بات واضح ہے کہ دونوں مطہر اور افضل و اکمل ہستیاں لازم و ملزوم ہیں اگر کسی ایک سے منہ پھیرا یا روگردانی کی تو وہ کسی کا نہ رہا اور وہ واصل جہنم ہوگیا یہ صرف عبادت پر موقوف نہیں ہے بلکہ کائنات کی حقیقت ہی اسی میں پوشیدہ ہے اس کائنات کے معرض میں لانے کا مقصد ہی اس راز میں پوشیدہ تھا کہ جب تک عبد معبود میں تعلق نہ ہو اور جب تک کوئی بشر دونوں کی پیروی نہ کرے گا اُس وقت تک اس کائنات کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا بشریت کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔

جہاں انسان اللہ کا خلیفہ ہے وہاں وہ خلیل بھی ہے جمیل و جلیل بھی ہے رؤف بھی ہے رحیم و کریم بھی ہے عبد بھی ہے عبداللہ بھی ہے اور اس کے سر پر اشرف و بشریت کا تاج بھی ہے رسالت و نبوت کی شہنشاہیت بھی سپرد کر دی گئی ہے اس کائنات کا نظام روحانی بھی اس کے سپرد ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی مرتبہ پر روشنی اس حقیقت سے بھی عیاں ہے کہ جہاں حضرات انبیاء و مرسلین کا ذکر صیغہ ندا میں نام کے ساتھ آیا ہے مثلاً یا آدم علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام یا موسیٰ علیہ السلام یا داؤد علیہ السلام وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر گرامی قرآن میں مخاطب کے وقت نام کے ساتھ نہیں بلکہ صفاتِ کمال جمال میں کسی نہ کسی صفت عالیہ کے ساتھ فرمایا گیا ہے مثال کے طور پر

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ

صیغہ غائب میں مطلق لفظ عبد سے اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ ہوا کہ عبدیت اپنے کمال و جمال اور اکمل ترین صورت میں جلوہ گر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی میں ہے ویسے بھی باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن انبیاء مرسلین کی برادری میں تفوق فرمایا ہے ان کی اپنی حیثیت بھی کس درجہ کمال تک ہے چہ جائیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جو اپنی صفات کمال میں یکتائے روزگار کی حیثیت رکھتی ہے انہی متبرک ہستیوں پر رب کائنات سلام فرماتے ہیں ارشاد ہے

سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

(سورۃ النمل: ۵۹)

''اس کے ان بندوں پر سلام ہو جس کو اس نے منتخب فرمایا ہے۔''

سورۃ بقرہ آیت ۲۳ میں اپنے خاص بندے کے متعلق رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

''اور اگر تمہیں شک ہو اس بارے میں جو نازل فرمایا ہے ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ اس جیسی ایک سورۃ''

اسی قسم کی آیت سورۃ فرقان میں نازل ہوئی

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

(سورۃ الفرقان: ۱)

''بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کیا کہ کتاب اپنے بندہ پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈرانے والا ہو''

قرآن کے متعلق سورۃ الحدید میں فرمایا گیا ہے

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (سورۃ الحدید: ۹)

"وہ ایسا ہے کہ اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم پر صاف صاف آیات اتارتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے"۔

کتاب کے نزول کے متعلق سورۃ النجم میں فرمایا ہے

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ (سورۃ النجم:۱۰)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی"

سورۃ یونس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا جا رہا ہے

فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ

(سورۃ یونس:۱۰۴)

"میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں میں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے۔"

جب اللہ کا بندہ عبدہٗ کے مقام پر جم کر بیٹھ جاتا ہے یعنی بندگی کے انتہائی مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو بھیک کا کاسہ جام جم کی صورت اختیار کر لیتا ہے مطلب یہ کہ انسان قوت لایموت کے لئے لوگوں کے در پر سوال کرنے کی بجائے رب رازق و رزاق سے طلب کرتا ہے جام جم سے مراد وہ پیالہ ہے جس سے جمشید جیسے جلیل القدر بادشاہ نے عالمگیر شہرت پائی اور اس میں پیش آنے والے واقعات دیکھ لیتا تھا گویا وہ شئے جو انسان کو دنیا کی ہر شئے سے بے نیاز کرتی ہے یقیناً بندگی کا اصل درجہ یہی ہے کہ بھکاری بے نیازی سے بلند ترین مرتبے پر پہنچ جائے۔

اہل حق توحید کی رمز کے ہر پہلو سے آگاہ ہیں اور یہ رمز سورۃ مریم کی اس آیت سے واضح ہے

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًاؕ

(سورۃ مریم:۹۳)

"آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ اس کے لئے اس کے آگے بندگی کا سر جھکائے حاضر ہے۔"

سورۃ الزمر میں ہے

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗؕ (سورۃ الزمر:۳۶)

"کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟"

جس کا اللہ ہو وہ عظیم ترین ہستی کس طرح کسی مسئلہ پر پریشان ہو سکتی ہے؟

سورۃ العلق میں ارشاد ہے

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى

(سورۃ العلق:۹،۱۰،۱۱)

"تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہے تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہ بندہ راہِ راست پر ہوتا یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا) حق کو جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم میں جہاں رب کائنات کا اسم گرامی آیا وہاں ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی فرمایا گیا۔ عبادات میں عمل میں ارادے میں یقین میں، ایمان محکم میں فرائض میں عادات و خصائل و فضائل میں اخلاق و محبت میں جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنا ذکر فرمایا کہیں احکامات صادر فرمائے وہاں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی روشناس کرایا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی لازم قرار دی گئی اور جب اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے اس کی صفات بیان کی جائیں تو کائنات کی تخلیقات پر لازم ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی کریں تاکہ کسی مقام پر بھی یہ دونوں متبرک افضل ترین ہستیاں الگ نہ ہونے پائیں گو خالق و مخلوق میں بندہ و آقا میں فرق ہے حاکم و محکوم میں امتیاز ہے لیکن بندہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے لہٰذا وہ کسی طرح بھی اپنے مربی سے جدا نہیں ہو سکتا۔ باری تعالیٰ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ اس کائنات یا جہان فانی میں جو مخلوق آباد ہے "یہ میرا کنبہ ہے" اور اس کنبہ کا ہادی اور معلم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن میں جگہ جگہ من اللہ و رسولہ فرمایا گیا ہے یعنی "اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کئی مقامات پر و رسولہ بھی فرمایا گیا ہے "اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم" اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں ذکر رب کائنات آئے گا وہاں یہ ضروری ہو گا کہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو لہٰذا یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ مقام ربوبیت سے مقام رسالت وابستہ ہے دوسرے معنوں میں یہ بات واضح ہے کہ جہاں اس کائنات کی صفات بیان ہوں گی تو ان صفات مشاہدات اوصاف کریمہ کے ساتھ یہ ہمیں تسلیم کرنا ہو گا کہ پیدا

کرنے والی بھی کوئی ذات صفات ہے اور اس کا اسم گرامی تلاش کرنے کے لئے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر صدا دینی ہو گی تو وہاں سے ندا آئے گی کہ اس کائنات کا مالک و خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ جو عظیم صفات کا مالک ہے اور جب ہم اس رب کائنات کے در اقدس پر حاضری دیں گے تو وہاں سے حکم ہو گا کہ میں واقعی وحدہٗ لاشریک ہوں میں اس کائنات کا مالک و خالق ہوں لیکن میری ذات کو تسلیم کرنے کے بعد تمہیں میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلیم کرنا ہو گا میری اطاعت کے ساتھ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اطاعت کرنی ہو گی میرے نام کے ساتھ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی یاد کرنا ہو گا۔ مجھ سے محبت و الفت کرنے کے ساتھ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت کرنی ہو گی بلکہ جو میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا۔ بے شک میں لاشریک ہوں جو بھی میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے گا وہ میرے در سے بھٹکا جائے گا لیکن میری کائنات کو چلانے کے لئے اس کائنات کو محبت و اخلاق اور ان میں معاشرتی آداب پیدا کرنے کے لئے معلم کی بھی ضرورت ہے لہٰذا میرا یہ حکم ہے میرا فرمان ہے میرا ضابطہ ہے کہ کائنات کی مخلوقات کو میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلیم کرنا ہو گا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میری پہچان نہیں ہو سکتی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میرے احکامات کی تعمیل نہیں ہو سکتی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر یہ کائنات بے معنی ہے کائنات کو معرض وجود میں لانے اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "میں نے اس کائنات کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ میں پہچانا جاؤں" اس نے اپنا خلیفہ بنایا۔ لہٰذا کائنات کے بعد اس کائنات کا مقصد ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صفات ہے اس کائنات کا منبع حیات بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس کائنات میں خلیفہ پیدا نہ کرتے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ کرتے تو پھر یہ کائنات ہی پیدا نہ کرتے۔

اس چمنستان دہر میں کئی رسول مبعوث ہوئے یعنی مرسل تشریف لائے پیغمبروں نے اللہ کا پیغام پہنچایا انہوں نے رب کائنات کے پیغام کے ساتھ ساتھ اس کی صفات بھی بیان کیں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس کائنات میں اس چمنستان سعادت میں اس

توحید کی آماجگاہ میں ایک ایسی ہستی بھی آئے گی کہ جس سے اخلاق کا آئینہ چمک اٹھے گا۔ کلیاں کھلیں گی چمنستان میں بہار آئے گی اور یہ کائنات ان کے نور سے روشن و منور ہو جائے گی اس بقعہ نور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے کروٹیں بدلیں گی زمانے کی قدریں ضوفشاں ہوں گی۔ بزم آرائیاں ہوں گی جدت طرازیاں ہوں گی ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں ہوں گی ابر و باد کی تردستیاں ہوں گی جاہ و جلال ہوگا جمال و کمال ہوگا۔

اس عالم قدس کے انفاس، توحید ابراہیم علیہ السلام جمال یوسف علیہ السلام معجز طرازیٔ موسیٰ علیہ السلام جاں نوازیٔ مسیح ؑ اسی لئے تھے کہ یہ متاع گراں شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار سجائیں گے یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیش قدمی تھی اور مجلس کون و مکان کی سجاوٹ کرنے کی سعی تھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل ایک رسول کے بعد دوسرے رسول کی بعثت کی ضرورت محسوس ہوتی رہی کہ ایک نے دین فطرت کو کامل و اکمل یا تکمیل نہ کیا تھا کسی پر بھی

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (سورۃ المائدہ:۳)

نازل نہ ہوا زمانے نے تمام انبیاء مرسلین کی ضرورت سے اس ستون کو محفوظ رکھا جن کے وہ مظہر کامل تھے۔ ان انبیاء میں سے ہر رسول کے ساتھ ہم ایک خاص شان منسوب کرتے ہیں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید شناسی اور حق پرستی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذوق جہاد حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر و رضا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا علم و عرفان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان جامع صفات کے مجموعۂ کمالات بن کر مبعوث ہوئے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قرآن مجید میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بار بار فرمایا گیا ہے سورۃ بقرہ آیت ۱۴۳ میں فرمایا گیا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورۃ البقرہ:۱۴۳)

"تم کو ایسی جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔"

سورۃ بقرہ آیت ۲۸۵ میں ذکر آیا ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (سورۃ البقرۃ:۲۸۵)

"اعتقاد رکھتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز پر جو ان کے پاس رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں"

سورۃ آل عمران میں ذکر فرمایا

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (سورۃ آل عمران:۵۳)

"اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ان چیزوں پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سو ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو سچے ہیں"۔

آیت ۸۱ سورۃ آل عمران میں ہے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (سورۃ آل عمران:۸۱)

"اور جب الہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس کوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے جو مصدق ہو اس کے جو تمہارے پاس ہو تو تم ضرور اس پر اعتقاد لانا اور اس کی طرف داری کرنا"

پھر فرمایا

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

(سورۃ آل عمران:۸۶)

"اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور اس کے بعد اپنے اس اقرار سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور ان کو واضح دلائل بھی پہنچ چکے تھے"

اس سورۃ میں ہی آیت ۱۰۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ

"اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور تم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں"

سورۃ آل عمران آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (سورۃ آل عمران:۱۴۴)

"اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں

اسی آل عمران: ۱۳۲ میں ہے"

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

"اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۳ میں ارشاد ہوتا ہے

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا

"وہ وقت یاد کرو کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے سو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کی پاداش میں غم دیا"

اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تنگ کیا اور تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار نہ سنی لہٰذا اس کے عوض تمہیں بھی اللہ تعالیٰ نے غم میں مبتلا کیا اس لئے کہ تم یاد رکھو کہ آئندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نہ چلنے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ایمان ہے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب کاموں کی خبر رکھتے ہیں۔

سورۃ آل عمران: ۱۶۴ میں فرمایا گیا

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

"حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ایک ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کا تزکیہ نفس کرتے ہیں کتاب و حکمت کی باتیں سناتے ہیں یعنی فہم و فراست کا علم دیتے ہیں"

سورۃ آل عمران: ۱۸۲ میں یہ بھی فرمایا گیا

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ

"جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کو قبول کیا اس کے بعد ان پر زخم لگے ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے"۔

سورۃ آل عمران: ۱۷۹ میں یہ بھی آیا

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

"اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جسے چاہے وہ منتخب فرما لیتا ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ"۔ لیکن انہوں نے ان رسولوں کا انکار کیا اور ان پر ایمان نہ لائے لہٰذا اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے۔

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ

يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ (سورۃ آل عمران:۱۸۳)

"وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے سامنے معجزہ نذرونیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو آگ کھا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے رسول مجھ سے پہلے دلائل لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم سچے ہو"

یہ کوئی انوکھا کام نہیں ہے بلکہ "یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کریں تو بہت سے رسولوں کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے یہ معجزات لے کر آئے اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر آئے" مگر انہوں نے ٹھکرا دیا۔ (سورۃ آل عمران:۱۸۴)

دراصل نبی ہو رسول ہو یا پیغمبر کی ذات گرامی ہو اولین شرط اس کی اطاعت ہے اطاعت ہی دین ہے ایمان ہے اور یقین محکم ہے سورۃ نساء میں ارشاد ہوتا ہے

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (سورۃ نساء:۱۳،۱۴)

"اور جو لوگ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو لوگ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہیں مانتے اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل گئے ہیں ان

کو آگ میں داخل کریں گے تاکہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں"

سورۃ نساء آیت ۵۹ میں اطاعت رسول کا حکم دیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
(سورۃ نساء:۵۹)

"اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو"۔

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝
(سورۃ نساء:۵۹)

"اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں ان کا انجام خوشتر ہے"۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ۝ (سورۃ نساء:۶۱)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کی حالت دیکھیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلو تہی کرتے ہیں"۔

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ (سورۃ نساء:۶۹)

"اور جو شخص اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء

اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں"

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

(سورۃ نساء:۶۴)

"اور ہم نے رسولوں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ حکم خداوندی کی اطاعت کی جائے"

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

(سورۃ نساء:۸۰،۷۹)

"اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ ہیں جس شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی"۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ

(سورۃ نساء:۸۳)

"اور اگر یہ لوگ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جو اُن میں ایسے امور سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات پہچان ہی لیتے جو اُن میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے"۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ

(سورۃ نساء:۱۰۰)

"اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کر کھڑا ہوا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گا"۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ نساء:۱۱۵)

"اور جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا بعد

اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ پر ہو گیا"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

(سورۃ نساء:۱۳۶)

"اے ایمان والو تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی"

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ

(سورۃ نساء:۱۷۰)

اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچی کتاب لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ڛ

(سورۃ المائدہ:۱۵)

"اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں کتاب میں جن امور کا تم اخفا کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگزاشت کر دیتے ہیں"۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۗءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ

(سورۃ المائدہ:۱۹)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں جو تم کو صاف صاف بتاتے ہیں ایسے وقت میں رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تا کہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے

پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا"

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا

(سورۃ المائدہ:۳۳)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ وہ قتل کئے جائیں"۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ

(سورۃ المائدہ:۴۱)

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا غم نہ کریں"۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ

(سورۃ المائدہ:۵۵)

"تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایماندار لوگ ہیں"

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ

(سورۃ المائدہ:۵۶)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے"

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

(سورۃ المائدہ:۶۷)

"اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب پہنچا دیجئے"

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ

(سورۃ المائدہ:۸۳)

"اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا گیا ہے"

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا

(سورۃ المائدہ:۹۲)

"اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ

(سورۃ المائدہ:۹۹)

"رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے"

آیت نمبر ۱۰۴ میں کفار کے بارے میں اس طرح ذکر ہوا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

(سورۃ المائدہ:۱۰۴)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہیں جس پر ہم نے اپنے آباء کو دیکھا ہے"

آیت ۱۵۷ سورۃ اعراف میں حضور کی اطاعت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي

(سورۃ الاعراف:۱۵۷)

"جو لوگ ایسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی کا اتباع کرتے ہیں"۔

آیت نمبر ۱۵۸ سورۃ اعراف

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

(سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں''

ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیجئے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

(سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

''سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ اللہ پر ان کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ راست پر آ جاؤ'' سورۃ انفال میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یوں ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

(سورۃ الانفال: ۱)

''یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غنیموں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں''

اور

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(سورۃ الانفال: ۱)

''اور اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان لائے ہو''

اسی سورۃ میں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں ان کی سزا کا ذکر ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ

رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورۃ الانفال: ۱۳)

''یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دیتے ہیں''

اسی سورۃ انفال: ۲۰ میں پھر اطاعت کا ذکر ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

''اے ایمان والو اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا''۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

(سورۃ الانفال: ۲۴)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں''

پھر اسی سورۃ الانفال میں رسول اللہ کے حقوق کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

(سورۃ الانفال: ۲۷)

''اے ایمان والو تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں خلل مت ڈالو''

سورۃ انفال میں غنیموں میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تجویز کیا گیا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

(سورۃ الانفال: ۴۱)

''اور اس بات کو جان لو کہ جو شے بطور غنیمت تم حاصل کرو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے''

سورۃ انفال:۴۶ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اسی طرح فرمایا گیا ہے

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا

''اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور آپس میں تنازعہ نہ کیا کرو''

سورۃ توبہ:۳ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یوں ہوتا ہے

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ

''اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے''

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ

(سورۃ التوبہ:۷)

''ان مشرکین کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رہے گا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے خلاف لڑنے کا حکم

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ

(سورۃ التوبہ:۱۳)

''تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاوطن کردینے کی تجویز کی۔''

ذکر خیر یوں ہوتا ہے۔

مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً

(سورۃ التوبہ:۱۶)

''اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بناؤ''

پھر فرمایا

مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ

(سورۃ التوبہ:۲۴)

''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم سزا بھیج دیں''

اور اسی سورۃ التوبہ میں فرمایا

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ

(سورۃ التوبہ:۲۶)

''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اور دوسرے مومنین کے قلوب پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی''۔

پھر فرمایا گیا

وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

(سورۃ التوبہ:۲۹)

''اور یہ نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام بتایا ہے۔''

اسی سورۃ التوبہ میں فرمایا گیا

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

(سورۃ التوبہ:۳۳)

''وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے''

سورۃ توبہ میں ہی ارشاد ربانی ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝

(سورۃ التوبہ:۵۹)

''اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں''

پھر اسی سورۃ التوبہ میں فرمایا

يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(سورۃ التوبہ:۶۱)

''جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی''۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورۃ التوبہ:۶۲)

''حالانکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اُن کو راضی کریں''۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ

(سورۃ التوبہ:۶۳)

''کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر ہوگی کہ اس میں ہمیشہ رہے گا''

پھر اسی سورۃ توبہ میں فرمایا گیا ہے

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

(سورۃ التوبہ:۶۵)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم ٹھٹھا نہیں کرتے تھے''

وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ (سورۃ التوبہ:۷۱)

''اور اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو''

اسی سورہ توبہ میں منافقین کے معاملہ میں ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے۔

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

(سورۃ التوبہ:۷۴)

''اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رزق خداوندی سے مالدار کر دیا ہے''

اس سورۃ میں فرمایا گیا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ (سورۃ التوبہ:۸۰)

''یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا''

اور

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

(سورۃ التوبہ:۸۱)

''یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر''

پھر فرمایا

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(سورۃ التوبہ:۸۴)

''انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

کفر کیا اور حالت کفر میں ہی مرے ہیں"

پھر مومنین سے فرمایا گیا ہے

وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ

(سورۃ التوبہ:۸۶)

"اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تا کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرو"

اسی سورۃ توبہ میں ہی مومنین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ (سورۃ التوبہ:۸۸)

"لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی میں جو مومن ہیں انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے"

پھر فرمایا

وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (سورۃ التوبہ:۹۰)

"اور جنہوں نے خدا سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل جھوٹ بولا تھا"

اس سورۃ توبہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے

إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ

(سورۃ التوبہ:۹۱)

"جب کہ یہ لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی کریں ان نیک کاروں پر کسی قسم کا الزام نہیں"

وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (سورۃ التوبہ:۹۴)

"اور آئندہ بھی اللہ تعالی اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اعمال دیکھ لیں گے"

پھر اسی سورۃ توبہ میں فرمایا ہے

مَآ أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ (سورۃ التوبہ:۹۷)

"اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل فرمایا ہے"

پھر ارشاد ہوتا ہے

وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ

(سورۃ التوبہ:۹۹)

"اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں"

اس سورۃ توبہ میں فرمایا گیا

لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ

(سورۃ التوبہ:۱۰۷)

"جو اس کے قبل خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے"

پھر اسی سورۃ توبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔

أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ

(سورۃ التوبہ:۱۲۰)

"ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں"

پھر اسی سورۃ توبہ میں فرمایا ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

(سورۃ التوبہ:۱۲۸)

"اے لوگو تمہارے پاس ایک ایسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے تمہاری منفعت کے

بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔ اور ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق مہربان ہیں''۔

پھر سورۃ رعد میں کفار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا

(سورۃ رعد:۴۳)

''اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں'

باری تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتے ہیں۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۹۳)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے بشر ہوں اور رسول ہوں''۔

پھر فرمایا

إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۹۴)

''انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا ہے؟

سورۃ نور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ

(سورۃ النور:۴۸)

''اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو ان میں ایک گروہ پہلو تہی

کرتا ہے''

اسی سورۃ نور میں فرمایا گیا

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

(سورۃ النور:۵۱)

''مومنوں کا قول تو جب کہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں''

پھر فرمایا

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

(سورۃ النور:۵۲)

'' اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا اور اللہ سے ڈرے گا اور اس کی مخالفت سے بچے گا بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔

سورۃ نور میں ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہدایت دی گئی ہے

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

(سورۃ النور:۵۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'

پھر فرمایا

وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

(سورۃ النور:۵۴)

''اور اگر تم نے ان صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف صاف صاف طور پر پہنچا دینا ہے''۔

پھر اسی سورۃ نور میں اطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

(سورۃ النور:۵۶)

''اور (اے مسلمانو) نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے''

اسی سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (سورۃ النور:۶۲)

''پس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں''

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

(سورۃ النور:۶۲)

''جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں''۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی عزت و سربلندی کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(سورۃ النور:۶۳)

''تم لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو معمولی بلانا مت سمجھو جیسا کہ بعض تمہارے بعضوں کو بلاتے ہیں''۔

پھر سورۃ الفرقان میں رسول اللہ کا ذکر یوں ہوتا ہے۔

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ

(سورۃ الفرقان:۷)

''یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے''۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ
وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (سورۃ الفرقان:۲۰)

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بہت سے رسول بھیجے جو کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے تھے''

اسی سورۃ الفرقان میں ذکر ہے

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ
الرَّسُولِ سَبِيلًا (سورۃ الفرقان:۲۷)

''اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائیں گے کہ کیا اچھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی راہ پر چلتے۔''

پھر فرمایا کہ

أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا (سورۃ الفرقان:۴۱)

''اور پھر یہی کہتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جن کو اللہ تعالی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا ہے؟''

سورۃ احزاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے بارے میں ارشاد ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (سورۃ احزاب:۲۱)

''تم لوگوں کے لئے اور ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے''

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا

(سورۃ احزاب:۲۲)

''اور جب ایمانداروں نے ان لشکریوں کو دیکھا تو کہنے لگے

کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہوگئی"۔

پھر اسی سورۃ میں فرمایا

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (سورۃ احزاب:۲۹)

"اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عالم آخرت کو تو تم سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم عطا کیا ہے"

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (سورۃ احزاب:۳۱)

"اور جو کوئی تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا اور نیک کام کرے گا تو ہم اس کو دوہرا اجر دیں گے"

پھر فرمایا

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (سورۃ احزاب:۳۳)

"اور تم نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو"

پھر اسی سورۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی تنبیہ کی گئی ہے اور اطاعت نہ کرنے والوں کی سرزنش کی گئی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (سورۃ احزاب:۳۶)

"اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیں پھر ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا"

پھر فرمایا گیا ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (سورۃ احزاب:۴۰)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سب نبیوں کے خاتم ہیں"

اسی سورۃ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دینے کی ہدایت ہے

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ (سورۃ احزاب:۵۳)

"اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ"

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

(سورۃ احزاب:۵۷)

"بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کرتا ہے"

سورۃ احزاب:۶۶ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی طرف اشارہ ہے۔

يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا

"اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی"۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا

(سورۃ احزاب: ۷۱)

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا"

سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳۲، ۳۳ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ

"بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستہ سے روکا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بعد اس کے ان کو رستہ نظر آ چکا تھا۔ یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اپنے اعمال کو برباد مت کرو"

سورۃ فتح میں بھی حضور کی شان اس طرح بیان فرمائی گئی

لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

(سورۃ فتح: ۹)

"تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور تعظیم کرو اور صبح و شام تسبیح میں مصروف رہو"۔

بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا

وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا

(سورۃ فتح: ۱۲، ۱۳)

"تم نے یوں سمجھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمراہی مومنین اپنے گھروں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے بڑے بڑے گمان کئے اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے"۔

پھر اسی سورۃ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر فرمایا

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا

(سورۃ فتح: ۱۷)

"اور جو شخص اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانے گا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب ہوگا"۔

فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ

(سورۃ فتح: ۲۶)

"سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو اپنی طرف سے تسکین عطا کی"۔

لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ

(سورۃ فتح: ۲۷)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا خواب دکھایا جو مطابق واقع کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء

اللہ امن وامان کے ساتھ جاؤ گے"

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (سورۃ فتح: ۲۸، ۲۹)

"وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں"

سورۃ الحجرات میں مومنین سے خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ

(سورۃ الحجرات: ۱)

"اے ایمان والو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی اجازت) سے پہلے سبقت مت کیا کرو اللہ سے ڈرو"

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ

(سورۃ الحجرات: ۷)

"اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مان لیں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے"

وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا

(سورۃ الحجرات: ۱۴)

"اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا"

اور پھر اطاعت کی شرط بھی لگا دی

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

(سورۃ الحجرات: ۱۵)

"پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے میں جہاد کیا یہ لوگ سچے ہیں"

سورۃ الحدید میں فرمایا گیا

آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ

(سورۃ الحدید: ۷)

"تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے قائم مقام بنایا ہے اس میں سے اس کی راہ پر خرچ کرو"

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ

(سورۃ الحدید: ۸)

"اور تمہارے لئے اس کا کون سا سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ"۔

سورۃ مجادلہ میں فرمایا گیا ہے

ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

(سورۃ مجادلہ: ۴)

"یہ حکم اس لئے ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں"۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (سورۃ مجادلہ: ۵)

جو لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں وہ

ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور
ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں"

پھر فرمایا

ثم یعودون لما نهوا عنه ویتنٰجون بالاثم والعدوان
ومعصیت الرسول (سورۃ مجادلہ:۸)

"یہ وہی کام کرتے ہیں جن سے ان کو منع کیا جاتا ہے اور گناہ
اور زیادتی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی سرگوشیاں
کرتے ہیں"۔

یٰایها الذین اٰمنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان
ومعصیت الرسول (سورۃ مجادلہ:۹)

"اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو"۔

یٰایها الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین
یدی نجوٰىكم صدقة (سورۃ مجادلہ:۱۲)

"اے ایمان والو جب تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی
کرنے کا ارادہ کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے خیرات صدقہ
دے دیا کرو"۔

پھر فرمایا

واطیعوا الله ورسوله (سورۃ مجادلہ:۱۳)

"اور اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو"

کیونکہ اصل مقصد تو یہی ہے اطاعت ہی شرط اولین ہے اور اگر اطاعت نہ کرو گے تو پھر
ان کے لئے ذلت کی بشارت ہے۔

ان الذین یحادون الله ورسوله اولٰئك فی الاذلین ۝
(سورۃ مجادلہ:۲۰)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت
کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل ہیں"

لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم الاٰخر یوادون من
حاد الله ورسوله (سورۃ مجادلہ:۲۲)

"جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہ دیکھیں کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی
رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں"

پھر سورۃ حشر میں فرمایا گیا

ولهم فی الاٰخرة عذاب النار ۝ ذٰلك بانهم شاقوا الله ورسوله
(سورۃ حشر:۳،۴)

"اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے یہ اس
سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی مخالفت کی"۔

وما افاء الله علٰی رسوله منهم فما اوجفتم علیه من
خیل ولا ركاب ولٰكن الله یسلط رسله علٰی من یشاء
(سورۃ حشر:۶)

"اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے
دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ
تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس پر چاہے مسلط فرما
دیتا ہے۔"

ما افاء الله علٰی رسوله من اهل القرٰى فلله وللرسول
ولذی القربٰى والیتٰمٰى والمسٰكین وابن السبیل
(سورۃ حشر:۷)

"جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری

بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا یتیموں کا اور غریبوں کا مسافروں کا''

وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورۃ حشر:۸)

''اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں''

سورۃ الممتحنہ میں فرمایا گیا ہے

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ
(سورۃ ممتحنہ:۱)

''(یہ کفار مکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو (مومنین) اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے شہر بدر کر چکے ہیں''

سورۃ الصف میں ارشاد گرامی ہے

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ
(سورۃ الصف:۶)

''ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم آنے والا ہے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں''

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ
(سورۃ الصف:۹)

''وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں''

اس طرح تمام دینوں پر فضیلت کی وجہ سے تم ضرور ایمان لاؤ

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورۃ الصف:۱۱)

''تم لوگ اللہ پر اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ''

سورۃ جمعہ میں فرمایا

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ جمعہ:۲)

''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں ان کو علم وحکمت وکتاب کی باتیں سکھاتے ہیں''۔

سورۃ منافقون:۱ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحریر ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ

''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''

اور پھر یہی منافقین

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ
(سورۃ منافقون:۵)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤ کہ تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کریں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
(سورۃ منافقون:۷)

"یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچہ مت کرو"

پھر اسی سورۃ میں فرمایا

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(سورۃ منافقون:۸)

"اللہ کی ہے عزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی لیکن منافقین نہیں جانتے"

سورۃ التغابن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

(سورۃ التغابن:۸)

"سو تم اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے"

پھر اطاعت کی دعوت

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورۃ التغابن:۱۲)

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی"

سورۃ الحاقۃ میں رسول کا ذکر یوں ہوتا ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

(سورۃ الحاقۃ:۴۱)

"یہ قرآن اللہ کا کلام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریم کا قول ہے کسی شاعر کا کلام نہیں ہے"

سورۃ جن میں حضور کے نافرمانوں کے بارے میں تحریر ہے

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا

(سورۃ جن:۲۳)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کیلئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"

سورۃ مزمل میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ڏ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

(سورۃ مزمل:۱۵)

"بیشک ہم نے تمہارے میں ایک ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے روز گواہی دیں گے"

سورۃ التکویر میں ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (سورۃ التکویر:۱۹)

"یہ قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے"

سورۃ البینۃ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یوں ہے۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً

(سورۃ البینۃ:۲)

"اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے"

سورۃ فرقان میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یوں ہے

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا
اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا

(سورۃ فرقان:۴۱،۴۲)

"اور جب یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا ہے اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر قائم نہ رہتے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید فرقان الحمید میں سرورِ کائنات کو مخاطب کرتے ہوئے اکثر مقامات پر نبی پکارا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے قرآن میں لاتعداد الفاظ میں مختلف صفات سے مخاطب کیا گیا ہے نبی اور رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عالیہ ہے رسول صلی یا نبی ہر مبعوث ہونے والے کو پکارا گیا ہے لیکن دوسری صفاتِ عالیہ اور شانِ نبوت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بیان کی گئی ہے۔ نبوت کا مقام اعلیٰ و ارفع ہے نبی کی شان افضل و برتر ہے لیکن آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عالیہ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے بلند ترین ہے۔ قرآن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے بھی نوازا گیا ہے اور رسول بھی فرمایا گیا ہے۔ سورۃ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ

(سورۃ المائدہ:۸۱)

''اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کتاب پر جو ان کے پاس بھیجی گئی ہے تو ان کو بھی دوست نہ بناتے۔''

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ (آل عمران:۱۶۱)

''اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے۔''

سورۃ اعراف میں فرمایا گیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ

(سورۃ اعراف:۱۵۷)

''جو لوگ ایسے رسول نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم اتباع کرتے ہیں۔''

اسی سورۃ میں فرمایا

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

(سورۃ اعراف:۱۵۸)

''سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے اُس رسول و نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اللہ پر یقین رکھتا ہے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں رسول یا نبی فرمایا گیا ہے وہاں اُمی کا لقب بھی دیا گیا ہے اُمی بھی حضور کی شانِ امتیازی ہے۔ سورۃ انفال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ انفال:۶۴)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں''

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ

(سورۃ انفال:۶۵)

''اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو جہاد یعنی قتال کی ترغیب دیں۔''

پھر اس سورۃ میں فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ (سورۃ انفال:۷۰)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں جو قیدی ہیں۔''

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ

(سورۃ انفال:۶۷)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں اور جب تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح خون ریزی نہ کریں۔''

سورۃ توبہ میں منافقین کے لئے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (سورۃ توبہ:۶۱)

''اُن منافقین میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر بات کان لگا کر سن لیتے ہیں۔''

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

(سورۃ توبہ:۷۳)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور اُن پر سختی کیجئے۔''

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کو یہ گلہ بھی ہے کہ رحمت للعالمین کی رحمتوں کی بارش ہر ایک پر ہو رہی ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

(سورۃ توبہ:۱۱۳)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو جائز نہ تھا کہ وہ مشرکین کے لئے دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس امر کے ظاہر ہونے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔''

سورۃ احزاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تعلق بالنفس کا اظہار یوں کیا گیا ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

(سورۃ: احزاب:۶)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ خود اُن کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔''

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے نبی کا تعلق اصحابِ رسول یعنی مومنین سے کس طرح گہرا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

(سورۃ احزاب:۱)

''اے نبی اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں منافقوں کا کہنا نہ مانئے''

پھر اسی سورۃ میں:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (سورۃ احزاب:۲۹)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوؤں سے فرما دیجئے۔

پھر اسی سورۃ میں:

اَلنَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

(سورۃ احزاب:۴۵)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شان کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں

گے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے۔"

اسی سورۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ (سورۃ احزاب:۵۰)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حلال کی ہیں۔"

پھر فرمایا:

"اے ایمان والو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مت جایا کرو۔" (سورۃ احزاب:۵۳)

ارشاد رب العزت ہے:

"بے شک اللہ تعالی اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔" (سورۃ احزاب:۵۶)

سورۃ نساء میں نبوت کا ذکر یوں ہوا ہے:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ
وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ

(سورۃ نساء:۱۶۳)

"ہم نے اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی وحی بھیجی ہے جس طرح نوح علیہ السلام اور اُن کے بعد دوسروں نبیوں پر بھیجی ہے۔"

سورۃ الحجرات میں نبوت کے احترام میں فرمایا گیا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ
أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

(سورۃ الحجرات:۲)

"اے ایمان والو تم اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ اُن سے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور کہ تم کو خبر بھی نہ ہو۔"

سورۃ ممتحنہ میں ارشاد ہوتا ہے

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ
عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ

(سورۃ الممتحنہ:۱۲)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مومنات آپ کے پاس آئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔"

سورۃ طلاق میں فرمایا گیا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ
لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا

(سورۃ طلاق:۱)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو عدت پر طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو۔"

سورۃ التحریم میں یوں حکم ہوا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ (سورۃ تحریم:۱)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال کیا ہے اس کو کیوں حرام فرماتے ہو۔"

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا

(سورۃ تحریم:۳)

''جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات
چپکے سے فرمائی''

اس سورۃ میں یوں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (سورۃ تحریم:۸)

''اس روز یعنی یومِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو اور اُن کے ساتھ مومنین کو رسوا نہ کرے گا۔''

اس سورۃ میں کفار، منافقین کے بارے میں حکم ہوا۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ
عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ

(سورۃ تحریم:۹)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور
ان پر سختی کیجئے اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

سورۃ آلِ عمران میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ آل عمران:۶۸)

''اور اب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اِس کے ماننے والے یعنی
ایمان والے (نسبت کے زیادہ حقدار ہیں) اللہ صرف انہی کا
حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم

باری تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں اس کائنات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں کائنات کے معرض وجود میں آنے سے رب کائنات کی پہچان تو ہوئی مگر سوال یہ تھا کہ اس کائنات کے خالق کی صفات عالیہ اور اس کے فرائض کی ادائیگی کی نشان دہی کون کرے چونکہ رب کائنات تو انسان کی نظروں سے اوجھل ہے لہٰذا انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول نبی پیغمبر مرسل فرمائے تاکہ اس کائنات کے باسی اللہ تعالیٰ کو پہچانیں بھی اور اس کے فرمان کی اطاعت بھی کریں ان رسولوں کو اس نے اپنا محبوب قرار دیا اور جو ضابطہ حیات ان کو دیا اُسے اسلام کا نام دیا یعنی سلامتی بھلائی۔ اس سلامتی اور بھلائی اور راہ مستقیم پر چلانے کے لئے متواتر رسول مبعوث ہوئے جو اس اُمت کے ہادی رہبر قرار پائے ان رسولوں میں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولیت کا درجہ رکھتے ہیں جن کے متعلق باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہہ دو

وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ انعام:۱۶۳)

''اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے مسلمان ہوں''

اور سورۃ انعام میں ہی فرمایا

قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (سورۃ انعام:۱۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے
پہلے میں ہی اسلام قبول کروں''

خود سرورِ کائنات فرماتے ہیں ''میں اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ

وسلم اس کائنات میں اولین مؤمن بھی قرار دیئے گئے فرمایا:

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (سورۃ یونس:۱۰۴)

''اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان والوں میں اول ہوں۔''

سورۃ الزخرف میں فرمایا گیا

فَأَنَا أَوَّلُ الْعٰبِدِينَ (سورۃ زخرف:۸۱)

''سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔''

مقصد یہ ہے کہ اس کائنات کے معرض وجود میں آنے کے بعد جس قدر اس کائنات میں انسان پیدا کئے گئے ان میں افضل و برتر اور مقدم ہستی رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو اس دنیا میں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق سب سے اول المؤمنین اول المسلمین اشرف المخلوق اشرف البشر مقصد یہ کہ کائنات کی تخلیق کے اولین ہیں دوسرے معنوں میں کائنات کی ہر پیدا کردہ مخلوق کے پیشوا ہیں قرآن میں اسی لئے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات پر رحمت ہیں اولین ہیں پھر تمام مخلوق میں انسان اشرف المخلوق ہے جس کے بارے میں رب جہاں فرماتے ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (سورۃ التین:۴)

''ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔''

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اشرف البشر ہیں۔

سورۃ الزمر میں ارشاد ربانی ہے

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ وَأُمِرْتُ لِأَنْ
أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ

(سورۃ زمر:۱۱،۱۲)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اس کے لئے خاص رکھوں اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں۔''

یہ بھی فرمایا گیا ہے

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

(سورۃ انعام:۱۶۲،۱۶۳)

''فرما دیجئے کہ میری نماز اور میری عبادت میرا مرنا جینا سب رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں سب سے اول مسلمان ہوں۔''

ان آیات قرآنی کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور حق گوئی کے بعد افضل اور مقدم بات یہ ہے کہ دنیا میں سب سے اول المسلمین یعنی فرمانبردار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے مالک کائنات نے کس انداز سے اطاعت ربانی کا مرکز و محور قرار دیا ہے صفاتِ خداوندی کی دلیل اور نیابت الٰہی کی تکمیل نائب خدا کی شہادت ہے رب دو جہاں نے فرمایا: ''کہہ دیجئے کہ ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کیا ہے اس سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے۔'' جب اللہ کا نیک بندہ فرمانبردار نائب حق صفات خداوندی کا مجسمہ اللہ کا رنگ اختیار کرتا ہے تو پھر اس کا ہر فعل اسی کا ہو جاتا ہے پھر وہ اول المسلمین جو کام کر رہا ہوتا ہے اللہ کر رہا ہوتا ہے اُس کا ہر فعل، ہر کردار اور ہر عمل خدائے برحق کا ہو جاتا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن اس کائنات میں انسانیت کیلئے ایک مکمل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے وہ جہاں انسانیت کی بقا و سلامتی کیلئے رب العالمین کی عالمی حیثیت اور اہمیت پر زور دیتا ہے وہاں رسالت کی اہمیت و ماہیت پر بھی بھرپور توجہ دلانے کی سعی کرتا ہے قرآن کہتا ہے کہ جہاں توحید میں رب العالمین کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی کسی کی حاکمیت نہیں ہوسکتی اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے وہاں رسالت میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت منفرد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مرسل نہیں ہوسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دنیائے عرب تک محدود نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کیلئے رسول مبعوث فرمائے گئے اور قیامت تک بنی نوع انسان کیلئے وجۂ بصیرت بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولین کیلئے بھی مبعوث ہوئے اور آخرین کیلئے بھی۔ جہاں تک ملت ابراہیمی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر شریعت ختم کر دی اُمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت ختم کر دی گئی۔ مسئلہ رسالت بحث طلب نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ دراصل مسئلہ ہی نہیں ہے جس طرح احکم الحاکمین کی حاکمیت مسلم اور اظہر من الشمس ہے اسی طرح رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اس دنیائے عمل پر مستحکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ناپائیدار کیلئے ہی رسول مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کیلئے نبی مرسل اور رحمت بن کر اس عالم وجود میں تشریف لائے۔ جہاں تک ختم نبوت یا اس قسم کے مسائل کا تعلق ہے اس میں کسی بات کی گنجائش نہیں ہے بلکہ نبوت کا

ثبوت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ ذریت ہی ختم کر دی تاکہ آنے والے کسی شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ دنیائے آفرینش سے ہر نبی مرسل کسی نبی مرسل کی نسل سے پیدا ہوتا چلا آیا ہے اس مقام پر باری تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے کوئی نرینہ اولاد دائم نہیں فرمائی لہٰذا اب نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہوگیا ہے اسی وجہ سے فرمایا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(سورہ احزاب: ۴۰)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سب نبیوں کے خاتم ہیں''

اُمت محمدی کا مقام بھی دراصل اس قدر بلند و بالاتر ہے کہ اس کی مثال اس کائنات میں نہیں ملتی جس طرح ذاتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منفرد اور واحد ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت بھی واحد ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

(سورہ آل عمران: ۱۱۰)

''تم بہترین اُمت ہو جسے صرف انسانوں کے فائدے کیلئے وجود بخشا گیا ہے۔''

بقول علامہ اقبالؒ:

''وہ ذات پاک جو اکیلی ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے لہٰذا اس کا بندہ بھی کوئی شریک گوارا نہیں کرتا لہٰذا یہ امت واحدہ ٹھہری''۔

''مومن ہر بلند تر سے بلند ہے اور اس کی غیرت ایمانی کسی ہمسر کو برداشت نہیں کرسکتی۔''

سورۃ آل عمران آیت ۸۱ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کی اس

تصدیق کا ذکر ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام نے ارواح کی تخلیق کے وقت کی تھی۔ ارشاد ہوتا ہے:

''وہ (وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت سے سرفراز کروں پھر تمہارے پاس کوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے اس کتاب کی تصدیق کرنے والا جو تم کو دی گئی ہے تو تم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرور ایمان لاؤ گے اور لازماً اس کی مدد کرو گے۔''

پھر فرمایا:

''کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ سب نے کہا کہ ہم نے اقرار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

آیت ۸۲ میں ہے:

''پھر جو کوئی (ان اُمتوں میں سے) اس کے بعد روگردانی کرے تو وہی فاسق ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لا نبی بعدی لا قوم بعدی** میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میرے بعد کوئی قوم نہیں یعنی قوم جب رسالت سے ہے تو جس طرح رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی طرح ملت اسلامیہ خاتم الاقوام ہے نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی قوم آئے گی۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

''مسلمان جب غیر اللہ سے دل کا تعلق توڑ لیتا ہے تو لاقوم بعدی کا نعرہ بلند کرتا ہے یعنی میرے بعد کوئی قوم نہیں ہے''

لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردۂ ناموس دین مصطفیؐ است

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بعد

کوئی نبی نہیں یہ خدا کا احسان ہے اور یہ دینِ مصطفیٰ کے ناموس کا پردہ ہے۔''

اقبال کہتے ہیں کہ ملت اسلامیہ موت سے بالکل بے پروا ہے اسے موت آ ہی نہیں سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ حجر:۹) کی بشارت کے ذریعہ ہماری پائیداری واستواری کا وعدہ کیا ہے اللہ کا فرمان ہے کہ

''ہمیں نے یہ ذکر اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں اس ذکر کی حفاظت ہمارے سپرد ہوئی یعنی جب تک ذکر باقی ہے اس کی نگہبانی اس دنیا میں ہم ہی کرتے رہیں گے۔''

یہ ہماری پختگی، پائیداری، استواری کی دلیل ہے حقیقت یہ ہے کہ وہی قوم جو اس ذکر پر ایمان لائے گی اور اس کی حفاظت کے واجبات بھی پورے کرے گی ظاہر ہے کہ وہی ملت اسلامیہ ہوئی جس کے دوام کا وعدہ کیا گیا ہے۔

بارگاہِ رب العزت جل شانہٗ میں محبوبیت

اس کائنات میں بے بہا مخلوق پیدا ہوئی اور پیدا ہوتی رہے گی انسان اس مخلوق میں افضل و برتر اور خلیفہ فی الارض ہے انسان کے درجات بلند و بالا ہیں انسان نائب حق بھی ہے اور اشرف الخلوقات بھی ہے مگر اس مخلوق خداوندی اور اشرف مخلوق میں بشری جبلت کے باوجود بھی رب کائنات نے ایک خصوصی امتیاز رکھا ہے قرآن میں اس کا مقام اعلیٰ قرار دیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے جن میں شانِ محبوبیت ہوتی ہے یہ اللہ کے محبوب بندے جنہیں اولیاء اللہ کہا گیا ہے یعنی اللہ کے دوست و محبوب بمعنی پیارے یہ حضرات جنہیں پیغمبر نبی رسول مبعوث فرمایا گیا ہے جنہیں اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورہ یونس:۶۲) فرمایا گیا ہے جنہیں واجب التکریم قرار دیا گیا ہے جو بڑے عظیم اوصاف کے مالک ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا مقبول بناتے ہیں تو ملاء اعلیٰ کے قلوب میں اس بندے کی محبت القا قرار دیتے ہیں اور پھر وہ آسمانوں میں بسنے والوں کے دلوں میں الہام محبت کرتے ہیں اور وہاں سے پھر زمین والوں کے دماغوں میں اس کی محبت اتار دی جاتی ہے۔''

ہر نبی پیغمبر اسی محبوبیت کا حامل ہوتا ہے اس سلسلہ میں باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں

چند اشارے دیئے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کی تخلیق ہم نے اپنے ہاتھوں سے کی ہے اور یہ بات ان کی خصوصی عظمت و برتری کی بین دلیل ہے۔ فرمایا وصورکم میں نے صورت بنائی اچھی۔ پھر آدم علیہ السلام نائب حق خلیفۃ اللہ اور نائب خدا بھی ٹھہرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا:

> ''میں نے ڈال دی تجھ پر محبت اپنی طرف سے تاکہ تیری پرورش میری نگرانی میں ہو اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے''۔

یہ اسی محبوبیت کا کرشمہ تھا محبوبیت کی بہت بڑی خصوصیت تھی کہ بنی اسرائیل کے لاکھوں بچے فرعون کی طاغوتی طاقت کا شکار ہوئے مگر اس کے گھر موسیٰ علیہ السلام کی پرورش و پرداخت ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنی خصوصی محبت کی وجہ سے فرعون جیسے مغرور اور متکبر کے دل میں بھی موسیٰ علیہ السلام کی محبت ڈال دی صاف ظاہر ہے کہ باری تعالیٰ اپنے دوستوں کیلئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا:

> ''اور ہم نے اس کو (داؤد) لباس یعنی زرہ کی صنعت کی تمہارے لئے تعلیم دی تاکہ جنگ میں وہ لباس تمہاری حفاظت کرے''۔

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیت تھی کہ اللہ تعالیٰ براہ راست ان کو یہ صنعت سکھا رہا ہے اور فن زرہ سازی میں باری تعالیٰ معلم ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ مقبولیت بخشی کہ ان کے لئے جنات مسخر ہوئے۔ ہوا، جانور، پرندے بھی تابع تھے یہ عظیم سلطنت جس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

> ''ہم نے اس کو بلند جگہ پر اٹھالیا''

یہ بلند مرتبہ کی نشانی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ قرار پائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبروں میں منفرد خصوصیت یہ ہے کہ:

> ''بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں کہ جس کا القا مریم کی طرف اللہ نے کیا اور روح اللہ ہیں اکی طرف سے''

روحٌ منہ' یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جو اسرائیل کے سارے پیغمبروں میں سے منفرد وممتاز کرتی ہے روح اللہ اور روح من اللہ قرار دے کر باری تعالیٰ نے ایک مخصوص درجہ عنایت فرمایا ہے اس بناء پر عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا گردانا کہ جب اللہ کی روح قرار پائی تو ظاہر ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک حصہ ہے حالانکہ یہ کفر ہے۔

لیکن ان برگزیدہ نبیوں پیغمبروں کی محبوبیت کے شواہد کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران:۳۱)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے اور اگر تم اللہ سے محبت
کرتے ہو تو میری اطاعت کرو مجھ سے محبت کرو تو اللہ تعالیٰ تم
سے محبت کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں نبیوں سے محبت فرمائی اور اس کی مثالیں قرآن میں موجود ہیں لیکن جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو یہ صورت مختلف ہوگئی یہاں ایک ایسی شان محبوبیت بیان کی گئی ہے کہ جس کی مثال قرآن میں موجود نہیں ہے کہ اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو گے تو میں تم سے محبت کروں گا۔ اس بالواسطہ محبت کا مقصد کیا ہے آخر ایسی بات کیوں؟ جب روز ازل سے اللہ کے نبی رسول پیغمبر بارگاہ ربوبیت میں محبوب ٹھہرے مقبول ہوئے اللہ کے خاص بندے ٹھہرے دنیا میں اعلیٰ شخصیت تھے تو آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خصوصی برتاؤ کیوں کیا گیا کہ میرے نزدیک نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ومکرم ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر تابعدار بندہ بھی محبوب ہوگا یہ تو محبوبوں کی منڈی لگ گئی یہ دنیا محبوب خانہ بن گئی اس وقت دور نبوت میں صرف نبی ہی محبوب تھا یہاں ہر مومن محبوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بجا طور پر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا گیا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا گیا درودوں کی ڈالی بھی عطا کی گئی فرشتوں کے درود بھی وارد ہوئے انسانوں کو بھی حکم فرمایا گیا کہ تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجو صاف ظاہر

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقرب خصوصی بندے ہیں لیکن آیت مذکورہ سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہیں بشیر نذیر ہیں سراج المنیر ہیں خاتم النبیین ہیں شاہد وبشیر ہیں لیکن ان تمام تعریفوں اور صفاتِ عالیہ اور مقام اولیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت ایک ایسی منفرد حیثیت کی حامل ہے کہ اس پر تمام شایان شان صفات بھی قربان کر دینی بہتر ہیں گرچہ شان کوئی بھی ہو واپس نہیں ہوا کرتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت واپس نہیں ہوتی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مخصوص بندوں کو تحفہ دیا جاتا ہے انعام دیا جاتا ہے اور دنیا میں ان کا مقام منفرد کیا جاتا ہے لیکن آیت مذکورہ میں جو خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ ایسی اعلیٰ وارفع ہے کہ جس پر کروڑوں اربوں تعریفیں بھی قربان کی جاسکتی ہیں دنیا میں عام رسم ہے کہ انسان ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ ہم تو آپ کے غلام ہیں لیکن جب کوئی یہ کہتا ہے کہ جناب ہم آپ کے غلاموں کے غلام ہیں تو انسان ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جناب کی اس قدر تابعداری کیا خوب! پھر اس تابعداری پر ذرہ نوازی بھی خوب ہوتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے مالک قرار پائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمال بصیرت سے مستفیض ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف کہا رحیم فرمایا کریم سے سرفراز ہوئے لیکن یہ مقام ان سب سے بلند تر ہے کہ جو فرد بشر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والفت کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل پیرا ہوگا اس کو بارگاہ رب العزت میں وہ مقام عطا ہوگا جو دوسرے نبیوں رسولوں کو عطا ہوا ہے اس سے اللہ تعالیٰ محبت خود فرمائیں گے وہ بارگاہ ذوالجلال میں محبوب و برتر قرار پائے گا اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت ایک ایسی شان ہے کہ قیامت تک لوگ مستفید ہوتے رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت کے عوض باری تعالیٰ کے حضور بھی محبوب و برتر ہوتے رہیں گے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رحمت وسرفرازی وسربلندی کا ایسا سلسلہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔

شانِ محبوبیت ملاحظہ کیجیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قیامت تک اربوں انسان اطاعت شعار بندے محبوب خدا بنتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ رواں دواں رہے گا۔

کائنات میں نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور غلامی کا سلسلہ جاری ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار بندے بھی اللہ کے محبوب بن سکتے ہیں یہ درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں تابعداروں کا مقابلہ نبیوں رسولوں سے ہرگز نہیں ہو سکتا لیکن مسئلہ تو بارگاہ ربوبیت میں محبوبیت کا ہے یہ بندے بھی محبوب ہوں گے جیسا کہ نبی رسول محبوب ہیں۔ یہ صرف نبی آخرالزماں کا خاصہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں آپ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت و نبوت ختم ہے مگر رحمت ختم نہیں ہوئی محبوبیت ختم نہیں ہوئی جب تک یہ کائنات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں اور سلام و درود جاری رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار بندے بھی اللہ کے یہاں محبوب بنتے رہیں گے وہ مقبول و منظور ہوتے رہیں گے۔ یہی محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ کی خاص خصوصیت ہے۔

معلمِ اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم

مالک کائنات رب دو جہاں کا سورۃ القلم میں ارشاد گرامی ہے:

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

(سورۃ القلم:۳-۴)

''اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اجر عظیم ہے جو ختم ہونے والا نہیں۔ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔''

''خُلق'' کے معنی ہیں ''مزاج''، ''رویہ''، ''عادت''، ''حسنِ عمل'' اور خَلق کے معنی ہیں ''صورت''، ''شکل''، ''وجود''۔ خَلق کی جمع مخلوق ہے اور خُلق کی جمع اَخلاق ہے۔ اخلاق میں کسی شخص، جماعت یا پھر پوری اولاد آدم کے عادات و خصائل، آداب، طور طریقے، رویے آ جاتے ہیں گویا خَلق صورت ہے خُلق سیرت ہے کسی شخص کی شکل و صورت تبدیل نہیں ہو سکتی لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (سورۃ روم:۳۰) لیکن اس کا طرز عمل، رویہ، پسند ناپسند اور اسلوب سخن کو بدلا جا سکتا ہے انسان کی فطرت میں رب ذوالجلال نے یہ اہلیت ودیعت فرمائی ہے کہ وہ تبدیلی قبول کرے کسی کام کو دیکھ کر اس سے اپنا عمل تبدیل کرے یہ تربیت کا خاصہ ہے۔ اخلاق عمل ہے علم نہیں ہے علم پڑھا جاتا ہے لیکن اخلاق سیکھا جاتا ہے اخلاق ہمیشہ تربیت سے ملتا ہے جس کی تربیت غلط ہوئی اس کا اخلاق بھی غلط ہو گیا۔ موجودہ دور میں قرآن موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے واقعات موجود ہیں پورا ضابطہ اخلاق موجود ہے دنیائے ناپائیدار میں اس معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سوانح حیات موجود ہے مگر ایک چیز ایسی ہے جو کمیاب ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی تربیت ہے۔ قومیں تربیت سے بنتی ہیں اسی لئے خود معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**

''مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہے''

دنیائے ناپائیدار میں بڑے بڑے ناصح اور اخلاق کی تعلیم سے آراستہ کرنے والے بہت گزرے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت عالم اخلاق میں بالکل منفرد اور واحد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شخصیت اس وجہ سے بھی اعلیٰ و ارفع تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اخلاق کا مظاہرہ کر کے دوسروں کیلئے وجۂ بصیرت بن جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ایک تھا اسی وجہ سے قرآن کہتا ہے:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورۃ صف: ۲)

''جو نہیں کرتے وہ کہتے کیوں ہو؟''

معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صفت ہی یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیمات کے خود نمونہ تھے۔ جلوت میں جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہی عملی صورت میں خلوت میں بھی تھی یعنی قول و فعل میں تضاد نہ تھا۔

اخلاق کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مشہور ہے کہ جس کسی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے برملا جواب دیا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن مجید ہے'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم قرآن تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن کہتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

(سورۃ آل عمران: ۱۵۹)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرمی سے پیش آتے ہیں ورنہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹ جاتے۔''

حسن اخلاق کی بڑی دلیل رویہ اور برتاؤ ہے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ توبہ: ۱۲۸)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کی بھلائی کیلئے حریص ہیں اور مومنوں پر نہایت مہربان و شفیق ہیں۔''

یہ بات واضح ہوگئی ہے اور اظہر من الشمس ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو محض قرآن کی تعلیم ہی نہیں دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغمبر بن کر وارد نہیں ہوئے بلکہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھایا۔ جس چیز کا بھی قرآن میں حکم صادر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت عمل کر کے دکھایا۔ جن اخلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا یا تعلیم دی گئی سب سے بڑھ چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان سے متصف ہوئی اور جن اقوال و افعال کو ناپسند فرمایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے زندگی مطہر و منزہ رہی لہٰذا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ (سورۃ مائدہ: ۲) وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورۃ آل عمران: ۱۱۰) کا عملی نمونہ بن کر امت مسلمہ کو پیش کیا اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ قرار پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت ہی قرآن متصور ہونے لگی۔ سورۃ الماعون میں فرمایا گیا فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (سورۃ ماعون: ۲) ''وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے'' یعنی وہ یتیم کا حق مارتا ہے اور اسے دھکے دیتا ہے اس پر ظلم کرتا ہے۔ آیت مذکورہ کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل ایک یتیم بچے کا وصی تھا وہ بچہ ایک روز اس کے پاس آیا اس کے بدن پر کپڑا نہ تھا اس نے التجا کی کہ مجھے میرے باپ کے مال میں سے کچھ دے دو تاکہ میں اپنے کپڑے خرید سکوں مگر اس ظالم نے توجہ ہی نہ دی یہ منظر قریش مکہ کے سردار دیکھ رہے تھے انہوں نے شرارت کرتے ہوئے اس لڑکے کو کہا کہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جا وہ تیرا مال دلوا دیں گے۔ وہ لڑکا بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا مال ابوجہل نہیں دیتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دلوا دیجیے۔ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکے کے ہمراہ ابوجہل کے پاس گئے تو ابوجہل نے اس لڑکے کا سارا مال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا۔

سردارانِ قریش یہ منظر دیکھ رہے تھے وہ بڑے متعجب ہوئے اور ابوجہل سے کہا ''کیا تم نے اپنا مذہب چھوڑ دیا ہے؟'' ابوجہل نے جواب دیا کہ ''خدا کی قسم میں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا بلکہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق نے مجبور کر دیا ہے اور میں کچھ بات نہ کر سکا'' یہ ثابت ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن پر بھی ہوا۔

گھریلو زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو نہیں جھڑکا، اسے زدو کوب نہیں کیا، کسی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے کسی اللہ کی مخلوق کو تکلیف نہیں پہنچی۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہ کرتے۔ آپ کو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب نہ دیتے آپ کو بارگاہِ رب العزت جل شانہ سے ایسا بے مثال اور منفرد لقب کیوں ملتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم صحبت یافتہ حضرات فرماتے ہیں کہ ہم نے جس قدر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وتابعداری میں گزارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کرنا تھا کیوں نہ کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت بھی کرتے تو اخلاق و محبت سے اور اچھوتے طریقہ سے تلقین کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس جس سے ماہ وانجم بھی شرما جائیں غصے یا پژمردگی، غم واندوہ کبھی نہ دیکھا گیا تھا ہر وقت روشن اور چمکتا ہشاش بشاش رہتا ہر وقت خندہ پیشانی سے پیش آتے اور دیکھنے والا گرویدہ ہوتا اسی وجہ سے مشرکین مکہ کوشش میں مصروف تھے کہ کوئی شخص بھی بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری سے مشرف نہ ہو ورنہ وہ یقینی طور پر شکار ہو جائیگا اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر ساحر کے لقب سے پکارتے تھے۔ حج کے موقعہ پر یہ لوگ دوسرے علاقوں سے آنے والے لوگوں سے ملتے اور انہیں کہتے کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم اس کے پاس نہ جانا اور وہ لوگ اسی اشتیاق کی وجہ سے ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت وشہرت کو دیکھنے کیلئے جاتے اور اکثر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت، سیرت اور حسن اخلاق دیکھ کر محو حیرت ہوتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو جاتے فرمانبردار بن جاتے۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (سورۃ لقمان: ۲۰)

''اور پوری کر دیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں''

اور باری تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورۃ الم نشرح:۴) ''اے پیغمبر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کیا ہے''۔

طے عرب کا ایک قبیلہ تھا جس سے مشہور سخی حاتم کا تعلق تھا اور اس بادشاہ کو عرف عام میں حاتم طائی کہتے تھے کہ وہ سخاوت میں ید طولیٰ تھا۔ علامہ اقبال اس کی بیٹی کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔

در مصافے پیش آں گردوں سریر
دختر سردار طے آمد اسیر

''آسمان کیلئے جس وجود صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت بنا باعث عزوشرف تھا اس کے سامنے ایک جنگ میں قبیلہ طے کے سردار کی بیٹی قید ہو کر آئی''۔

پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود
گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

''اس کے پاؤں میں زنجیر تھی اور اس کیلئے پردے کا کوئی سامان نہ تھا شرم وحیا کے باعث اس کی گردن جھکی ہوئی تھی''۔

دخترک را چوں نبیؐ بے پردہ دید
چادر خود پیش روئے او کشید

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کو بے پردہ دیکھا تو فوراً اپنی چادر اس کے چہرہ پر ڈال دی''۔

اقبال قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

ما ازاں خاتون طے عریاں تریم
پیش اقوام جہاں بے چادریم

''ہم اس خاتون طے سے بدرجہا زیادہ برہنہ ہیں دنیا کی قوموں کے سامنے ہم عزت و احترام کی چادر سے محروم ہو چکے ہیں''۔

روز محشر اعتبار ماست او
در جہاں ہم پردہ دار ماست او

''بلاشبہ قیامت کے روز ہمارا یقین و اعتماد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے لیکن اس زندگی میں بھی ہماری پردہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے قائم رہ سکتی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق اور کردار و عمل کو اپنانا چاہیے''۔

عفو و درگزر

اس کائنات میں ذات گرامی والا صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی، شفقت و محبت، رحیمی و وسیع القلبی اظہر من الشمس ہے اس دنیائے عمل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا اور ازدواجی معاشرتی زندگی ایک مثالی زندگی ہے جس کی مثال روز اوّل سے تا ابد نہ ملی اور نہ ہی ملے گی تمام صفات عالیہ میں صفتِ رحمت اور عفو و درگزر قابل صد تحسین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی اور شفقت قلبی کسی فرد بشر سے پوشیدہ نہیں ہے اس سائنسی اور ترقی یافتہ دور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ اخلاق اور رحم و کرم عفو و درگزر کا تذکرہ تعریف و توصیف سے کیا جاتا ہے غیر اقوام و ملل بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ کی معترف ہیں اور عمل پیرا ہیں۔ سورۃ توبہ میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝

(سورۃ توبہ:۱۲۸)

''اے لوگو تمہارے پاس ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت (نقصان) کی بات گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے حریص رہتے ہیں ایمانداری کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں''۔

اسی سورۃ میں ہر مسلم ومشرک پر عفو و درگزر کے سلسلہ میں باری تعالیٰ نے حضور عالی مقام سے یہ بات فرمائی ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

(سورۃ توبہ:۱۱۳)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو جائز نہ تھا کہ وہ مشرکین کیلئے دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور وسیع القلبی کے پیش نظر اس سورۃ توبہ میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝

(سورۃ توبہ:۶)

''اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ کا طالب ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پناہ دیجیے تاکہ وہ کلام الٰہی سن لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ میں پہنچا دیجیے یہ حکم اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے''۔

نبی کریم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے تمول پر فقیری کو ترجیح دی جنہوں نے تونگری کو ٹھکرا دیا اور مسکینی کو قبول کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دین پرور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اُمت عاصی کے غم و اَلم میں پوری ایک رات بھی آرام سے سو نہ سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خلق عظیم ہیں جو مسلسل نفس سے جنگ آزما رہے چونکہ آپ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بابِ فیض فقیروں اور حاجت مندوں کیلئے ہر وقت کھلا رہتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحیم دل اور پاک

ضمیر دشمنوں کی ایذا رسانی سے کبھی غبار آلود نہ ہوا وہ نبی اُمی لقب صلی اللہ علیہ وسلم جن کے موتی جیسے دانت توڑ دیئے گئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی صبر کیا اور عفو درگذر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی پیشانی کو زخمی کر دیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن عفو درگزر ہاتھ سے نہ چھوڑا اسی وجہ سے بارگاہِ رب العزت سے یہ آیت نازل ہوئی:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

(سورۃ آل عمران:۱۵۹)

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کیلئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش سے ہٹ جاتے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قصور معاف کر دیجیے اور ان کیلئے دعا کیجیے''۔

سورۃ مائدہ میں رب تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

(سورۃ مائدہ:۱۳)

''سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معاف کر دیجیے اور ان سے درگزر کیجیے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے''۔

اسی طرح باری تعالیٰ نے مومنین سے شفقت فرمانے کا مشورہ دیا ہے۔ سورۃ الحجر میں یوں فرماتے ہیں وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ (سورۃ الحجر:۸۸) ''اور مومنین پر شفقت کیجیے''۔ جب وہ بدکاری کریں یا جرم کریں اس کا دفعیہ (علاج) ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نرم برتاؤ کریں۔ سورۃ المومنین میں ارشاد ربانی ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ

(سورۃ المومنون:۹۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بدکاری کا دفعیہ (تدارک)
ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجیے جو بہت ہی اچھا اور نرم ہو ہم خوب
جانتے ہیں جو کچھ یہ (آپ کی نسبت) کہا کرتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مومنین اور عام انسانوں کو تلقین کرتے ہوئے عفو و درگزر کی تعلیم سورۃ بقرہ میں یوں دی ہے

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ
صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ

(سورۃ بقرہ:۲۶۳)

''مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا بدرجہا بہتر ہے ایسی خیرات
سے جس کے بعد ایذا پہنچائی جائے اور اللہ تعالیٰ غنی و حلیم ہیں''۔

غصہ کو ضبط کرنا اور درگزر کرنا بھی شعارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سورۃ آل عمران میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ
عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

(سورۃ آل عمران:۱۳۴)

''ایسے لوگ جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور
غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے
ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے''۔

درگزر کے سلسلہ میں سورۃ نور میں ہدایت کی گئی ہے؛

وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(سورۃ نور:۲۲)

''اور چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاف کر دیں اور درگزر

کریں کیا یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ
معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے''۔

سورۃ اعراف میں فرمایا گیا ہے:

''عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کرو معروف کی تلقین کرتے رہو
اور جاہلوں سے مت الجھو''۔ (سورۃ الاعراف:۱۹۹)

عفو و درگزر شرافت و شجاعت اور نرم مزاجی کی مثال دیکھنا ہو تو فتح مکہ کے موقع پر اس فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کا مطالعہ کریں جنہوں نے لوگوں کے دل جیت لئے اور اپنے سخت ترین دشمنوں کو معاف کر دیا اور محبت کا نہ صرف ابدی پیغام دیا بلکہ اس کے ابدی نقوش تاریخ عالم پر ثبت کر دیے۔

عبداللہ بن اُبی یہودی منافق تھا اس نے اسلام کو بہت ہی نقصان پہنچایا جب وہ وفات پا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے کیلئے جا رہے ہیں تو باری تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں فرمایا:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

(سورۃ توبہ:۸۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ان کیلئے استغفار کریں یا ان کیلئے
استغفار نہ کریں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے ستر بار بھی
استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا''۔

اسی سورۃ میں فرمایا:

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

(سورۃ توبہ:۸۴)

''اور ان میں سے کوئی اگر مر جائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھیے
اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ
اللہ جل شانہٗ کا ہاتھ

قرآن مجید ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ سے مزین ہے اور قریہ قریہ پر گوہر بار ہے گوہر افشاں ہے آیات قرآنی اظہر من الشمس ہیں کہ کسی مقام پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدہ نہیں کیا گیا ان دو شخصیتوں میں کہیں بھی جدائی نظر نہیں آتی حتیٰ کہ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ اور وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ ایسی تشبیہات ہیں جن سے عیاں ہوا ہے کہ ایک ہی مشن ایک ہی نصب العین اور ایک ضابطہ کے علمبردار ہیں۔

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں انسانیت الوہیت سے اس طرح واصل ہو جاتی ہے کہ دونوں میں تمیز مشکل ہو جاتی ہے یہاں بندہ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ اس کے فعل کو اللہ تعالیٰ خود اپنا فعل فرماتا ہے اس کو صوفیائے کرام نے وصل اللّٰہ، قرب حق، فنا فی اللّٰہ، بقا باللّٰہ کہا ہے۔

اقبال ایک مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"وہ سورج اور انسان سیارہ ہے اور اس کے نظارہ سے ہی
انسان سراپا نور ہے اور اس کی آغوش کے بغیر انسان کی ہستی
ناتمام ہے"

قرآن و سیارہ کی تشبیہ کو کس اچھوتے انداز سے پیش کیا گیا ہے اگر سیارہ کو قرآن سے علیحدہ کر دیا جائے تو اس کی حیثیت نہیں رہے گی اس پر ایک انسان کو قیاس کیا جا سکتا ہے

جب یہ انسان اپنے مالک حقیقی سے جدا ہو جاتا ہے تو اس کے کمال میں نقص آ جاتا ہے قرآن سے الگ ہونے کے بعد سیارہ میں جو کمی واقع ہوتی ہے اس کا احساس کیفیت کے اعتبار سے ہوتا ہے کمیت کے لحاظ سے نہیں ذرہ کا صحرا سے اور قطرہ کا دریا سے جو تعلق ہے بالکل اسی نوعیت کا رشتہ قرآن اور سیارہ کے درمیان پایا جاتا ہے۔ دراصل انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور خلافت میں اللہ کا رنگ اختیار کرنا اس کے جمال کا عکس پیدا ہونا فطری بات ہے جب انسان خدا کے نزدیک اپنی صفات سے متصف نہ ہو حقیقت میں وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے چاہے وہ نائب حق اور خلیفہ فی الارض کہلائے۔

مسلمان کی اصل ہیئت ہی انسانیت ہے جب وہ اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ خلافتِ الٰہیہ کے منصب پر فائز ہو جاتا ہے تو یہ کائنات اس کے قدموں پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتی ہے۔ اور اس کا بندہ اس کا ہو جاتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اس کی زبان میری زبان ہے۔ پھر ان کو جدا کرنا کائنات کے بس کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک منظر پیش کرتے ہیں:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا

(سورۃ فتح:۱۸)

"بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگے ہاتھ فتح دے دی"۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا

(سورۃ فتح:۱۰)

''جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ
اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے
پھر جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر
پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا اللہ سے جو عہد کیا
ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو بڑا اجر دے گا''۔

ایک عقل و خرد سے بہرہ ور انسان بھی محوِ حیرت ہوتا ہے کہ یہ منظر کیا ہے؟ تشبیہ و استعارہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک واقعہ ہے یہ استحکام خلافتِ الٰہی ہے یہ استحکام شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ واقعہ بیعت رضوان سے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے جب محبوب الٰہی نے کفار کی جانب خاک کی مٹھی پھینکی تو باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

(سورۃ انفال: ۱۷)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ
اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی ہے۔''

جب جنگ میں کفار قتل ہو رہے ہیں تو فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ

(سورۃ انفال: ۱۷)

''سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا''

یہ تمام واقعات غزوات میں ہوئے۔ دراصل جب انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ اس کا ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ''تم اللہ کو یاد کرو اللہ تمہیں یاد کرے گا''۔ جب اس کا بندہ مال و جان قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور بے خطر کود پڑتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو اپنا فعل سمجھتے ہیں اور اللہ اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ اللہ کی رضا ہی اصل زندگی ہے اور یہ مقصدِ کائنات ہے یہ تعلق خداوندی کا بہترین نمونہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مستحسن قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے قسمیں کھائیں!

قرآن مجید فرقان الحمید میں باری تعالیٰ نے متعدد سورتوں میں قسمیں کھائی ہیں تنزیل قرآن کے سلسلہ میں بار بار تقریباً ہر سورۃ کی ابتداء میں قسم کھائی ہے اکثر و بیشتر قسموں میں ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کیا گیا ہے اکثر مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کھائی ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہوا ہے وہاں ستاروں کی قسم، رات کی قسم، قلم کی قسم، انجیر کی قسم، شہر کی قسم، زیتون کی قسم، زمانہ کی قسم، ہواؤں کی قسم، قرآن کی قسم اٹھائی گئی ہے۔
عربی زبان میں قسم کے معنی عمومی طور پر گواہی کے لئے جاتے ہیں اگر قرآن کا مفہوم یہ ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی مرتبت زندگی کو بطور نظیر پیش کیا گیا ہے دراصل کسی چیز کے بارے میں یا کسی کو تسلیم کرنے کے سوال پر اللہ تعالیٰ انسان کو یقین دلانے اور اس کی اہمیت کو جتانے کیلئے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ اسے یقین اور اطمینان ہو جائے کہ واقعی قرآن جو کچھ فرما رہا ہے وہ درست ہے لہٰذا ان قسموں کو بلا کسی حیل و حجت کے تسلیم کر لینا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قسم بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ سورۃ الحجر میں فرمایا گیا:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

(سورۃ الحجر: ۷۲)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی قسم وہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش تھے"۔

سورۃ نساء میں فرمایا گیا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

(سورۃ نساء:۶۵)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں تب تک مومن نہیں ہو سکتے"

سورۃ بلد میں ذکر ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (سورۃ بلد:۱)

"میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں"

سورۃ یٰسین میں فرمایا گیا ہے:

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

(سورۃ یٰس ۱،۲)

"قسم ہے قرآن کی بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم منجملہ رسولوں کے ہیں"

سورۃ العٰدیٰت میں ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝

(سورۃ عادیات:۱،۲)

"قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تخت و تاراج

کرتے ہیں"

سورۃ التین میں انسان کی خوبصورتی اور بہترین تقویم کے بارے میں قسمیں کھائی گئی ہیں یہ انسانیت کے مخبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان قدوسی ہے؛

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

(سورۃ التین:۱تا۴)

"قسم ہے انجیر کی، زیتون کی اور طور سینا کی اور امن والے شہر کی (یعنی مکہ) انسان کو بہت خوبصورت پیدا کیا ہے"

سورۃ الضحیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑنے کی قسمیں اٹھائی گئی ہیں ارشاد ربانی ہے:

وَالضُّحٰى ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝

(سورۃ الضحیٰ:۱تا۳)

"قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ قرار پائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضی کی بات ہے"

اس کی تشریح یوں کی گئی ہے قسم ہے تیرے روئے روشن کی قسم ہے تیری زلف عنبرین کی جب وہ تیرے چمکتے رخساروں پر بکھر آئیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے نہ چھوڑا نہ ہی مکروہ جانا ہے۔

سورۃ واللیل میں ہے:

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝

(سورۃ واللیل:۱تا۴)

"قسم ہے رات کی جب کہ وہ دن کو چھپا لے قسم ہے دن کی

جب کہ وہ روشن ہو قسم ہے اس ذات کی جس نے نر و مادہ پیدا
کیا کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششیں مختلف ہیں"

سورۃ الشمس میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝
وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝
وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝

(سورۃ الشمس: ۱ تا ۷)

"قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی
جب پیچھے آئے قسم ہے دن کی اس کو خوب روشن کرے قسم
ہے رات کی جب وہ اس کو چھپا لے قسم ہے آسمان کی اور اس
ذات کی جس نے بنایا قسم ہے زمین کی اور اس کو بچھایا قسم ہے
انسان کی جان کی اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا"

سورۃ فجر میں فرمایا:

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝

(سورۃ الفجر: ۱ تا ۴)

"قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی جنت کی اور طاق کی اور قسم
ہے رات کی جب وہ چلنے لگے گزرنے لگے"

سورۃ طارق میں ہے:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝

(سورۃ الطارق: ۱)

"قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو نمودار ہونے والی ہے"

سورۃ بروج میں ارشاد ہوا ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝

(سورۃ البروج ۱ تا ۳)

"قسم ہے برجوں والے آسمان کی قسم ہے وعدہ کیے ہوئے
دن کی اور حاضر ہونے والے کی اور قسم ہے اس دن کی جس
میں حاضری ہوتی ہے"

سورۃ التکویر میں فرمایا گیا:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝
وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝

(سورۃ التکویر: ۱۵ تا ۱۹)

"میں قسم کھاتا ہوں اُن ستاروں کی جو چلتے پیچھے ہٹنے
لگتے ہیں اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگی ہے اور قسم ہے
صبح کی جب وہ آنے لگی ہے یہ قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول ہے"

سورۃ الحاقۃ میں پھر اسی طرز کا مضمون ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

(سورۃ الحاقۃ: ۳۸ تا ۴۱)

"قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی
جنہیں تم نہیں دیکھتے یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول
ہے کسی شاعر کا قول نہیں ہے"

سورۃ العصر میں ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ ۝

(سورۃ العصر: ۱، ۲)

"قسم ہے زمانہ کی کہ انسان واقعی خسارے میں ہے"

سورۃ النازعات میں ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ (سورۃ النازعات: ۱)

’’قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں‘‘

سورۃ المرسلات میں فرمایا گیا ہے:

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾
فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾

(سورۃ المرسلات: ۱ تا ۶)

’’قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع کیلئے بھیجی جاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں پھر ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو (دل میں) اللہ کی یاد کا القا کرتی ہیں۔ الزام اُتارنے یا ڈرانے کیلئے!‘‘

سورۃ القیامت میں قیامت کے دن کی قسم ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾

(سورۃ قیامۃ: ۱، ۲)

’’میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے‘‘۔

سورۃ مدثر میں یوں قسمیں کھائی گئی ہیں:

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾

(سورۃ المدثر: ۳۲ تا ۳۴)

’’نہیں نہیں قسم ہے چاند کی۔ قسم ہے رات کی جب جانے لگے۔ قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے‘‘۔

سورۃ ن والقلم میں ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾

(سورۃ قلم: ۱، ۲)

’’قسم ہے قلم کی اور قسم ہے ان کے لکھنے کی کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں‘‘۔

سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾

(سورۃ النجم: ۱ تا ۳)

’’قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ ہی غلط راستہ پر ہوئے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کچھ بتاتے ہیں‘‘۔

سورہ طور میں بیت المعمور اور طور پہاڑ کی قسمیں کھائی گئی ہیں:

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾
وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾

(سورۃ طور: ۱ تا ۶)

’’قسم ہے طور پہاڑ کی اور اسی کتاب کی جو کھلے ہوئے اوراق میں لکھی گئی ہے قسم ہے بیت المعمور کی قسم ہے اونچی چھت کی اور قسم ہے جوش مارتے ہوئے سمندر کی جو پانی سے پُر ہے‘‘۔

سورۃ الذاریات میں قسموں کا یوں ذکر ہے:

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ
اَمْرًا ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿۵﴾

(سورۃ الذاریات: ۱ تا ۵)

’’قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں پھر قسم ہے ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں قسم ہے ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے‘‘

سورۃ قٓ میں قرآن کی قسم اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا ذکر کیا گیا ہے:

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

(سورۃ قٓ: ۱، ۲)

''قسم ہے قرآن مجید کی ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے
پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آ گیا''

سورۃ دخان میں بھی قرآن کی قسم کھائی گئی ہے:

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ

(سورۃ دخان: ۱، ۲)

''قسم ہے اس کتاب واضح کی''

اس قسم کے بعد یہ وضاحت کر دی گئی کہ

اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

(سورۃ دخان: ۵، ۶)

''ہم بوجہ رحمت کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف
سے ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنانے والے تھے
یعنی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنانا منظور تھا۔''

سورۃ الزخرف میں بھی یہی قسم ہے:

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ

(سورۃ زخرف: ۱، ۲)

''قسم ہے اس کتاب واضح کی''

سورۃ صٓ میں قرآن کی قسم کھائی گئی ہے:

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۚ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ

(سورۃ صٓ ۱، ۲)

''قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے یہ کفار تعصب و تکبر
میں مخالفت کرتے ہیں''۔

سورۃ متذکرہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھا کر کفار کے متعلق شقاق کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی خار پیدا کرنے والے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے میں کمربستہ تھے اور تعصب و تکبر میں مبتلا تھے۔

سورۃ صٰفٰت میں ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ
اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ

(سورۃ صٰفٰت: ۱ تا ۴)

''قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھے کھڑے ہیں پھر قسم
ہے ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں پھر قسم ہے ان
فرشتوں کی جو ذکر (قرآن) کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معبود ایک ہے''۔

سورۃ المعارج میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ

(سورۃ المعارج: ۴۰)

''میں قسم کھاتا ہوں مشرق اور مغرب کے مالک کی ہم اس پر
قادر ہیں''۔

درود و سلام صلی اللہ علیہ وسلم

ز حادثاتِ زمانہ نجات گر طلبی
درود گو بجنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ و افضل مقام کسی سے پوشیدہ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سربلندی اور شانِ قدوسی اور کریمانہ صفات کی جہاں تک تعریف و توصیف کی جائے پھر بھی کم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سربلندی کی سند اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ رب العالمین، خالقِ جہاں، مالک کونین خود تعریف میں رطب اللسان ہوں اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود و سلام بھیجیں۔ مالک کائنات نے اپنی مخلوقات پر بھی یہ فریضہ قرار دے دیا کہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی شان و مرتبہ پر سلام و درود بھیجیں اور ساتھ ہی بارگاہ رب العالمین کی درود خوانی میں فرشتے بھی شریک ہوں اس طرح اجتماعی اور عالمگیر درود و سلام بھیجنے کا مقصدِ حیات کیا ہے آخر اس طرح بارگاہ ربوبیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند ہو گا؟ کیا رب دو جہاں نے صرف مقام کی سربلندی کیلئے درود و سلام بھیجنے کی ہدایت کی ہے؟ جیسا کہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و آلہ وسلم کہہ کر سربلندی کے مینار کھڑے کر دیئے ہیں یا اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس پر مختلف قسم کے فرائض، ہدایات اور اصولِ زندگی مقرر کر دیئے ہیں جس کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عین ضروری قرار دے دی گئی اور انسان پر یہ فرض عائد کیا گیا کہ وہ اللہ کی تابعداری کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری بھی کرے لہٰذا اس پر تمام فرائض منصبی معین کرنے کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی کہا گیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت میں سلام و درود بھی بھیجے اس طرح انسان پر درود و سلام فرض ہو گیا لیکن اصل سوال یہ ہے کہ باری تعالیٰ اور انسان کا تعلق بڑا ہی تعجب خیز ہے رب خالق ہے بندہ مخلوق ہے رب معبود ہے بندہ عابد ہے رب حاکم ہے بندہ محکوم ہے رب آقا ہے بندہ پھر بندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو بھی فرائض رکھے ہیں وہ صرف اطاعت و تابعداری پر موقوف ہیں لیکن یہ فریضہ عجیب و غریب ہے حیران کن ہے اور حیرت انگیز ہے انسانی عقل حیرت و استعجاب میں مستغرق ہو جاتی ہے کہ آخر بندہ پر جو فرض عائد کیا گیا ہے وہ خود رب العالمین کیوں سرانجام دیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ جو کام کرتے ہیں وہ انسان نہیں کرتے بلکہ نہ کر سکتے ہیں اور بندے جو کام کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نہیں کرتا لیکن اس مقام پر ضروری قرار پایا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں لہٰذا انسان بھی درود بھیجیں۔ بندہ چونکہ بندگی کیلئے پیدا کیا گیا ہے اس نے بندگی کرنی ہے اللہ تعالیٰ اس سے جس کیلئے بھی بندگی کرائے۔ بندہ محکوم محض ہے۔ رب کائنات کا روزِ اوّل سے یہ اصول رہا ہے کہ اس نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا ہے جنہیں رسول، نبی یا پیغمبر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان مخصوص اور اعلیٰ و ارفع بندوں پر مہربان بھی ہوا اور ابر کرم بھی فرمایا ہے اور ان کی جو بھی ادا پسند آ گئی ان پر رحمتوں برکتوں کی بارش کر دیتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کریں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پر کس طرح مہربان ہوئے! حتیٰ کہ حضرت ہاجرہ کے دوڑنے کی ادا پسند آئی تو فرمایا وصفا والمروہ من شعائر اللّٰہ اس کا کردار اللہ تعالیٰ کا شعار بن گیا۔

تمام انبیاء کرام رسولوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی افضل و برتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رحمت للعالمین صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں ہر لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بلند ہے لہٰذا اس اعلیٰ مرتبہ اور مقام اولیٰ پر متعین کرنے کے بعد باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا شروع کر دیا اور اپنی مخلوق پر ضروری قرار دے دیا کہ میرے اس کردار میں تم بھی میرے شریک ہو جاؤ کیونکہ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (سورۃ احزاب:۴۳) ''اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت مہربان ہے''۔ اگر بغور دیکھا جائے تو مومنین پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس نے اپنے کردار اپنے فعل میں مومنین کو شریک کیا فرشتے تو شب و روز اس کے اردگرد ہیں وہ تو اس کی محفل میں سرگرم عمل ہیں لیکن انسانوں کا زمین پر ہونے کے باوجود بھی درود و سلام بھیجنے میں ان کو شریک کیا جا رہا ہے اور اس طرح مومنین کا مرتبہ بھی سربلند ہو گیا اور تمام انبیاء کی اُمتوں میں سے افضل قرار پائے۔ آج تک انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فعل میں شریک ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا وظیفہ ادا کیا ہے اور ادا کرتے رہیں گے مگر انہوں نے اس پر بخیہ کاری نہیں کی اس تجسس میں مبتلا نہیں ہوئے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ کردار کیوں کیا؟ چونکہ اللہ تعالیٰ علیم و بصیر ہے اور وہ حکمتوں کا مالک ہے انسانی عقل حیران و ششدر ضرور ہے کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ دراصل یہ محب جل جلالہ و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے اور محب ہمیشہ اپنے محبوب کو توقیر و تعظیم کی معراج پر دیکھنا چاہتا ہے۔ سورۃ احزاب میں دو مقام پر فرمایا گیا ہے

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(سورۃ احزاب:۵۶)

''بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پر اے ایمان والو تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا کرو''۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ
لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا

(سورۃ احزاب:۴۳)

''وہ ایسا ہے کہ وہ اللہ اس کے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت ہی مہربان ہے''۔

عبدالرحمٰن جامی نے کیا خوب فرمایا ہے:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناءُ کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور انسانوں پر فرض قرار دیتے ہیں تو ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اس فرض کو پورا ادا کرے اور پھر یہ کردار اللہ کا کردار ہے لیکن اکثر لوگ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے تو ادب و آداب کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے تو باری تعالیٰ غصہ میں آ جاتے ہیں سورۃ المجادلہ میں فرماتے ہیں

وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ
لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ

(سورۃ مجادلہ:۸)

''اور وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام نہیں فرمایا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتے۔ ان کیلئے جہنم کافی ہے''۔

مومنین سے یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر گفتگو کرنے لگو اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آ جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگو تو کچھ خیرات کر لیا کرو کیونکہ یہ پاکیزگی و طہارت کا ذریعہ ہے۔ (المجادلہ)

عقلِ انسانی حیران وششدر ہے کہ اس قدر احترام انسانیت؟ لیکن اس کے بندوں میں وہ صفات کیوں نہیں ملتیں کیوں صدیاں گزر جانے کے بعد روایات بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گئی ہیں اور اب صرف نمائش کے نام لیوا رہ گئے ہیں۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں **تعقلون، یعقلون، یتفکرون، یتدبرون**، عقل سے کام لو، فکر کرو، تدبر کرو! لیکن انسان نے عقل سے کام لے کر اس سوال پر کبھی سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر رب کائنات کیوں درود وسلام بھیج رہے ہیں! گویا معراجِ حد ادب ہے لیکن کم از کم ہمیں باری تعالیٰ جل شانہٗ کے اس فعل پر عمل پیرا تو ضرور ہونا چاہیے اور اس کی اصل ہے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

معجزات

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ ایسے مطالبات کرتے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاجواب ہو کر اپنا مشن ترک کر دیں۔ یہ لوگ نبوت کی حقیقت و ماہیت کو سمجھنے کی بجائے نبوت پر شبہات وشکوک پیدا کرتے وہ ثبوت کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمائش میں مبتلا کرتے ان کے خیال میں اگر جواب نہ بن سکا تو ہم کہیں گے کہ یہ جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ) لیکن باری تعالیٰ نے ہر مقام پر ہر قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور حق بجانب ثابت کرنے میں معاونت کی ہے۔ ہر دور میں عوام نے نبیوں رسولوں سے معجزات دیکھنے کی تمنا کی ہے اور محیر العقول واقعات پیش کرنے کی فرمائش کی ہے تا کہ وہ نبوت کیلئے اپنی کوئی نشانی پیش کریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہر نبی و مرسل کو کسی نہ کسی نشانی سے نوازا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لوگ نشانیاں طلب کرتے اور کہتے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو پھر اللہ سے کہو کہ وہ بلا شرکتِ غیر ہم سے خود بات کریں لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ (البقرہ:118) ''اور اللہ ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتے؟ یا ہمارے پاس کوئی نشانی نہیں آتی'' اور کبھی کبھی ان فرمائشی خوارق و معجزات کے بارے میں خاصی طویل فہرست پیش کر دیتے مثلاً:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ
لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا
زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ
لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ

(سورۃ بنی اسرائیل:90-93)

''ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہرگز نہ لائیں گے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دیں یا پھر ہمارے لئے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں یا پھر آسمان کا کوئی ٹکڑا توڑ کر گرا دیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے یا اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ہمارے سامنے لائے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سونے کا بن جائے یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر چڑھ جائیں''۔

اس الٹی میٹم کا جواب باری تعالیٰ یوں مرحمت فرماتے ہیں:

''ہمیں صرف اس بات نے نشانیاں بھیجنے سے روک دیا ہے کہ پہلوں نے انہیں جھٹلایا ہم نے قوم ثمود کی طرف ایک اونٹنی بصیرت کیلئے بھیجی مگر انہوں نے اس کے ساتھ زیادتی کی اور ہم تو نشانیاں صرف ڈرانے کیلئے بھیجتے ہیں''۔

(بنی اسرائیل:۵۹)

کبھی کبھی مکہ کے لوگ معجزات کا نام بھی متعین کر دیتے کہ اگر دعویٰ نبوت اور تعلق باللہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو فلاں خارقِ عادت و واقعہ پیش کر کے اپنا ثبوت پیش کریں فرمایا گیا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (سورة فرقان:۸) ''ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتار دیا جاتا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا''۔ معجزات کی مسلسل فرمائش کی جاری تھی جب تسلسل بڑھا تو پھر رب کائنات کو بھی غصہ آ گیا فرمایا:

''اور یہ کیا ہو جاتا اگر کوئی ایسا قرآن اتار دیا جاتا کہ جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین شک ہو جاتی یا مردے قبروں سے نکل کر بولتے''۔ (الرعد:۳۱)

''یہ جو کہتے ہیں کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی''۔ (یونس)

یعنی وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (سورة یونس:۲۰) اہل مکہ بہت متعجب ہوتے کیونکہ نبوت کا سلسلہ عرصہ دراز سے ختم ہو چکا تھا اور وہ لوگ کہتے:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (المومنون:۲۴)

''ہم نے تو اپنے پچھلے مذہب میں سنا نہیں یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے''

پھر فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (سورة انعام:۳۷) ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی (نشانی) معجزہ نہیں آتا''۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ

(سورة ہود:۱۲)

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے فرشتے کے ساتھ معجزات کیوں نہیں آتے''۔

اور جب معجزہ شق القمر اپنی آنکھوں کے سامنے ملاحظہ کرتے ہیں کہتے ہیں:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ

(سورة القمر:۱،۲)

''قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا یعنی شق ہو گیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے''۔

خود خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر چاند کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا کس قدر عجیب و غریب معجزہ ہے کس قدر حیرت انگیز اعجاز ہے۔ یہ واقعہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ برس پہلے کا ہے جو حج کے زمانہ میں چودھویں رات کو کفار مکہ کی فرمائش پر بمقام منیٰ ظہور پذیر ہوا۔ یہ ایک ایسا محیر العقول معجزہ ہے کہ نہ پہلے وقوع پذیر ہوا اور نہ ہی اس کے بعد ہوا نہ کبھی ہو سکتا ہے قرآن میں فرمایا گیا:

''اے کفار ڈرو رب سے اب قیامت قریب آ گئی اور دیکھو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ چاند پھٹ گیا

اور کافر اگر یہ معجزہ دیکھتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ ایک
زبردست جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آ رہا ہے''۔

یہ ایک حقیقت واضح ہے کہ معجزہ شق القمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کیلئے ایک زبردست نشانی ہی نہ تھا بلکہ اس میں ایک حقیقت بھی پوشیدہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کفار مکہ کی وہ طاقت جو دین کے مٹانے کیلئے کام میں لائی جا رہی تھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے توڑ پھوڑ دی جا سکتی تھی۔ معرکۂ بدر اور پھر فتح مکہ نے اس کیفیت کو اور نمایاں کر دیا۔

معجزہ شق القمر کی شہادت عرب و شام سے آنے والے بعض قافلوں نے بھی دی ہے تاریخ میں بہت سے واقعات ایسے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معجزہ کو عرب میں بڑی اہمیت دی گئی اور غیر اقوام و ملل بھی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں جس طرح آج قرآن میں سائنس کے حوالہ جات سے سائنسدان حیرت زدہ ہیں اسی طرح معجزہ پر بھی حیران ہیں۔

سورۃ آل عمران میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(سورۃ آل عمران: ۱۸۳)

''وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس (قربانی یا نذر و نیاز) کو آگ کھا جائے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجیے کہ بالیقین بہت سے رسول مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے

ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم سچے تھے''۔

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى

(سورۃ طٰہٰ: ۱۳۳)

''وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی تمام تعلیمات کا بیان نہیں آ گیا؟''

سورۃ العنکبوت میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ

(سورۃ عنکبوت: ۴۸)

''(اے نبی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے''۔

اس سے قبل سورۃ یونس، سورۃ قصص، سورۃ بنی اسرائیل، المومنون میں یہ استدلال ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اَن پڑھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی قلم استعمال کیا یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کتاب آسمانی کی تعلیمات کا اظہار اس اُمی کی زبان سے ہو رہا ہے یہ وحی کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا فرمایا:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

(سورۃ عنکبوت: ۴۹)

''دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے''۔

یعنی یہ کوئی معجزہ سے کم نہیں ہے یہ روشن ترین نشانیاں ہیں اگر کوئی فرد بشر عقل وخرد سے کام لے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین کرنے کیلئے کسی اور نشانی کی ضرورت نہیں رہتی کتاب مبین کی آیات سے ہر انسان مطمئن ہو سکتا ہے۔ سورۃ الشعراء میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝

(سورۃ شعراء:۴)

''ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر سکتے ہیں کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں''۔

قرآن میں معجزہ کا لفظ کسی مقام پر استعمال نہیں کیا گیا قرآن میں آیۃ کا ذکر ہوا ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی رسالت کی حقانیت کیلئے کئی نشانیاں پیش کی گئی تھیں باری تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی نشانی خود قرآن ہے۔
اللہ تعالیٰ سورۃ انعام میں فرماتے ہیں:

وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ
نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ

(سورۃ انعام:۳۵)

''اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان پر کوئی سیڑھی ڈھونڈ نکالئے پھر ان کیلئے کوئی نشانی لائیں''۔

پھر اسی سورۃ میں کفار کی حالت بیان کرتے ہیں:

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

(سورۃ انعام:۱۰۹)

''اور یہ بڑی جد وجہد سے اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ان کے پاس ایک نشانی آ جائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے کہ نشانیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور تم کو کیا خبر کہ اگر یہ نشانیاں آ بھی جائیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جنات آسمان کے قریب جا کر حالات معلوم کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی گفتگو سنتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان کا جانا بند ہو گیا اور جن بڑے متعجب ہوئے کہ آخر زمین پر ایسا کونسا واقعہ پیش آیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سورۃ جن میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ
مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۝

(سورۃ جن:۸،۹)

''ہم (جنات) نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں سے پُر ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے اور پہلے ہم سُن لینے کیلئے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں تو اپنے لئے گھات میں ایک شہاب ثاقب لگا ہوا پاتے ہیں''۔

سورۃ ملک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ

(سورۃ ملک:۵)

''ہم نے دنیا کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور انہیں شیاطین بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے''۔

یہ کرشمہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد واقع ہوا ہے ایک جرمن مستشرق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جرمن زبان میں ایک کتاب تحریر کی ہے اس نے ایک مقام پر تحریر کیا ہے کہ آج کے دور میں معجزات کے ظہور کو تسلیم کرنا بہت مشکل ہے اور جو کوئی تسلیم کرے گا اسے پاگل قرار دیا جائے گا میں خود بھی سائنسی ترقی کے اس

زمانہ میں معجزات کو نہیں مانتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا اور ان کے فیضان و برکات کا جائزہ لیا تو یہ مشاہدہ کر کے حیران رہ گیا کہ وہ پیغمبر جو آج سے چودہ سو برس قبل ظہور پذیر ہوئے لیکن ان کی قوم بالخصوص عربوں پر ان کے فیوض و برکات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے عرب کے ریگ زار میں جہاں صدیوں سے نہ کچھ اُگتا تھا اور نہ پیدا ہوتا اور جہاں تاحدِ نظر لق و دق صحرا نظر آتا تھا وہاں کے باشندے آج دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اسی وسیع و عریض ریگستان کے نیچے سے سیال دولت نکل آئی اور نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا آج دنیا کے امیر ترین افراد میں شمار ہونے لگے ہیں۔ جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا یہ عالم ہے کہ اس کی وفات کے چودہ صد برس بعد اس کی قوم دولت مند ہوگئی ہے کیا یہ موجودہ صدی کا سب سے بڑا معجزہ نہیں ہے اور اگر بعد از وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ معجزہ ظہور پذیر ہو سکتا ہے تو پھر ان کی زندگی میں بھی جن معجزات کا ذکر ملتا ہے وہ یقیناً ظہور پذیر ہوئے ہوں گے اور وہ سب سچے ہوں گے۔

معراج معلیٰ

قرآن ایک ضابطۂ حیات اور لائحہ عمل ہے اس ضابطہ کو سمجھنے اور تفسیر و تشریح کیلئے ہمیں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونا چاہئے قرآن کی تفسیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل و کردار احادیث کے ذریعہ واضح ہوتا ہے قرآن میں جو بھی موضوع پیش ہوا ہے وہ ایک بنیادی حیثیت کا حامل ہے مگر اس کی عملی شکل ذاتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے لہٰذا قرآن بغیر احادیث کے سمجھ نہیں آ سکتا اس لئے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت واضح ہے۔ اس کائنات میں واقعہ معراج معلیٰ حیرت و استعجاب کا بے مثال واقعہ ہے اس واقعہ پر سینکڑوں دیوان سپرد قلم ہو چکے ہیں اس موضوع پر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بھرپور خزانہ ہے لیکن جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے پھر بھی تشنہ ہے۔ موجودہ دور جب کہ ریسرچ کا دور ہے ہر موضوع پر تحقیق ہو چکی ہے اور بڑے بڑے مفکر، قرآن کی حقانیت کو تسلیم کر چکے ہیں۔ واقعہ معراج حیران کن واقعہ ہے موجودہ سائنسی تحقیقات اس بات پر متفق ہیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے لیکن قرآن مختصراً پیش کرتا ہے اس لئے انسان راویوں میں پھنس جاتا ہے چونکہ قرآن میں اس واقعہ کی پوری تفصیل نہیں ہے لہٰذا نصِ قرآنی سے اس واقعہ کی تصریح قدرے مشکل ہے۔ اور ہمارا موضوع سخن صرف قرآن ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(سورۃ بنی اسرائیل:۱)

''وہ پاک ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام
سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں
لے گیا تاکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عجائبات دکھائیں
بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے دیکھنے والے ہیں''

آیت مبارکہ کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ جل شانہٗ اپنے خاص بندے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود لے گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجائبات قدرت دکھائیں اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام لے گئے جیسا کہ احادیث میں ذکر ہوا ہے پھر یہ واقعہ رات کے وقت کا ہے احادیث میں ہزاروں مشاہدات اور واقعات ہیں لیکن قرآن نے بالکل مختصر بات کی ہے اور بات بھی اشارۃً کی ہے۔

ذکر معراج معلیٰ کیلئے سورۃ النجم کو شہادت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ارشاد ملاحظہ کیجیے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (سورۃ النجم:۱) ''قسم ہے ستارہ کی جب غروب ہونے لگے''۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (سورۃ النجم:۲) ''یہ تمہارے رفیق یعنی ساتھی راہ سے نہیں بھٹکے''۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (سورۃ النجم:۳) ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے باتیں نہیں بناتے''۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم:۴) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نری وحی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجی جاتی ہے''۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى (سورۃ النجم:۵،۶) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک (فرشتہ) تعلیم دیتا ہے جو طاقتور ہے پیدائشی طاقتور ہے''۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (سورۃ النجم:۷) ''وہ نمودار ہوا بلند آسمان پر''۔ افق کے معنوی حیثیت وہ جگہ ہے جہاں زمین و آسمان ملتے ہیں یعنی کنارہ۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (سورۃ النجم:۸،۹) ''وہ نزدیک آیا دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے کم''۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى (سورۃ النجم:۱۰) ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی''۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (سورۃ النجم:۱۱) ''جو نازل فرمائی قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی''۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (سورۃ النجم:۱۲) ''تو کیا ان سے دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو؟'' وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى

(سورۃ النجم:۱۳) ''اور انہوں صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو ایک اور دفعہ بھی دیکھا ہے''۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (سورۃ النجم:۱۵) ''جہاں جنت الماویٰ ہے''۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (سورۃ النجم:۱۸) ''انہوں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے یعنی نشانیاں دیکھیں''۔

اس سورۃ کے مطالعہ سے بڑی وضاحت ہوگئی ہے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا اظہار ہوتا ہے اس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ سب سے پہلے جب ہم لفظ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ کا مطالعہ کرتے ہیں دو کا ملنا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ فرمایا گیا ہے اس فقرہ کا ذکر سورۃ التکویر میں بھی ہوا ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (سورۃ تکویر:۲۲) ''تمہارا رفیق یا ساتھی مجنون نہیں ہے''۔ سورۃ السباء میں مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ (سورۃ سباء:۴۶) ''تمہارا ساتھی مجنون نہیں ہے''۔

پھر فرمایا گیا وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (سورۃ تکویر:۲۳) ''اس نے اس کو روشن افق پر دیکھا''۔ اسی لئے سورۃ النجم میں فرمایا گیا کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (سورۃ النجم:۱۳) ''اور انہوں صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور دفعہ بھی دیکھا ہے''۔ لفظ مِنْ اٰيٰتِ یعنی نشانیاں دیکھیں۔ پھر سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى اور جَنَّةُ الْمَاْوٰى کا ذکر قرآن میں ہے۔ اس سورۃ پر بحث ممکن نہیں ہے یہ اپنے مفہوم و مطالب میں یکتا ہے لیکن تجسس طلب ضرور ہے جس کی وضاحت احادیث میں بیان کی گئی ہے جو معراج کی تشریح ہے۔

احادیث میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کے وقت میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ ایک روحانی سفر تھا اور خواب تھا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''معراج ایک جسمانی سفر تھا'' تقریباً چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ ہم نے جس نقطۂ نظر سے سیرت مقدسہ ترتیب دینے کا عزم کیا ہے اس پر قائم ہیں یعنی قرآن کے بغیر کسی بحث میں نہیں جانا لہٰذا ہم نہیں چاہتے کہ معراج معلیٰ جیسے اہم واقعہ پر قرآن کے علاوہ کسی دلیل و برہان کو پیش کیا جائے۔ بہرحال اس سورۃ

کا مفہوم ہے کہ وحی کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات فہم و ادراک سے بالاتر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ہمراہ براق کے ذریعہ لے گئے اور ایک گھوڑے کو پر لگا کر اس کی تخلیق بدل کر استعمال کیا۔ قدرت کے نزدیک یہ معاملہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح لے جایا گیا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آنکھ جھپکتے ہی بلقیس کا تخت ایک جن لا سکتا ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی پھر باری تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی وہ پاکیزہ ذات ہی لے گئی ہے۔ پھر دوسرے ذریعوں کی ضرورت ہرگز نہ تھی جب خود اللہ تعالیٰ لے جا رہا ہے۔ ایک نکتہ جو نظریاتی کے علاوہ سائنسی بھی ہے کہ قبل ازیں سمجھ سے بالاتر تھا لیکن اب سائنسی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے وہ یہ ہے کہ سائنسی نظریہ اضافی کی تشریح یوں کی جاتی ہے جس کا نہ صرف نظریاتی طور پر مظاہرہ ہو چکا ہے بلکہ تجرباتی طور پر بھی ہو چکا ہے وقت کی پیمائش ایک خلائی پرواز کے دوران ایٹمی گھڑی کے ذریعہ کی گئی اسی قسم کی گھڑی زمین پر بھی رکھی گئی جس کے مقابلے میں وقت کم ظاہر ہوا۔

سورۃ القدر میں فرمایا گیا ہے:

لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

(سورۃ القدر:۳)

''شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے''

سورۃ السجدہ میں ذکر ہوا ہے:

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ

(سورۃ سجدہ:۵)

''وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر اس دن بھی جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس ہوگی۔

سورۃ الحج میں ہے

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

(سورۃ حج:۴۷)

''ایک دن تیرے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو''۔

سورۃ آل عمران میں ہے:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

(سورۃ آل عمران:۱۳۳)

''اور دوڑو طرف مغفرت کے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہو اور طرف جنت کے جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین تیار کئے گئے ہیں''۔

سورۃ المعارج میں ذکر ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ
یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

(سورۃ معارج:۴)

''وہ سیڑھیوں یعنی آسمان کا مالک ہے فرشتے اور اہل ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں اور عذاب ایسے دن ہو گا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے''۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب روز محشر لوگ زمین سے نکلیں گے تو آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ کتنے دن سوئے ہوں گے تو ایک دوسرے کو جواب دے گا ایک روز یا اس سے کچھ کم۔ سورۃ کہف میں اصحاب کہف کا ذکر جو کیا گیا ہے وہ لوگ ۳۰۹ سال سوئے رہے لیکن کچھ محسوس بھی نہ ہوا ان کے نزدیک تو ایک شب تھی لیکن کیا معراج میں یہ ممکن نہیں ہے؟

یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ اس وقت دنیائے سائنس قرآن کی

حقانیت اور قرآن میں سائنس کو تسلیم کر چکی ہے۔ قرآن کے متن میں جہاں کہیں بھی اعداد یا تفصیلات پیش کی گئی ہیں وہ حقیقت سے مبرا نہیں ہیں موجودہ سائنسدان اور فلاسفر تجربات کر چکے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں عالم بالا کے اندر وقت اور فاصلے کے پیمانوں کے پیش نظر شمسی اور قمری سالوں کی اوسط نکالنے سے ہمیں اس پیمانے کا جزو ضربی ۵ × ۳۶۰ × ۱۰۰۰ یعنی ۳۶۰،۰۰۰ تقریباً ۲/۱ ۳ لاکھ ہوتا ہے لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اس شب اللہ کے فرشتے اترتے ہیں اور اس کرۂ ارض پر جنت کا سماں ہوتا ہے اس شب کی طوالت کو نصف شب سے لے کر صبح تک تسلیم کرتے ہوئے اوسطاً ۴ گھنٹے یعنی ایک دن کا چھٹا حصہ ۶/۱ ہوتا ہے ÷ (۳۰ × ۱۰۰۰) یعنی ۱۸۰،۰۰۰ تقریباً ۴/۳ ۱ لاکھ کا جزو ضربی حاصل ہوتا ہے جو تقریباً ۲/۱ ۳ لاکھ کا نصف ہے جنت و جہنم اور موجودہ دنیا کے پیمانۂ وقت کے درمیان ایک جزو ضربی ہے جو تقریباً ۲/۱ ۳ لاکھ ایک مخصوص عدد کی مسلسل تکرار ہے۔ ماہرین فلکیات کی ذہنی کاوشوں کے نتیجہ سے اب کہکشاں اور اس دنیا میں قدر کی ترتیب کی بڑھتی ہوئی شاخ نظر آتی ہے دس ہزار کلومیٹر سائز کی زمین اور تیس کروڑ کلومیٹر سائز کے نظام شمسی کے بعد دیکھنا چاہیے کہ اس نوع کی مزید کیا نمائندگی ہو سکتی ہے چنانچہ اس کو بیس ہزار سے ضرب دینے سے ہمیں ۲/۱۰۱ × ۶ کلومیٹر کا نصف قطر حاصل ہوتا ہے جو ایک نوری سال کے برابر ہے اس فاصلے کے برابر روشنی کی شعاع پورے ایک سال میں طے کرتی ہے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اس نظام شمسی کے قریب ترین ثابت ستاروں کا فاصلہ مل جاتا ہے ان ستاروں کی حدود ۳ سے ۱۰ سال نوری تک کے برابر ہوتی ہے۔

بہت سے نظریاتی طبیعات کے ماہرین نے تو تجربی علم کے نت نئے میدانوں کی نشان دہی کی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ جو کائنات کی تمام نعمتوں کا مالک ہے اپنے رسولوں نبیوں پر وحی کردہ علم کے ذریعہ کائنات کی فطرت کو پہنچانے کی راہیں روشن کرتا ہے تو کیا معمہ بن جاتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے واقعی یہ کائنات خلیفہ فی الارض اور نائب حق کے حوالے سے انسان کے طابع ہے۔ موجودہ سائنسی اور تحقیقاتی دور میں واقعہ معراج کوئی

پوشیدہ امر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اولیٰ کے پیش نظر واقعہ معراج پر متحیر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس گتھی کو شماریاتی، ریاضی و ارضی پیمانوں اور کلیوں سے سلجھانے کی سعی کی جائے بلکہ یقین کامل کیا جائے کیونکہ یومنون بالغیب ایمان کی شرط اوّل ہے۔

علم غیب صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے پاس ہے!

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی کامل قدرت کے اعتبار سے انسان اس کا خلیفہ ہے نائب حق ہے اور ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف البشر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب و مقرب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے اعتبار سے قادر مطلق نہیں ہیں قادر مطلق صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے اللہ جل شانہٗ نے جو اختیارات تفویض فرمائے ہیں جن مقامات عالیہ پر فائز کیا ہے وہ باری تعالیٰ کا کرم اور عنایت ہے انسانی جبلت کے اعتبار سے انبیاء کرام کو جو علم بھی عطا کیا ہے یا غیب کی باتیں بتائی گئی ہیں وہ ان پر قادر نہیں ہیں بلکہ عطا شدہ علم سے اِکتساب کرتے ہیں فیضیاب ہیں اس پر قادر نہیں ہیں کاملیت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ غیب کے معنی مخفی پوشیدہ مستور کے ہیں اصطلاحاً اس سے مراد ہر وہ چیز جو معلوم نہ ہو جس تک رسائی نہ ہو۔ علم غیب کی شرح مفسرین نے یہ کی ہے کہ علم غیب اسے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہو جو اللہ ہی جانتا ہو جو خبر یا اطلاع بتا دی جائے وہ علم غیب کے زمرے میں نہیں آتے۔ قرآن میں بعض مقامات پر فرمایا گیا ہے کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی جا رہی ہے جیسا کہ سورۃ یوسف میں ارشاد ہوتا ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا
إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ
(سورۃ یوسف:۳)

"ہم نے جو یہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اس بیان سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض بے خبر تھے"۔

اسی سورۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا
أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ (سورۃ یوسف:۱۰۲)

"لو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم نے وحی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوسف کے بھائیوں کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور تدبیریں کر رہے تھے"۔

اس واقعہ کا علم آج تک کسی کو نہیں ہوا۔ دوسری کتب سماوی میں بھی نہیں ہے لیکن اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتانے پر افشاء ہو گیا تو یہ واقعہ غیب نہ رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی باری تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہے لیکن قادر مطلق نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کثیر واقعات رونما ہوئے کہ جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مطلع ہو گئے اس لئے فرمایا گیا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی فرد کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا"۔ اگر اختیارات پر انسان کی گرفت ہو جائے تو پھر وہ اس پر قادر ہے مگر یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ قادر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے باری تعالیٰ فرماتے ہیں "اللہ کا رنگ اختیار کرو یہ بہت ہی خوبصورت ہے" لہٰذا ہر مومن کو یہ رنگ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے اگر انسان نے اللہ کا رنگ اختیار کیا تو وہ صفاتِ باری تعالیٰ سے متصف ہو گیا یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات رحیم کریم رؤف وغیرہ کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو تفویض کی ہیں لیکن انسان بھی

بھی قادر و مالک اور جبار و قہار نہیں بن سکتا اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جو کچھ ہے اس سے باخبر ہو سکتا ہے لہٰذا غیب ہر لحاظ سے غیب ہی رہے گا۔ جس طرح قدرت کے پاس بے بہا خزانے ہیں اسی طرح یہ علم بھی ایسا خزانہ ہے جو ہر صورت میں بارگاہ ربوبیت کے پاس ہی رہتا ہے۔ سورۃ یونس میں فرمایا گیا ہے:

فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ

(سورۃ یونس: ۲۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی منتظر ہوں''۔

سورۃ جن میں فرمایا گیا:

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا

(سورۃ جن: ۲۱ تا ۲۲)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی کسی بھلائی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر خدانخواستہ میں ایسا کروں تو مجھ کو کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ ہی اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں''

پھر سورۃ اعراف میں بھی فرمایا کہ

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ

(سورۃ اعراف: ۱۸۸)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سا منافع حاصل کر لیتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی''۔

سورۃ فاطر میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورۃ فاطر: ۳۸)

''اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں جو کچھ غیب میں ہے وہ سب جانتا ہے''۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ (سورۃ ھود: ۴۹)

''یہ قصہ خبروں کا غیب کے ہے کہ وحی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے ہیں اس سے قبل نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم جانتی تھی سو صبر کیجئے''۔

انسان کو راز جو بنایا۔ راز اس کی نگاہ سے چھپایا۔ سورۃ النمل میں یوں فرمایا گیا ہے:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

(سورۃ النمل: ۷۵)

''آسمان اور زمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے کتاب واضح میں موجود نہ ہو''۔

سورۃ قصص میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (سورۃ قصص: ۴۴)

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مغربی گوشے میں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمان عطا کیا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہوں میں شامل تھے''۔

''اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مدین کے درمیان موجود تھے کہ ان کو ہماری آیات سنا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم طور کے دامن میں اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی رحمت ہے"۔

(القصص: ۴۶،۴۵)

سورۃ الحشر میں ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (سورۃ حشر: ۲۲)

"وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے"

سورۃ یونس میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ

(سورۃ یونس: ۴۹)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کیلئے کسی نفع اور کسی ضرر کا اختیار رکھتا نہیں مگر جتنا اللہ کو منظور ہے"۔

سورۃ جن میں ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا

(سورۃ جن: ۲۶)

"غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا"۔

اسی طرح سورۃ التکویر میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ

(سورۃ تکویر: ۲۴)

"اور وہ غیب کے معاملہ میں بخیل نہیں ہے" یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتے غیب کے جو حقائق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھولے گئے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ لوگوں کے سامنے

بیان کر دیتے ہیں۔

سورۃ انعام میں باری تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:

قُلْ لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰٓى إِلَيَّ

(سورۃ انعام: ۵۰)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کی بات جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کیا جاتا ہے"۔

اسی سورۃ انعام میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ

(سورۃ انعام: ۵۹)

"اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں"۔

سورۃ الاحقاف میں ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ

(سورۃ احقاف: ۹)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ کوئی میں انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور نہ

"یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا"۔

سورۃ الملک میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

(سورۃ ملک: ۲۵، ۲۶)

"یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو بتاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں تو صرف صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں"۔

اسی طرح سورۃ النازعات میں فرماتے ہیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا

(سورۃ النازعات: ۴۲)

"یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ گھڑی آئے گی؟"

فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا (سورۃ النازعات: ۴۳)

"آپ کا کیا کام اس کا وقت بتاؤ"۔

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۝ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا

(سورۃ النازعات: ۴۴، ۴۵)

"اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ڈرانے والے ہیں ہر اس شخص کو جو خوف کھائے"۔

سورۃ المؤمنون میں اللہ تعالیٰ غیب کی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

(سورۃ مومنون: ۹۲)

"یعنی چھپے اور کھلے کا جاننے والا وہی ہے"۔

اسی طرح باری تعالیٰ اپنی حقیقت و ماہیت اور اعلیٰ و ارفع حیثیت کے بارے میں سورۃ

نمل میں فرماتے ہیں:

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ

(سورۃ نمل: ۶۵)

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہدو کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا"۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

(سورۃ حشر: ۲۲)

"وہ چھپی اور کھلی سب باتوں کا جاننے والا ہے"۔

سورۃ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ

(سورۃ لقمان: ۳۴)

"اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرنے والا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحم میں کیا پرورش پا رہا ہے اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا اور کسی نفس کو خبر نہیں ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آئے گی"۔

سورۃ بقرہ میں فرماتے ہیں:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ

(سورۃ بقرہ: ۲۵۵)

"وہ جانتا ہے جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اور اس کے علم میں سے کسی چیز پر بھی وہ احاطہ نہیں کرسکتے الا یہ کہ وہ جس چیز کا چاہے انہیں علم دے"۔

سورہ الاحزاب میں قیامت کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا

(سورۃ احزاب: ۶۳)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہی ہو''۔

صبر کی تلقین

اس جہان فانی میں دنیا کو ہدایت دینے کیلئے نذیر و بشیر بن کر نبی رسول اور پیغمبر آئے تو ان پر مظالم ڈھائے گئے ان پر ظلم و تشدد ہوا زدوکوب کیا گیا بعض حضرات کو قتل بھی کیا گیا اور بہت ہی سخت ایذائیں دی گئیں ان واقعات کیلئے قرآن اظہر من الشمس ہے لیکن باری تعالیٰ نے ہر اپنے محبوب بندے کو یہ تلقین فرمائی کہ صبر کرو تحمل سے کام لو درگزر کرو کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ راہِ راست پر آ جائیں۔ جہاد زندگی میں ظلم و ستم برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں۔ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں رسولوں میں افضل و برتر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم بھی بہت زیادہ کیے گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی سے قبول کیے اور صبر کیا اس کے باوجود بھی باری تعالیٰ نے بار بار تلقین فرمائی کہ صبر سے کام لو جہان بانی کیلئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ صبر بھی ایسا جو جمیل ہو یعنی خوبصورت ہو جس کی مثال نہ ملے کیا خوب فرمایا:

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا (سورۃ معارج: ۵)

''خوبصورت صبر کیجیے یعنی صبر بھی ایسا کہ شکایت کا نام نہ ہو''

اور ایسا صبر کہ

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ

(سورۃ احقاف: ۳۵)

''صبر کیجیے جیسے کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کیلئے انتقام کی ذرا جلدی نہ کیجیے''۔

اور پھر صبر سے کام لیتے ہوئے ان سے الگ ہو جاؤ۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا

(سورۃ مزمل:۱۰)

''اوران کی باتوں پر صبر کرو اور ان سے الگ ہو جاؤ یہ بہت خوبصورت پہلو ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔

وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورۃ مائدہ:۶۷)

''اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائیں گے''۔

سورۃ ھود میں ارشاد یوں ہوتا ہے:

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (سورۃ ھود:۱۱۵)

''اور صبر کیا کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے''۔

سورۃ الروم میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ

(سورۃ روم:۶۰)

''سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کیجیے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے برداشت نہ کردیں''۔

سورۃ القلم میں صبر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ
اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

(سورۃ القلم:۴۶ تا ۴۸)

''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ

وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ اس کو لکھ لیا کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وستم اور تشدد کا یہ عالم تھا کہ سورۃ جن میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا

(سورۃ جن:۱۹)

''جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کیلئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کیلئے تیار ہو گئے''۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا

(سورۃ جن:۲۰)

''کہو کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا''۔

سورۃ مدثر میں ارشاد ہوتا ہے: وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (سورۃ مدثر:۷) ''اور اپنے رب کی خاطر صبر کیجیے''۔ سورۃ دہر میں باری تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا

(سورۃ دہر:۲۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو اور ان میں سے کسی بدعمل یا منکرِ حق کی بات نہ مانو''۔

دراصل نبی کی یہ زندگی ایک امتحانی زندگی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ اس وقت تک کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی جب تک وہ آزمائش سے نہ گزرا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغموم نہ ہوں

کفار مکہ کے ظلم وستم، دشمنوں کے حملوں اور زمانہ کی بے مروتی اور بے وفائی پر محبوب الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم جب مغموم ہو جاتے تھے اور ان مصائب و آلام کے علاوہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز اپنی قوم کے ایمان نہ لانے پر بھی غم زدہ تھے اور فکر مند تھے کہ کیا میرے ہوتے ہوئے میری قوم جہنم میں جائے گی؟ تو اس مقام پر بارگاہ رب العزت سے یہ آیات نازل ہوئیں:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ شعراء:۳)

''شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان نہ لانے پر رنج کرتے کرتے اپنی جان ہی دے دیں گے''۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝

(سورۃ کہف:۶)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو اُن پر غم کرتے ہیں سو شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں اتنا غم نہ کریں کہ قریب ہلاکت کر دے''۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ (سورۃ فاطر:۸)

''سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جان نہ دے دیں''۔

اس غم کی وجہ سے وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ (ھود:۱۲) ''آپ کا سینہ تنگ ہوا جاتا ہے''۔ پھر فرمایا کہ ''ہم خوب جانتے ہیں کہ اُن کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج دلاتی ہیں لیکن یہ لوگ تکذیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں کرتے بلکہ آیات الٰہی کے منکر اپنی ہٹ دھرمی سے ہو رہے ہیں'' (انعام) رب العالمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ (سورۃ طٰہٰ ۲)

''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف اٹھائیں''۔

یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلوک نہیں کرتے بلکہ سابقہ انبیاء کرام سے بھی یہی سلوک ہوتا تھا۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝

(سورۃ حج:۴۲)

''اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغموم نہ ہو جائیے کیونکہ ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود بھی اپنے اپنے انبیاء کی تکذیب کر چکے ہیں''۔

سورۃ یٰسین میں ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

(سورۃ یٰس:۷۶)

''تو ان لوگوں کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہئیں بیشک ہم ہی جانتے ہیں جو کچھ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں''۔

سورۃ یونس میں فرمایا گیا:

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(سورۃ یونس:۶۵)

''اور ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ اور قدرت خدا ہی کیلئے ہے وہ ان کی (باتیں) سنتا ہے جانتا ہے''۔

سورۃ آل عمران میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جا رہا ہے کہ ان کی تباہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم میں نہ ڈالے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ

(سورۃ آل عمران:۱۷۶)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں اور اللہ کو ذرا برابر نقصان نہیں''۔

اسی سورۃ میں فرمایا ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین نہ ہوں اور مشورہ کر لیا کریں''۔ سورۃ مائدہ میں پھر کفار کی تباہی کی طرف توجہ دلائی ہے:

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ

(سورۃ مائدہ:۴۱)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں اس سے مغموم نہ ہوں''۔

سورۃ انعام میں فرمایا گیا ''ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے رہتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں ہی کا انکار کرتے ہیں''۔ سورۃ نمل میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۝

(سورۃ نمل:۱۲۷)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہوں''۔

مقصد یہ کہ جب مشرکین اور منافقین شرارتیں کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دُکھ ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر غم والم تھا کہ یہ لوگ مسلمان ہو جاتے تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین قلب ہوتی آپ کیونکہ رحمت للعالمین ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد بشر کو بھی جہنم کی جھلستی آگ میں دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۝ (سورۃ الحجر:۹۵)

''ان استہزاء کرنے والوں سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کافی ہیں''۔

قریش مکہ میں بعض ایسے بھی تھے جو شریف النفس تھے اور لڑنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا ان کی خواہش تھی کہ صلح و آشتی سے معاملات طے ہو جائیں ان کے متعلق قرآن کہتا ہے:

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ (سورۃ انعام:۲۶)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے تو لوگوں کو منع کرتے تھے لیکن دعویٰ نبوت سے دُور رہتے تھے''۔

سورۃ انفال میں یوں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورۃ انفال:۳۳)

''اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان پر عذاب نازل ہو''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل و کرم

سورۃ الم نشرح میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۠

(سورۃ الم نشرح: ۱ تا ۸)

''کیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ نہیں کھول دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت توڑ رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کر دیا ہے پس حقیقت یہ ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے لہٰذا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوں تو عبادت کی مشقت میں لگ جائیے اور اپنے رب کی طرف دل لگائیے''۔

نبوت عطا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ کھول دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حوصلہ ہمت اولوالعزمی وسعت قلب عطا فرمائی جو اس منصب عظیم کی ذمہ داریاں سنبھالنے کیلئے درکار تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وسیع علم کے حامل ہو گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی انسان کے ذہن میں سما نہ سکتا تھا آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کو وہ حکمت نصیب ہوئی جو بڑے بڑے بگاڑ کو دور کرنے اور سنوارنے کی اہلیت رکھتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قابل ہو گئے کہ جاہلیت میں مستغرق اور جہالت کے اعتبار سے انتہائی اکھڑ معاشرے میں کسی سروسامان اور ظاہری پشت پناہی کے بغیر اسلام کے علمبردار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان سے کہو:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ (سورۃ یونس: ۱۶)

''میں اس قرآن کو پیش کرنے سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کردار کے انسان بھی نہ تھے کہ لوگوں سے چھپ کر کوئی کام کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہے تھے اس کے باوجود وہ معاشرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل و کردار کا معترف تھا اور تعریف کے قابل سمجھتے تھے جیسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے۔ بھاری رنج و غم اور فکر و پریشانی کا وہ بوجھ ہے جو اپنی قوم کی جہالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حساس طبیعت پر بارگراں گزرتا رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بت پوجے جا رہے تھے شرک کا طوفان اُمڈ رہا تھا مشرکانہ اوہام کا بازار گرم تھا بداخلاقی، عروج پر تھی بے حیائی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی معاشرت میں ظلم و ستم عام تھا فساد خانہ جنگی زوروں پر تھی بے زر پس رہے تھے لڑکیاں زندہ دفن کی جا رہی تھیں قبیلوں کے قبیلے صدیوں کے انتقام میں مصروف تھے کسی فرد و بشر کا جان و مال محفوظ نہ تھا جب تک اس کی پشت پر کوئی مضبوط ہاتھ نہ ہوتا وہ بے یار و مددگار ہوتا یہ حالات دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان ہوتے تھے یہی فکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر توڑے جا رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل شکستہ نہ ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر کی نعمت دی دوسری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر بھاری بوجھ اتار دیا جو نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر توڑے جا رہا تھا تیسری ارفع ذکر کی نعمت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو درکنار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بھی کسی کو نہیں دی اور کیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ذکر بلند نہیں کیا؟ شرح صدر سے مراد ہر قسم کے ذہنی دباؤ اور تردد سے پاک ہوکر اس بات پر پوری طرح مطمئن ہو جانا کہ اسلام کا راستہ ہی برحق ہے سینہ کھولنے کی دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مانگی تھی۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ (سورۃ طٰہٰ: ۲۵)

"اے میرے رب میرا سینہ میرے لئے کھول دے اور میرا کام میرے لئے آسان کردے"۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ کیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ کھول نہیں دیا یعنی بغیر استدعا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ کھول دیا ہے شرح صدر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بلند ہو جائے تاکہ کسی بڑی سے بڑی مہم پر جانے اور کسی سخت سے سخت کام کو انجام دینے میں بھی تامل نہ ہو اور نبوت کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کی ہمت پیدا ہو جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حوصلہ ہمت الوالعزمی اور وسعتِ قلب عطا فرمائی جو اس منصب عظیم کی ذمہ داریاں سنبھالنے کیلئے درکار تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وسیع علم کے حامل بن گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی بشر کے ذہن میں سما نہ سکتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نبوت سے پہلے بھی اس قدر پاکیزہ تھی کہ قرآن میں مخالفین کے لئے اس کو ایک چیلنج کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس وجہ سے فرمایا گیا کہ میں قرآن کو پیش کرنے سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں (یونس) ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغموم و پریشان رہتے تھے لہٰذا فرمایا گیا "کیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے بوجھ اتار نہیں دیا جو کمر توڑے جا رہا تھا؟" یہ بوجھ رنج و غم کا بوجھ ہے فکر ہے جو بشری جبلت کا خاصہ ہے۔ دراصل اس آیت سے اطمینان قلب ذہنی سکون کا مژدہ سنایا گیا ہے سینہ کھول کر اس بارگراں کو اتار دیا گیا ہے جو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند رہتے تھے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کا سارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح مطمئن ہو گئے اس کے بعد فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سربلند کر دیا گیا ہے یہ بات اس دور میں سوچی بھی نہ جا سکتی تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دنیا بھر میں کیسے بلند ہوگا؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ سلم کو یہ خوشخبری سنائی اور پھر اس کو پورا بھی کیا سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع ذکر کا کام اس نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے لیا کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کیلئے کئی طریقے اختیار کئے حج کے موقعہ پر جب تمام عرب قبائل مکہ میں آتے تو کفار کے وفود ان سے ملتے اور انہیں خبردار کرتے کہ یہاں ایک شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جو لوگوں پر جادو کرتے ہیں اور اس نے باپ بیٹے کو بھائی بھائی کو جدا کر دیا ہے اس سے بچ کر رہنا اگرچہ ان کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنا ہوتا تھا مگر سماعت کرنے والے کے دل میں ایک جستجو پیدا ہو جاتی کہ ایسے شخص کو دیکھیں تو سہی آخر وہ کونسی ہستی ہے جس سے یہ لوگ خوفزدہ ہیں لہٰذا وہ لوگ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے جب وہ قرآن سماعت کرتے تو واقعی وہ گرویدہ ہو جاتے اس طرح اسلام کا پیغام سرزمین عرب میں پھیل گیا اور دُور دراز سے لوگ جوق در جوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی خاطر مکہ میں حاضر ہوتے اور اکثر مشرف بہ اسلام ہوتے اس طرح بقول قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوگیا۔ دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن چپہ چپہ پھیل گیا اور وہ وقت آیا کہ شاید ہی عرب قبائل میں کوئی قبیلہ ایسا رہ گیا ہو کہ جس میں کسی نہ کسی شخص نے اسلام قبول نہ کیا ہو یہ ارفع ذکر کا پہلا مرحلہ تھا اور دوسرا مرحلہ مدینہ میں ہوا کہ جہاں اسلامی ریاست خدا پرستی خدا ترسی زہد و تقویٰ طہارت اخلاق و محبت عدل و انصاف انسانی مساوات فیاضی غریبوں کی خبرگیری عہد و پیمان کی پاسداری معاملات میں راستبازی کا عملی نمونہ پیش کر رہی تھی ازاں بعد دشمنوں نے جنگ کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بڑھتے ہوئے اثر کو مٹانے کی کوششیں کیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اہل ایمان کی جو جماعت معرض وجود میں آئی اس نے نظم و ضبط شجاعت و جواں مردی سے فتوحات کیں کہ دنیا بھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوگیا۔ بارگاہِ رب العزت سے ایک اور سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی:

وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۪ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۠

(سورۃ الضحیٰ: ۱ تا ۱۱)

’’قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا اور نہ ہی بیزاری کی اور آخرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دنیا سے بہتر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت نعمتیں دے گا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پر سختی نہ کیجیے اور سائل کو مت جھڑکئے اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجیے‘‘۔

جب رات گزر جاتی ہے تو صبح آتی ہے لہٰذا الضُّحٰی یعنی صبح روشن کی قسم کھائی گئی ہے سَجٰی یعنی رات کی قسم وہ رات کونسی رات؟ جو سکون کے ساتھ طاری ہو جاتی ہے شب و روز کی ان قسموں کے بعد فرمایا گیا ’’اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ ہی ناراض ہوئے ہیں‘‘۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول بند ہو گیا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شک تھا کہ کہیں رب ذوالجلال ناراض نہ ہو گئے ہوں! اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین بھی طعنہ زنی پر اتر آئے۔

اس غمگینی کی وجہ سے باری تعالیٰ نے مذکورہ سورۃ نازل فرمائی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو اسی لئے دن کی روشنی اور رات کے سکون کی قسم کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ناراض ہوئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں تو وحی نازل ہو اگر وحی بند ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رب ناراض ہیں۔ جس طرح دن کی روشنی مسلسل انسان پر حاری رہے تو وہ انسان کو تھکا دیتی ہے اس لئے ایک وقت مقررہ تک دن روشن رہنے کے بعد رات کا آنا ضروری ہے تا کہ انسان سکون حاصل کر سکے اس طرح وحی کی روشنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو برداشت نہ کر سکیں گے اس لئے وقتاً فوقتاً نزول وحی کا سلسلہ رک جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون میسر ہو۔ گویا آفتاب وحی کا طلوع بمنزلہ روز روشن ہے اور وحی کا رک جانا بمنزلہ سکون شب ہے۔

پھر فرمایا گیا یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آنے والا دور پہلے دور سے بہتر ہے یہ خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حالات میں دی گئی تھی کہ ساری قوم مخالف تھی اور صرف چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمراہ تھے بظاہر کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آنے والا دور بہت اچھا ہو گا۔ یہ بھی اصول ہے کہ ہر دور پہلے دور سے بہتر ہوتا ہے اور پھر اس طرح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری قوم پر تسلط ہو گیا اور پھر آخرت اس سے بھی زیادہ بہتر ہو گی اور یہ بھی فرمایا کہ ’’عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاؤ گے‘‘ اگرچہ دینے میں کچھ دیر لگے گی لیکن وہ وقت دُور نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رب العالمین کی عطا و بخشش کی بارش ہو گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں گے اور رب دو جہاں کا وعدہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا ہو گیا کہ جنوب کے ساحل سے لیکر شمال میں سلطنت روم شام فارس اور عراق کی سرحدوں تک اور ادھر مشرق میں خلیج فارس سے لیکر مغرب میں بحیرہ احمر تک کا علاقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نگیں آ گیا۔ عرب کی تاریخ میں پہلی بار اس سرزمین پر قانون اور

ضابطہ حیات معرض وجود میں آیا اور جو طاقت بھی ٹکراتی پاش پاش ہو جاتی ایسا غلبہ ہوا کہ صرف لوگوں کے سر ہی اطاعت کیلئے نہیں جھکے بلکہ ان کے دل بھی مسخر ہو گئے اور پہلی بار عقائد و اخلاق اور اعمال میں انقلاب آ گیا پوری انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ ایک جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم صرف ۲۳ سال کے اندر بدل گئی اور دنیا کیلئے ایک نمونہ بن گئی۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکانا دیا یہ مہربانی تو روز اوّل سے آپ پر ہو رہی ہے اس میں ناراضی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بحیثیت یتیم وارد ہوئے اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے سہارا نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا ہر قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعاون و امداد مہیا کی گئی یہ کائنات ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے پھر فرمایا ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی'' مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا کہ باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کا علم عطا فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی سورۃ شوریٰ میں فرمایا گیا ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ جانتے تھے کہ یہ کیا ہوتی ہے اور نہ ایمان کی کوئی خبر تھی''۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہوا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

(سورۃ النساء: ۱۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سکھایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضل رہا ہے''۔

سورۃ القصص میں فرمایا گیا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

(سورۃ القصص: ۸۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ توقع نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی مہربانی سے اس کا نزول ہوا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوتیں عطا فرمائیں نبوت کے سربستہ راز واشگاف فرمائے۔ عنایات و انعامات کا چشمہ کھول دیا۔ ہدایت ایک متاعِ کثیر کی حیثیت رکھتی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ اس ہدایت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناواقف تھے اور اس کفر و ضلالت کے معاشرے سے بھی الگ تھلگ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین ابراہیمی میں بھی واقف نہ تھے اور نہ ہی اس جاہلی معاشرہ کے طور طریقوں سے آگاہ تھے پھر فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نادار پایا پھر مالدار کر دیا'' صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریب تھے یتیم تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالدار بنا دیا گیا اسقدر عنایات کے بعد ہدایت فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پر سختی نہ کریں سائل کو نہ جھڑکیں اور اپنے رب کی عظمت کا اظہار کریں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ یتیم تھے لہٰذا یتیموں کا احساس تو ہوتا ہوگا دوبارہ بھی ہدایت دی گئی تاکہ شکرانہ کے طور پر یتیموں کے ساتھ مہربانی ہو۔ دراصل قرآن مجید میں جس قدر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیات نازل فرمائی گئی ہیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے علاوہ بعض آیات ہدایات کی شکل میں جو نازل ہوئی ہیں اس سے مراد تشبیہ کے طور پر لی جا سکتی ہے اور وہ ہدایات معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کیلئے وارد ہوئی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود ہادی ہیں یہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کیلئے نازل ہوا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرۃ: ۲) کیلئے نازل ہوا ہے حضور تو خود بمنزلہ ہدایت کے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت بے پایاں ہیں شمع ہدایت ہیں اس مقام پر یہ بھی فرمایا گیا کہ سائل کو نہ جھڑکو مقصد یہ کہ جو ہدایت کی خاطر بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا سے جھڑکیں نہیں یا پھر امداد و اعانت کیلئے بھی حاضر ہو تو اسے جھڑکیں نہیں حسن سلوک کی ہدایت دی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خود اخلاق عالیہ پر فائز تھے جیسا کہ فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ اس کے بعد رب دو جہاں کی عظمت کا اظہار کروا ان نعمتوں کی عنایات کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار ضروری ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ

ایک رسول ایک نبی کی عظمت کا اظہار تبلیغ دین ہی ہے پیغام الٰہی کا اظہار ہی ہے رسول تو ویسے ہی اللہ تعالیٰ کا مطیع و پیروکار ہوتا ہے اور وہ ایک قدم بھی آگے نہیں چلتا نہ ہی پیچھے لوٹ سکتا ہے اصل مقصد تو یہ ہے کہ انعامات کے شکریہ کے طور پر دین الٰہی کو پھیلایا جائے لوگوں کو فیضان رحمت سے سرفراز کیا جائے یتیمی میں دستگیری کا جو احسان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کا تقاضا ہے کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے نادار سے مالدار بنانے کا جو احسان اللہ نے کیا ہے اس کا اظہار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محتاج بندوں کی مدد کی جائے غرض یہ کہ ایک بہت بڑی جامع ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات و احسانات کرنے کے بعد اس مختصر سے فقرے میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تاکہ امت کیلئے وجہ بصیرت کا کام دے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بغور مطالعہ کریں تو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان ہدایات کا مجسمہ تھے سراپا ہدایت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین ختم ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل دین تھے فرمایا گیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا
(سورۃ مائدہ:۳)

"آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا ہے اور میں نے تم صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام تمام کر دیا ہے اور میں نے اسلام کو تمہارا دین پسند کیا ہے"۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس دین کو مکمل کیا اور کتاب مبین نازل فرمائی:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا
(سورۃ نساء:۱۱۳)

"اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ باتیں بتلائیں جو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ جانتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم یہاں تک ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

"اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی سب سلب کر لیں پھر اس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے گا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب ہی کی رحمت ہے کہ ایسا نہیں کیا بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا بڑا فضل و کرم ہے"۔ (بنی اسرائیل)

اس کائنات ہست و بود میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ ان انعامات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ مخصوص انعامات کی بارش کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی انعامات سے مستفید فرمایا ہے۔ سورۃ لقمان میں ارشاد ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (سورۃ لقمان:۲۰)

"اور پوری کر دیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں"۔

سورۃ مائدہ میں یوں فرماتے ہیں:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (سورۃ مائدہ:۷)

"اور حق تعالیٰ کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو"۔

سورۃ نحل میں یوں ذکر ہے:

كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ (سورۃ نحل:۸۱)

"اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تسلیم و نیاز کرو"۔

واقعہ ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”جو شخص بے پروائی برتتا ہے اس کی طرف توجہ کرتے ہوا ایسا ہرگز نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے اور اپنی وجاہت پر پھولے ہوئے لوگوں کو بے جا اہمیت دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق بجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اخلاق کے اعلیٰ پیانہ پر ہیں مگر اسلام کی تعلیم ایسی چیز ہے کہ جو اس سے منہ موڑے اس کے سامنے اسے پیش نہ کیا جائے اور نہ ہی یہ شان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ ان مغرور لوگوں کو اسلام کی طرف لانے کیلئے کسی ایسے انداز سے کوشش کی جائے کہ جس سے یہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی غرض ان سے اٹکی ہوئی ہے یہ مان لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت فروغ پا سکے گی ورنہ ناکام ہو جائے گی، ان لوگوں سے حق اتنا بے نیاز ہے جتنا کہ یہ لوگ حق سے۔ بے نیاز ہیں“۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی ہے اور اس تعلیم میں حضور کا احترام اولین حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن میں جسقدر بھی فرمان باری تعالیٰ ہیں ان سب سے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقدم ہے جس مقام پر جس منزل

پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی سی دل آزاری بھی ہوئی تو باری تعالیٰ غصہ میں آ گئے۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی رب کائنات کی بے حرمتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مکہ معظمہ کے چند بڑے سردار براجمان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش فرما رہے تھے اس اثناء حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق کچھ دریافت کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مجلس میں بے ادبی اور مداخلت ناگوار گزری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بے رُخی کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ عبس نازل فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ

(سورۃ عبس: ۱ تا ۱۱)

”پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا خبر شاید نابینا سنور جاتا کسی امر میں نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجیے قرآن تو ایک نصیحت ہے“۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝

(سورۃ عبس: ۱۲ تا ۱۶)

''جس کا جی چاہے اسے قبول کرے یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں بلند مرتبہ ہیں پاکیزہ ہیں معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں''۔

بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نابینا سے بے رُخی اور سرداروں کی طرف توجہ دینے کی بناء پر اس سورۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھایا گیا ہے لیکن پوری سورۃ پر مجموعی حیثیت سے غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ دراصل کفار مکہ کے ان سرداروں پر عتاب کیا گیا ہے جو اپنے تکبر اور ہٹ دھرمی پر رسول اللہ کی تبلیغ کو حقارت کے ساتھ رد کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا صحیح طریقہ بتانے کے ساتھ ساتھ اس طریقہ کی غلطی سمجھائی گئی ہے جو اپنی رسالت کے کام کی ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار فرما رہے تھے۔

دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نابینا سے توجہ سے پیش نہ آنا اور سردارانِ قریش کی طرف توجہ کرنا کچھ اس بناء پر نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے لوگوں کو معزز ومحترم اور نابینا کو حقیر سمجھتے تھے بلکہ معاملہ کی اصل نوعیت یہ ہے کہ ایک داعی جب اپنی دعوت کا آغاز کرنے لگتا ہے تو فطری طور پر اس کا رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ قوم کے سردار بااثر لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں تاکہ کام آسان ہو جائے ورنہ عام بے اثر معذور غریب لوگوں میں دعوت پھیلائی بھی جائے تو اس سے کوئی بڑا فرق نہیں پڑتا۔ قریب قریب یہی طرز عمل ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا ہو گا اور ہر رسول یہی عمل کرتا چلا آیا ہے۔

خود قرآن فرماتا ہے کہ جس دور میں بھی رسول مبعوث ہوئے تو انہیں حکم دیا گیا کہ آپ فرعون کے پاس جاؤ نمرود اور شداد کے پاس جا کر تبلیغ کرو یہ لوگ خدائی دعویدار اور متکبر تھے۔ اس دعوت کا محرک سراسر اخلاص اور دعوت حق کو فروغ دینے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے نہ کہ بڑے لوگوں کی تعظیم اور چھوٹے لوگوں کی تحقیر کا تخیل۔

اس طرز بیان سے ایک نہایت لطیف طریقے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس دلایا گیا ہے کہ یہ ایسا کام تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرنے کا نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کو جاننے والا اسے دیکھتا تو خیال کرتا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں بلکہ کوئی اور ہے جو اس رویے کا مرتکب ہوا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ''اور جو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتا آتا ہے اور وہ ڈر رہا ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے رُخی برتتے ہیں ہرگز نہیں''۔ یہی ہے وہ اصل نکتہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کی خاطر اس موقع پر نظر انداز کر دیا تھا اس کو سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر سمجھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ داعی حق کی نگاہ میں حقیقی اہمیت کس چیز کی ہونی چاہیے ایک ایسا شخص ہے کہ جس کی ظاہری صورت بتا رہی ہوتی ہے کہ وہ طالب حق ہے اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ باطل کی پیروی کر کے خدا کے غضب میں مبتلا نہ ہو جائے اس لئے وہ راہ راست کا علم حاصل کرنے کی خاطر خود ہی چل کر آتا ہے۔

دوسرا شخص وہ ہے کہ جس کا رویہ صریحاً یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس میں حق کی کوئی طلب نہیں ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو اس سے بے نیاز ہی سمجھتا ہے کہ اسے راہ راست پر لایا جائے ان دونوں میں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ کون ایمان لانے میں پہل کرتا ہے۔ کس کا ایمان لانا دین کے فروغ میں مفید ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا نظریہ یہ ہے کہ ''دیکھنا یہ ہے کہ کون ہدایت کو قبول کر کے سدھرنے کیلئے تیار ہے اور اس متاع کا قدردان ہے''۔

قرآن کی تبلیغ کا مقصد ہی یہی ہے کہ جو لوگ ہدایت کے خواہشمند ہیں انہیں ہدایت فرمائی جائے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ بقرہ: ۲) کا یہی مقصد ہے کہ یہ ہدایت صرف متقیوں کیلئے ہے لہٰذا فرمایا گیا کہ جو لوگ ہدایت اور اخروی نجات کے طالب ہیں انہیں ہدایت فرمائی جائے نیز یہ بھی احساس دلایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے خلاف تھا جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے لیکن اس کے برعکس حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال تھا کہ اگر ان سرداروں میں ایک آدمی بھی ایمان لے آیا تو اسلام کو بڑی تقویت ملے گی اور ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ تو نابینا ہے اور پھر اپنے گھر کا آدمی ہے ان کو بعد میں بھی ہدایت ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اگر وہ نہ سدھرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کیا ذمہ داری ہے؟ اور جو دوڑتا ہوا آتا ہے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے رُخی برتتے ہو نہیں ہرگز نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے قبول کرے یہ قرآن تو ایسے صحیفوں میں شمار ہوتا ہے جو بہت ہی مکرم محترم ہیں''۔ لہٰذا اسے ان متکبروں کے سامنے پیش نہ کیا جائے کیونکہ یہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اصل مقصد تو یہ ہے کہ جہاں حضور عزت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت نہ ہو وہاں کیوں تبلیغ اسلام کی جائے اور پھر کبر و غرور کے خلاف اسلام نبرد آزما رہا ہے جہاد کے موقعہ پر بعض صحابیوںؓ کے پیچھے رہ جانے پر باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

(سورۃ توبہ:۴۳)

''اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیوں اجازت دے دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکنا تھا جب تک ان لوگوں کا سچا ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جاتا''۔

اسی طرح سورۃ نساء میں فرمایا:

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۙ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ

(سورۃ نساء:۱۰۵)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کریں اور اللہ سے استغفار کریں''۔

اسی طرح فرمایا:

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ (سورۃ النساء:۱۰۷)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کیجیے جو اپنی جانوں میں خیانت کرتے ہیں''۔

سورۃ انفال میں ارشاد ہوتا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی رہتے جب تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح خونریزی نہ کر لیتے''۔

اسی طرح سورۃ توبہ میں فرمایا گیا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کیلئے مناسب نہ تھا کہ وہ مشرکوں کی مغفرت کی دعا کرتے خواہ وہ ان صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہی کیوں نہ رہے ہوں جب کہ ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ لوگ دوزخی ہیں''۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی کے متعلق سورۃ احزاب میں فرمایا گیا ہے:

''اور اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف سے اندیشہ کر رہے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا زیادہ سزاوار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ڈریں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی معصوم ہوتی ہے پاکیزہ و مطہر ہوتی ہے اور نبی کا کوئی استاد رہبر یا مرشد نہیں ہوتا ان کا پیر و مرشد استاد رہبر سب کچھ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں نبی کی ذات صفات سے جو بھی کردار ہوتا ہے وہ کردار گفتگو سب کچھ اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں نبی کا ہر فعل رب العالمین کا فعل ہے لہٰذا انہیں پاک و اطہر معصوم رکھنے کیلئے باری تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے جہاں معمولی سی بات ہوئی تو فوراً فرمایا یہ کیا کر رہے ہو بس معاف کر دیا گیا نبی کی ذات میں گناہ یا جرم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ حضرات پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کو انگلی پکڑ کر چلاتے ہیں جہاں کہیں معمولی سی بات ہوئی تو فوراً کہا اوہ یہ کیا کیا چلو معاف کر دیا۔

اس واقعہ کے تحریر کرنے کا مقصد بحث طلبی نہیں ہے جب سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی روشنی میں لکھی جا رہی ہے تو پھر اس واقعہ کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کا تعلق ہے وہ تو ایسے کئی واقعات قرآن میں درج ہیں کہ جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر کیا رحمت فرمائی لیکن باری تعالیٰ نے روک لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص سے بلا تمیز مذہب کے رحم و کرم فرمایا جبکہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض تھے۔ ہر فرد بشر کو معاف کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت تھی۔

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وجود میں لانے کے بعد آدم علیہ اسلام کو پیدا فرمایا تو اس میں انسانی جبلت کے جتنے اوصاف حمیدہ اور نقائص تھے وہ ظاہر کر دیے لہٰذا آج تک کوئی انسان بھی خامیوں کوتاہیوں لغزشوں سے مبرا نہیں ہوا، آدم علیہ السلام نبوت و رسالت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود بھی انسانی جبلت کے اعتبار سے خامی و غلطی سے پاک نہ ہوئے چنانچہ جب بہشت بریں میں انہیں متمکن کیا گیا تو غلطی کر بیٹھے اور انہیں سزا کے طور پر زمین پر لایا گیا یہ بھی انسانی جبلت ہے کہ انسان جب غلطی یا کوتاہی کر بیٹھتا ہے تو بارگاہ رب العزت سے معافی طلب کرتا ہے لہٰذا انہوں نے التجا فرمائی

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

(سورۃ اعراف:۲۳)

”اے اللہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تُو ہماری غلطی پر رحم فرما ہمیں بخش دے ورنہ ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے“۔

اور غلطی معاف ہو گئی اور آپ علیہ السلام پاک و مطہر ہو گئے۔ انسان اپنی جبلت کے اعتبار سے نامکمل ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور اس کا رنگ اختیار کرنے کے باوجود بھی خطا کا پتلا ہے انسانی جبلت میں یہ بات بھی اس کی فطرت میں ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کو نشانہ تنقید بناتا ہے مگر اپنی غلطیوں کی طرف ہرگز نہیں دیکھتا بلکہ دوسروں کو مورد الزام ٹھہراتا ہے وہ دوسروں پر رحم کرنے سے گریز کرتا ہے وہ اپنی ذات کے لئے سب کچھ کر

گزرتا ہے لیکن جہاں تک اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ ہونے کے حوالے سے جو سبق دیا ہے وہ اس کی فطرت کے اعتبار سے مختلف ہے اس کی تعلیمات منفرد ہیں لہٰذا اس کائنات میں باری تعالیٰ نے ایک ہستی ایسی بھی پیدا فرمائی کہ جنہوں نے اس دنیا کے تمام دستور توڑ دیئے انسانی جبلت کے تمام تقاضے ختم کر دیئے انسانی فطرت کے تمام اصول رد کر دیئے اور اپنے حسن کردار سے دنیا کو ایسی منزل پر کھڑا کیا جہاں انسان نے کبھی جھانک کر بھی نہ دیکھا تھا یہ ذات گرامی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہے جنہوں نے اپنی عمر میں کسی انسان کو ہدف تنقید نہیں بنایا کسی انسان کی غلطیوں کوتاہیوں کی تشہیر نہیں کی دوسروں کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا بلکہ ہر فرد پر رحمت کی بارش کرتے رواں دواں چلے گئے ذات رحمت للعالمین جنہیں بارگاہ رب العزت سے خطاب ملا کہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

(سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

''ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر''

اس ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے احترام انسانیت کی وہ مثال قائم فرمائی کہ دنیا کے بڑے بڑے مدبر فلاسفر انگشت بدنداں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان کو نشان معصیت قرار نہیں دیا حالانکہ جبلی اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے انسان تھے اور آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اللہ کی مخلوق تھے لیکن کائنات خداوندی میں منفرد حیثیت کے مالک تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو صفات تھیں وہ انسانی جبلت کے اعتبار سے منفرد اور بالاتر تھیں اسی وجہ سے لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز انسان نہیں ہو سکتے اور آج تک یہی شکوک وشبہات چلے آ رہے ہیں لیکن کمالات قدرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ قدرت کہتے اسی کو ہیں کہ جو نہ ہونے کو ہونا کر دے ناممکن کو ممکن بنا دے یہ قدرت کا خاص کرشمہ ہے کہ اس نے انسانوں کی اس دھرتی میں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا جہاں انسانیت مجروح ہو رہی تھی جہاں درندگی بھی شرماتی تھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا۝

(سورۃ بنی اسرائیل:۸۷)

''مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی رحمت ہے بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا بڑا فضل وکرم ہے''

اس کائنات کے وجود میں آنے کے بعد پیغمبر آئے رسول آئے نبی مبعوث ہوئے اور ان پر فضل وکرم ہوا وہ نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ مگر مجسم رحمت نہیں بنے وہ خلیل ہوئے ذبیح ہوئے مسیح بن گئے روح اللہ قرار پائے مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت نہ بن سکے اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانی جبلت کے اعتبار سے منفرد شخصیت پیدا کی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعالمین کے خطاب سے بھی نوازا، جہاں تک ''عالمین'' کا مقام متعین کرنے کا سوال ہے اس کی وضاحت ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی وسعت کائنات اور تخلیقات کا احاطہ نہیں ہو سکتا لہٰذا ہم یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ رب ذوالجلال کے کتنے جہان آباد ہیں اور کہاں واقع ہیں ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ جن جہانوں کے رب العالمین ہیں انہیں جہانوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں اللہ تعالیٰ تمام تخلیقات کے رب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام تخلیقات کے لئے رحمت ہیں۔ رحمت کا لفظ قرآن میں متعدد بار دہرایا گیا ہے لفظ رحمت وسیع وعریض معنوی حیثیت کا حامل ہے جس کی پوری تشریح ناممکن ہے۔ تعریف ہو سکتی ہے توصیف ہو سکتی ہے مگر اس کی قلم وقرطاس اور زبان و بیان سے وضاحت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تعریف خود باری تعالیٰ کی بھی ہے باری تعالیٰ کی کوئی تعریف ناقابل وضاحت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے متعلق اللہ تعالیٰ نے بڑی وزنی بات کی ہے سورۃ اعراف میں فرماتے ہیں ''پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے جو اس رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کریں'' قرآن میں لفظ رحمت متعدد بار آیا ہے سورۃ عمران میں ارشاد ہوا ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کیلئے بہت نرم واقع ہوئے ہیں'' سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ''یہ تو جو کچھ ملا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی رحمت سے ملا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کا فضل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا ہے" یہ بھی فرمایا گیا
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل:۸۲) قرآن بھی مومنین کے لئے رحمت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت ہو" سورۃ ہود میں ذکر ہوا "کہ اختلاف سے بچ جانا بھی اللہ کی رحمت ہے" سورۃ یوسف علیہ السلام میں فرمایا گیا "حضرت یوسف نے فرمایا کہ گناہ سے بچ جانا اللہ کی رحمت ہے" حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں اور گمراہوں کا کام ہے" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "اپنے رب کی رحمت سے مایوس تو گمراہ لوگ ہوتے ہیں" سورۃ اعراف میں ہے "یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں کے قریب ہے" یہ بھی فرمایا "سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے" سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے "اللہ کے یہاں انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا وہی کامیاب ہیں ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور جنتیوں کی بشارت دیتا ہے" اسی جگہ فرمایا گیا ہے "جو اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں وہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی" سورۃ توبہ میں فرمایا گیا "جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ضرور ان کے لئے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا" سورۃ ھود میں ارشاد ہوتا ہے "ابراہیم علیہ السلام کے گھر والو تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں ہیں" سورۃ ھود میں ہی کہا گیا "آخر کار ہمارے فیصلے کا وقت آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ مومنوں کو بچالیا۔"

سورۃ احزاب میں فرمایا گیا "وہ ایسا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں تا کہ حق تعالیٰ تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت مہربان ہے" سورۃ دخان میں ہے "ہم بوجہ رحمت کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنانے والے تھے" سورۃ بقرہ میں یوں ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(سورۃ بقرۃ:۱۰۵)

"اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے۔"

سورۃ انعام میں ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

(سورۃ انعام:۵۴)

"تمہارے رب نے رحمت فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے"

اسی سورۃ میں ہے

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ

(سورۃ انعام:۱۳۳)

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب غنی ہے اور رحمت والا ہے"

اسی سورۃ میں پھر ذکر یوں ہوا ہے

فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ

(سورۃ انعام:۱۴۷)

"تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی رحمت والا ہے۔"

سورۃ کہف میں ہے

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ

(سورۃ کہف:۵۸)

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب بڑا مغفرت کرنے والا اور رحمت والا ہے"

سورۃ اعراف میں فرمایا گیا ہے

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

(سورۃ الاعراف:۱۵٦)

"اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط کر رہی ہے"

سورۃ مومن میں ہے

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا

(سورۃ مومن:۷)

"اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر چیز پر محیط ہے"

سورۃ فاطر میں ذکر یوں ہے

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا

(سورۃ فاطر:۲)

"اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں"

سورۃ الزمر میں مومنین کے لئے فرمایا

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

(سورۃ الزمر:۵۳)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں"

سورۃ کہف میں رحمت کے متعلق یوں ارشاد ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً

(سورۃ کہف:۱۰)

"اے رب ہمارے ہم کو اپنی رحمت سے نواز"

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

(سورۃ کہف:۱۶)

"تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا"

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

(سورۃ کہف:۶۵)

"ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا"

سورۃ مریم میں یوں ذکر ہے

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا

(سورۃ مریم:۲)

"ذکر ہے اس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی تھی"

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا

(سورۃ مریم:۲۱)

"لوگوں کے لئے یہ ایک نشانی اپنی طرف سے اور ایک رحمت بنائیں"۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا

(سورۃ مریم:۵۰)

"ان کو اولاد دی اور اپنی رحمت سے نوازا"

سورۃ انبیاء میں ہے

وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا

(سورۃ انبیاء:۷۵)

"اور (لوط علیہ السلام) کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا"

وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً

(سورۃ انبیاء:۸۴)

"بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی دئے اپنی خاص رحمت کے ساتھ"

وَاَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا

(سورۃ انبیاء:۸۶)

''اوران کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا''

سورۃ نور میں فرمایا کہ

لَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ

(سورۃ نور:۱۴)

''اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کا رحم نہ ہوتا''

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

(سورۃ نور:۲۰)

''اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم نہ ہوتا تم پر اور بے شک اللہ بڑا شفیق رحیم ہے''

وَرَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ حَکِیْمٌ (سورۃ النور:۱۰) یہ جملہ بہت سی سورتوں میں آیا ہے۔ اس کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور فضل و کرم تقرب الٰہی سے ہی انسان رحمت بے پایاں سے سرفراز ہوتا ہے لفظ رحمت اور پھر رحمت للعالمین اپنے دامن میں بہت ہی خزانے پوشیدہ رکھتے ہیں تشریح کے لئے الفاظ ناممکن ہیں یہ وہی جانتا ہے جو رحمتوں کا منبع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیقات کی وضاحت نہیں فرمائی اور نہ ہی اپنے جہانوں کا ذکر کیا ہے اس نے اپنے خزانوں کو مخفی رکھا ہے اور ان مخفی خزانوں کو جو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہی جانتے ہیں کہ رحمت کی وسعت کہاں تک ہے اور انسان کہاں تک اس سے سیراب ہو سکتا ہے ہمیں تو قرآنی آیات کے پیش نظر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے رحمت سے استفادہ کرنا چاہئے۔

فتح مکہ کے خطبہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جم غفیر کی طرف بہ نظر غور دیکھا اور پوچھا کہ لوگو تم کو معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں، یہ لوگ بہت بڑے ظالم جابر تھے شقی القلب تھے بے رحم اور سخت جان تھے لیکن مزاج شناس ضرور تھے ہٰذا پکار اٹھے'' کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کریم ہیں اور کریم کے فرزند

ہیں'' تو پھر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لا تشریب علیکم الیوم فاذ ھبوا انتم والطلقاء

''آج تم پر کچھ الزام نہیں رہا جاؤ تم سب آزاد ہو یعنی آج کے دن سب کو معاف کر دیا گیا ہے''

اس اجتماع میں وہ لوگ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں کمر بستہ تھے۔ وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں اور وہ بھی تھے جن کی تیغ وسنان نے پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں۔ وہ بھی تھے کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے اور ایڑیوں کو لہولہان کر دیا تھا اور وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مکہ شہر کی دیواروں سے ٹکراتا تھا یہی لوگ تو تھے کہ جو مسلمانوں کو جھلستی ہوئی ریت پر لٹا کر سینوں پر پتھر رکھ دیتے تھے اور آتشیں مہریں لگاتے تھے لیکن رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے دامن عفو و کرم میں لے لیا اور سب کو معاف کر دیا اس سے زیادہ ہادی زماں رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا رحم و کرم کیا ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیضان رحمت سے ایسے لوگوں کو جہنم کی جھلستی ہوئی آگ سے نکال کر بہشت کے دبیز پردوں میں لپیٹ دیا اور وہ ظالم و جابر لوگ دنیا کے رہبر بن گئے صحابی رضی اللہ عنہم کہلائے پیغمبر کے جانشین ہو گئے اور اللہ کے نزدیک جنت کے حقدار بن گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت للعالمین کے ہونے کا عالم یہ ہے کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں

وَمَا كَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا كَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ

(سورۃ انفال:۳۳)

''اور اللہ ایسا نہیں کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہیں کہ اللہ ان پر عذاب نازل کرے اور اللہ ایسا بھی

نہیں ہے کہ عذاب انہیں دے جو بخشش کے طلب گار ہوں''

اور سورۃ نور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر یہ شرط رکھ دی

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (سورۃ نور:۵۶)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''

قرآن مجید میں رحمت کا ذکر بہت کیا گیا ہے کیونکہ رب کائنات کی ذات والا صفات رحمت ہے اور ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجسم رحمت ہے لہٰذا انسانوں کو ان رحمتوں سے فیضیاب ہونے کی دعوت بار بار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (القصص:۴۳) ''ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا گیا تا کہ لوگ سبق حاصل کریں'' اور جو اللہ و رسول پر ایمان لاتے ہیں ان پر رحمت ہوتی ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(سورۃ العنکبوت:۵۱)

''درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں''۔

سورۃ النحل میں ہے

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۃ النحل:۶۴)

''اور یہ ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لائے''

پھر اس سورۃ نور میں فرمایا

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى

(سورۃ نور:۲۱)

''اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو کوئی پاک نہ ہوتا''

سورۃ النمل میں ہے

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورۃ نمل:۷۷)

''اور یہ ہدایت و رحمت صرف مومنین کے لئے ہے''

سورۃ القصص میں یوں فرمایا گیا

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

(سورۃ قصص:۴۶)

''لیکن یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی رحمت ہے''

سورۃ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سورۃ لقمان:۳)

''ہدایت و رحمت محسنین پر ہے''

سورۃ الروم میں مومنین کے درمیان محبت و رحمت کا ذکر یوں فرمایا

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

(سورۃ روم:۲۱)

''اور تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کر دی''

سورۃ القصص میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوتا ہے

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

(سورۃ قصص:۸۶)

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس بات کے امیدوار نہ تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ کتاب نازل کی جائے گی یہ تو محض آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی رحمت سے نازل ہوئی''

اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (سورۃ العنکبوت:۲۳)

''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس سے ملاقات

سے انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں ان کے
لئے دردناک عذاب ہے"

جن لوگوں پر رحمت کا نزول ہوتا ہے تو وہ

اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا

(سورۃ روم:۳۶)

"جب ہم انسانوں کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو وہ
اس پر پھول جاتے ہیں"

یہ دن رات آسمان وزمین وغیرہ پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ سب انسانوں کے لئے ہیں اور
یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے القصص میں یوں ارشاد ہوتا ہے

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

(سورۃ قصص:۷۳)

"یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن
بنائے ہیں"

سورۃ الروم میں ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

(سورۃ روم:۴۶)

"اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے
بشارت دینے کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی
رحمت ہے"

سورۃ الروم میں ہے:

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

(سورۃ روم:۵۰)

"دیکھو اللہ کی رحمت کہ مردہ پڑی زمین کو کس طرح جلاتا ہے"

سورۃ نمل میں فرمایا

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

(سورۃ نمل:۶۳)

"اور کون اپنی رحمت سے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے"

سورۃ نمل میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ

وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ

(سورۃ نمل:۱۹)

"اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل فرما"

سورۃ یٰسین میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ

(سورۃ یٰسین:۴۴)

"مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت کے لئے فائدے ہیں"

سورۃ الزمر میں رحمت کا اندازہ یوں ہے

وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ (سورۃ الزمر:۹)

"امید رکھتا ہے پرودگار سے رحمت کی"

اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ

(سورۃ الزمر:۳۸)

"وہ مجھ پر رحمت کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک
سکتے ہیں!"

سورۃ شوریٰ میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

وَلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

(سورۃ شوریٰ:۸)

"لیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں"

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (شوریٰ:۲۸) "اور وہی اپنی رحمت پھیلاتا ہے"

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا (سورۃ روم:۳۶)

"تحقیق ہم جب انسان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں اور وہ خوش ہو جاتا ہے"

پھر سورۃ الزخرف میں ارشاد ہوتا ہے

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ

(سورۃ الزخرف:۳۲)

"کیا یہ رب کی رحمت کو اپنی قسمت سمجھتے ہیں"

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

(سورۃ الزخرف:۳۲)

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کی رحمت کہیں بہتر ہے اس پر جو وہ جمع کرتے ہیں"

سورۃ الدخان میں ہے

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (سورۃ الدخان:٦)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرودگار کی طرف سے رحمت ہے"

سورۃ الجاثیہ میں ارشاد رب العزت ہے کہ:

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

(سورۃ الجاثیہ:۲۰)

"اور ہدایت اور رحمت ہے اس قوم پر جو یقین کرتے ہیں"

سورۃ فتح میں ارشاد ہوتا ہے

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(سورۃ الفتح:۲۵)

"اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے"

سورۃ الدھر آیت ۳۱ میں ہے يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ "اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت نورانی

نور کے لفظی معنی حقیقت، ہدایت اور روشنی کے ہیں باری تعالی نے جہاں کتاب مبین کا ذکر فرمایا ہے اور اسے نور مبین، نوری الھدیٰ من اللہ نور کہا ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بھی شامل فرمایا ہے۔ جس طرح قرآن نور ہدایت منبع انوار ہے منارۂ نور ہے اسی طرح ذات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ قرآن کریم میں ہر مقام پر ذکر الٰہی ہوا ہے اس ذکر کے ساتھ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ فرمایا گیا ہے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

(سورۃ المائدہ:۱۵)

"لوگو تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب واضح بھی"

یہ دونوں نور ہدایت نور ایمان نور اسلام اور منبع انوار اس لئے نازل اور مبعوث کئے گئے ہیں کہ مومنوں اور متقین کے لئے راہ ہدایت بنیں بصیرت کا کام دیں اور باعث نجات ثابت ہوں۔ سورۃ الحدید میں فرمایا گیا ہے

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(سورۃ الحدید:۹)

"وہ ایسا ہے کہ اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم پر صاف صاف آیات اتارتا ہے۔ تا کہ وہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی

طرف لائے"

سورۃ التغابن میں بھی بیان کیا گیا ہے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

(سورۃ التغابن: ۸)

"سوتم اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس نور پر کہ ہم نے جو نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے"

سورۃ طلاق میں اس طرح فرمایا گیا ہے

رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (سورۃ الطلاق: ۱۱)

"ایک ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف آئیں"

اس نور ہدایت اور تاریکیوں سے نکالنے کا جو مژدہ سنایا گیا ہے کفار پر بار گراں گزرا ہے کیونکہ وہ لوگ نور کی فراوانی کی تاب نہ لا سکتے تھے لہٰذا باری تعالیٰ سورۃ توبہ میں فرماتے ہیں۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ: ۳۲)

"وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کفار برا مانیں"

اور یہ وعدہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(سورۃ الصف: ۸)

"اگرچہ کافر برا منائیں مگر اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا"

ان آیات میں نور اللہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے قرآن کریم و نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے دراصل دین اسلام دین حق جو مومنوں کیلئے نور بصیرت بن کر وارد ہوا ہے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی اس نور مبین کے لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جس نے اپنا رسول ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم اور سچا دین دے کر بھیجا ہے اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ کفار ناپسند کیوں نہ کریں قرآن کریم میں دین الھدیٰ و دین الحق کا ذکر فرمایا گیا ہے الھدیٰ سے مراد قرآن اور دین حق سے مراد اسلام ہے اور لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (الفتح: ۲۸) کے ساتھ آیا ہے یعنی تمام دینوں پر غالب کر دیا گیا ہے باری تعالیٰ نے اس کائنات میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے دو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک طرف قرآن اور دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایک ذکر دوسرا ذاکر جہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر کا تذکرہ کیا ہے وہاں ذاکر بھی اس سے الگ نہیں رہا لہٰذا سورۃ مائدہ میں ارشاد ہوا "بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب" یعنی نور سے مراد ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی متصور ہوگی کیونکہ کتاب کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے سورۃ الزمر میں آیا ہے "جس شخص کا سینہ کشادہ کیا ہے اللہ نے واسطے اسلام کے پس وہ ہوتا ہے نور پر اپنے پرودگار کی طرف سے" یہ بھی فرمایا گیا ہے

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

(البقرہ: ۲۵۷)

"اللہ دوست ہے ایمان والوں کا وہ انہیں تاریکی سے نکال کر نور میں داخل کرتا ہے۔"

جب مومن کو حق تعالیٰ اپنے فضل سے نور توحید یا نور ذات میں داخل کرتا ہے تو اس کی نظر ہر وقت حق پر رہتی ہے وہ اس نور اور مشعل راہ سے قطعاً ادھر ادھر نہیں ہوتا یہی مومن کی شان امتیاز ہے اور نور حق یا روشن کتاب کا نتیجہ ہے۔ قرآن کہتا ہے

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ (سورۃ البقرہ: ۱۱۵)

''تم جس طرف بھی رخ کرو گے پس دیکھو گے اللہ کو''

نور کی اصطلاح دراصل دل بینا ہے روشن دل یا دل میں روشنی اور روشنی بھی ایسی کہ اللہ کا نور جس کی فراوانی سے یہ جہاں روشن ہو جائے ہم برملا کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عالمگیر اسلامی انقلابی اور فکری لائحہ عمل اور ضابطہ حیات منبع انوار پیش کیا تو اس سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی والاصفات نے ایسے زمانے میں مبعوث ہو کر جب دنیا قعر مذلت میں مستغرق تھی جہالت و گمراہی کی انتہائی حدود پر پہنچ چکی تھی ان کو انسانیت کی راہ پر گامزن کیا انہوں صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کدہ عرب میں اسلام کی نورانی شمع کو روشن کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا کہ دنیا میں کینہ پروری قوم پرستی کی اجارہ داری نہیں ہو سکتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گرتی ہوئی قوم کو سہارا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تمام اقوام کو پکارا اور اپنی تحریک کی بنیاد چند وحدتوں پر رکھی پھر ان وحدتوں کو توحید و رسالت میں سمیٹ دیا جسے نور کے لقب سے پکارا جاتا ہے باری تعالیٰ نے جمالیاتی نقطہ نگاہ کی تشریح قرآن میں اس طرح فرمائی کہ "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (سورۃ النور:۳۵) ''یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' یہ ایک استعارہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے مثل کوئی نہیں ہے۔ بے شک نور کا منبع ذات باری تعالیٰ ہے وہ خالق و مالک ہے۔ ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اس کائنات کا وجود جو زمین کے علاوہ طبقات سماوی پر بھی مشتمل ہے محض اس لئے محسوس و مشہود ہے کہ اس کی ہستی و بقا اللہ تعالیٰ کی صفات نورانی سے ہے صفات ہمیشہ اکتسابی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے جن صفات عالیہ سے خود کو مظہر فرمایا ہے انہیں صفات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو فیض یاب کیا ہے اگر وہ کریم ہیں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کریم فرمایا گیا ہے وہ رؤف ورحیم ہیں تو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انہی صفات سے پکارا گیا ہے۔

نور حق کی اصل حیثیت کون ڈھونڈتا ہے، جس کی خلعت کا تعلق حق سے وابستہ ہو اسے تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟ صوفیائے کرام نے نور کی معنوی حیثیت ہستی لی

ہے۔ جس سے مابہ موجودیت مراد ہے ہم نور کہیں یا روح اس کی حقیقت دراصل انسانی فہم سے بالاتر ہے یہ سمجھ لیا جائے کہ جس شے کو نور مطلق یا روح اعظم سے جتنا حصہ ملتا ہے اتنی ہی صفات الٰہیہ کی حامل اور ذات خداوندی کے قریب ہوتی ہے۔ لوہا جس قدر آگ کی تمازت کو اپنے اندر جذب کرے گا اسی قدر آگ کے قریب ہو گا اسی قربت ہی سے جذب کا مظہر ہو گیا انسان کو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور اس کے حسن و جمال سے قبول کرنے کی صلاحیت تمام مخلوق سے زیادہ دی گئی ہے اس لئے اسے اشرف المخلوقات اور بہترین و محبوب و مطلوب خدا بننے کا شرف حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صفات کی کہاں تک تعریف و توصیف کی جائے ہماری وسعت ادراک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک زاویے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتی اس مہر درخشاں کے سامنے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اس نور حق سے نور کا اکتساب ہی بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور منبع انوار کے کسی گوشے پر خیال آرائی کرنا تو کجا اس بقعۂ نور کے سامنے ٹھہرنا کس کی مجال ہے؟ حضور کی تقدیس و تعریف میں جتنے دیوان سپرد قلم کئے جائیں عالم حیات کے شجر اور بحر بیکراں قلم و سیاہی کے لئے استعمال کئے جائیں پھر بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے کسی پہلو کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔

بشیر و نذیر و مبشر صلی اللہ علیہ وسلم

رسول ایک پیغمبر بھی ہوتا ہے جو بارگاہ رب العزت سے براہ راست رابطہ پیدا کر کے وحی کے ذریعہ لوگوں کو ڈراتا بھی ہے اور خوشخبری بھی دیتا ہے ذات رسول وسیع القلب اور بحر بیکراں ہوتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمایا تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو اپنے خاندان کو یہ پیغام پہنچائیں کیونکہ جب گھر والے راہ راست پر آ گئے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں جتنی تکالیف اپنوں نے دیں اتنی غیروں نے نہیں دیں سب سے بڑا دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب تھا لہٰذا باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝

(سورۃ الشعراء: ۲۱۴)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریب رشتہ داروں کو ڈرایئے''

ذات رسول گرامی والا شان صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف بشیر و نذیر ہے بلکہ مبشر اور شاہد بھی فرمایا گیا ہے جب کوئی پیام بر بارگاہ رب العزت کی طرف سے کسی قوم کو پیغام پہنچاتا ہے تو اس کے سامنے تبلیغ کے دو پہلو ہوتے ہیں کہ قوم کو یہ سمجھائے کہ اگر تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے لئے باعث خوشی اور راحت ہے رب العزت کی طرف سے انعامات کے حقدار بنو گے بصورت انکار تمہیں جہنم کی جلتی آگ میں ڈالا جائے گا دراصل راہ راست پر لانے کے یہ مثبت طریقے اختیار کئے گئے جو قوموں کے

لئے باعث نجات ہیں تبلیغ کا مقصد انسان کو راہ راست پر لانے کا ایک ذریعہ ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال تک قوم کو صراط مستقیم پر لانے کی سعی فرمائی لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشیر و نذیر اور مبشر قرار دئے گئے اگر بہ نظر غور اور فکر و نظر سے دیکھا جائے تو یہ بہت ہی عظیم منصب ہے اعلیٰ مقام و مرتبہ ہے اور امت کے لئے باعث نجات بھی ہے جب ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بصورت بشیر و نذیر دیکھتے ہیں تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کی جدوجہد سامنے نظر آ جاتی ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم قریش کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے کی۔ سخت محنت سے اور جہاد سے قوم کو راہ مستقیم پر گامزن کیا۔ قوم کی گمراہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

(سورۃ یٰسین: ٦)

''تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرائیں اس قوم کو جس کے آباؤ اجداد ڈرائے نہیں گئے وہ اس لئے بے خبری میں ہیں''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی ڈرانے والے بھی نہیں آئے لہٰذا اسی وجہ سے بھی یہ قوم گمراہی میں مستغرق ہے

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

(سورۃ السجدہ: ۳)

''تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی ڈرانے والا نہیں آیا''

لیکن اس ڈرانے کے بعد یہ بات بھی مسلّم ہے کہ وہی لوگ ڈرتے ہیں جو خوف کھاتے ہیں جنہیں اللہ کا ڈر ہے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا ۝

(سورۃ نازعات: ۴۵)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف ڈرانے والے ہیں ہر اس شخص کو اس کا جو خوف کرے''۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف اس وجہ سے ڈراتے ہیں کہ اللہ کے عذاب سے بچ جائیں کیونکہ ڈرانے والا رحمت للعالمین ہے رؤف ہے رحیم ہے کریم ہے اُسے صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد بشر پر عذاب جہنم ناگوار گزرتا ہے۔ سورۃ سبا میں فرمایا

إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ

(سورۃ السباء: ۴۶)

''تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں''

سورۃ فاطر میں فرمایا

إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ

(سورۃ فاطر: ۲۳)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف ڈرانے والے ہیں''

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ

(سورۃ فاطر: ۲۴)

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے''۔

اس سورۃ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے جس میں منکرین پر حیرانی محسوس کی گئی ہے کہ

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ

(سورۃ فاطر: ۳۷)

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا تو وہ سمجھ جاتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھیجا تھا''

کفار قسم کھانے کے باوجود بھی انکار کر گئے اسی سورۃ فاطر میں یوں فرمایا گیا ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا

(سورۃ فاطر: ۴۲)

''ان کفار نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے آئے تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی''

پھر کیا ہوگا جب موت آ جائے گی

فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ (سورۃ الملک: ۱۷)

''عنقریب مرتے ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا صحیح تھا''

سورۃ الملک میں یوں فرمایا گیا ہے

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ

(سورۃ الملک: ۸)

''اور جب جہنم میں یہ گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا''

قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ

(سورۃ الملک: ۹)

''اور وہ کہیں گے واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا''

اس کائنات میں روز اول سے ہی بشیر و نذیر تشریف لائے انہوں نے اقوام عالم کو خوشخبری بھی دی اور ڈرایا بھی لیکن کسی قوم نے بھی صراط مستقیم پر عمل نہ کیا عام محاورہ ہے کہ جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ دراصل آنکھوں کے اندھے تھے ان کو شمع رسالت کی روشنی نے خیرہ نہیں کیا باری تعالیٰ فرماتے ہیں

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

(سورۃ الحج: ۴۶)

''آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں درحقیقت وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں رکھے ہوئے ہیں''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ:۱۸)

"ہم نے ان کی زبان پر نگاہ پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے"

دراصل ڈرانے دھمکانے اور جنت کی خوشخبری دینے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا جب تک انسان کا دل قبول نہ کرے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دل مانگے جب اسے دل مل جائے تو پھر اس دل کو بارگاہ رب العزت میں بطور امانت رکھ دے اس کے بعد اس کی اپنی مرضی نہ رہے گی ایک روز رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا جا رہی تھیں کہ ان کے ایک ہاتھ میں پانی کا لوٹا تھا اور دوسرے ہاتھ میں آگ تھی لوگوں نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمانے لگیں آگ سے بہشت کو ختم کروں گی اور پانی سے جہنم کی آگ کو بجھاؤں گی تاکہ لوگ بہشت کے لالچ میں جہنم کے خوف سے اسلام قبول نہ کریں بلکہ اسلام کو بخوشی برضائے الٰہی قبول کریں انہوں نے بشیر و نذیر کی تشریح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب رب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار تاکید کی کہ ان کو ڈراؤ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ (سورۃ کہف:۴) "ان لوگوں کو ڈرائیے"

إِنَّمَآ أَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

(سورۃ الرعد:۷)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ڈرانے والے ہیں ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں"

إِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

(سورۃ الذریٰت:۵۰)

"میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں"

سورۃ نمل میں فرمایا

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (سورۃ نمل:۹۲)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں"

سورۃ النجم میں فرمایا یہ بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہیں

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُوْلٰى ۝

(سورۃ النجم:۵۶)

"یہ ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانیوالوں کی طرح"

سورۃ فرقان میں یوں ارشاد ہوتا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝

(سورۃ الفرقان:۱)

"بڑی عالی شان برکت والی ذات ہے جس نے قرآن نازل کیا اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم پر تاکہ وہ تمام دنیا والوں کے لئے ڈرانے والا ہو"

سورۃ حج میں یوں ارشاد ہوتا ہے

قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَآ أَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

(سورۃ حج:۴۹)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے اے لوگو! میں تو صرف تمہارے لئے ایک واضح ڈرانے والا ہوں"

سورۃ یٰسین میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں "اور ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بس ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور اللہ سے بے دیکھے ڈرے" سورۃ المدثر میں ہے

قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ (سورۃ مدثر:۲)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جائیے اور ڈرائیے"

سورۃ الحجر میں یوں ارشاد ہوتا ہے

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ

(سورۃ الحجر:۸۹)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں تو ایک کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں والوں کو نہیں سنا سکتے

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ

(سورۃ فاطر:۲۲،۲۳)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف ڈرانے والے ہیں''

جو لوگ نشانیاں طلب کرتے ہیں ان کو بھی فرما دیجئے

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ

(سورۃ عنکبوت:۵۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ وہ نشانیاں تو خدا کے قبضہ میں ہیں اور میں تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ڈرانے والے ہی نہیں ہیں بلکہ آپ خوشخبری دینے والے بھی ہیں لیکن خوشخبری تو مومنین کے لئے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان پر لبیک کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو ڈراتے ہیں اور مومنین کو خوشخبری دیتے ہیں لیکن قرآنی آیات میں دونوں کا ذکر کیا گیا ہے سورۃ اعراف میں ہے

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ

(سورۃ الاعراف:۱۸۸)

''میں اور کچھ نہیں بجز اس کے نذیر و بشیر ہوں''

سورۃ البقرہ میں یوں ارشاد ہوتا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا

(سورۃ البقرۃ:۱۱۹)

''بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو دین حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر''۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری دینے والے بھی ہیں اور ڈرانے والے بھی۔

سورۃ الاحقاف میں ہے

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ

(سورۃ الاحقاف:۹)

''میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں''

اسی طرح سورۃ انبیاء میں ارشاد ہوتا ہے

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ ۖ وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ

(سورۃ الانبیاء:۴۵)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعے سے تم کو ڈراتا ہوں اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں''

اب اسی ڈرانے والے صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بار بار قیامت سے ڈرا رہے ہیں بھلا یہ تو بتائیے کہ قیامت آئے گی کب؟ ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ

(سورۃ الملک:۲۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے قیامت کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے میں تو صرف ڈرانے والا ہوں''

اب ڈرانے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں یعنی خوشخبری بھی دیتے

ہیں ایک ہی شخصیت کے دو پہلو ہیں ظاہراً تو یہ دونوں متضاد پہلو محسوس ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ایک ہی پہلو کے دو رخ ہیں وہ اس لئے کہ مومن کو اس کے اعمال کے بدلے خوشخبری دینا اور کفار کو ان کے انکار کے بدلے ان کو عذاب جہنم اور خوف خدا سے ڈرانا ہے۔ یعنی

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ (سورۃ السباء:۲۸)

''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے واسطے رسول بنا کر بھیجا ہے ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا کی خوشخبری سنانے والے اور ایمان نہ لانے پر ان کو ڈرانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''

سورۃ فرقان میں یوں ارشاد ہوتا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝

(سورۃ الفرقان:۵۶)

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر اس لئے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں''

سورۃ الفتح میں یوں ذکر ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝

(سورۃ الفتح:۸)

''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے''

سورۃ بقرہ میں ہے ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا'' اور سورۃ بنی اسرائیل میں یوں ارشاد ہوتا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝

(سورۃ بنی اسرائیل:۱۰۵)

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''

سورۃ ھود میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ۝

(سورۃ ھود:۲)

''یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کریں میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں''

ذرا سورۃ احزاب میں باری تعالیٰ کس انداز سے فرماتے ہیں ملاحظہ کیجئے کہ شان نزول کا انداز کیا ہے صرف اسی آیت کریم پر سینکڑوں دیوان لکھے جا سکتے ہیں۔ صرف لفظ سراج منیر بحر بیکراں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۝ (سورۃ الاحزاب:۴۵ تا ۴۷)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روشن چراغ ہیں اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے''

سورۃ الحج میں صرف بشارت کی خبر ہے

عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ۝

(سورۃ الحج:۳۷)

''اور او پر اس کے ہدایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ

بشارت دو نیکی کرنے والوں کو"

اور سورۂ بقرہ میں خوشخبری یوں بیان کی گئی ہے

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(سورۃ البقرۃ:۲۵)

"اور خوشخبری سنا دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے"

سورۃ انعام میں یوں ذکر ہے

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ

(سورۃ الانعام:۱۹)

"اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں بھی اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں اور وہ بھی جن کو یہ پہنچے"

سورۃ مریم میں ہے:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ
وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا

(سورۃ مریم:۹۷)

"ہم نے اس کتاب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں نازل کیا یعنی آسان بنایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متقین کو بشارت دیں اور گمراہوں کو ڈرائیں"۔

اشرف البشر صلی اللہ علیہ وسلم

نبوت و رسالت کا سرچشمہ وہی ذات باری تعالیٰ ہے نبی و رسول ہمیشہ انسان ہی چلے آئے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ تھے نائب حق تھے بشر تھے۔ انسان اشرف مخلوقات ہے انسان کا مرتبہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ نبیوں رسولوں کے سلسلہ میں انسان ہمیشہ دھوکے میں رہا ہے تاریخ میں یہ ظلم عظیم ہوتا رہا ہے کہ جہاں منکروں نے کمالات قدرت کی طرف اپنی آنکھیں بند کیں تکذیب و انکار کو اپنا شعار بنایا وہاں باری تعالیٰ کے ماننے والوں نے بھی عقیدت و احترام میں غلو کیا بندہ و آقا کو ایک ہی مقام دیا بعض دفعہ نبی کو بشر کے عظیم منصب سے خارج کر کے خدا کا فرزند قرار دیا اور مختلف عقیدے گڑھ کر رسالت و نبوت کے ڈانڈے الوہیت سے ملا دئے روز اول ہی سے رسول و نبی انسان ہی چلے آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے محبوب بندوں اور بشر کو وحی الٰہی سے سرفراز فرمایا اور اپنی خلافت کو نیابت کو زندہ رکھتے چلے آئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر انسان ہی کو ورطہ حیرت میں ڈالا انسان ہی نے معجزے کمالات اور کرامات دکھائے اور انسان ہی نے انکار کیا اور وہ اپنے اردگرد کفر کی زنجیریں جکڑتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى

(سورۃ یوسف:۱۰۹)

"ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو رسول بھیجے وہ بستیوں کے رہنے والے بس آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی

کرتے تھے‘‘

سورۃ النساء میں فرمایا

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

(سورۃ النساء:۱۶۳)

’’ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی بے شک وحی بھیجی ہے جیسی نوح علیہ السلام اور ان کے بعد دوسرے نبیوں پر بھیجی تھی‘‘

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اپنی زبان سے کہہ دیجئے

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

(سورۃ الاحقاف:۹)

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے میں رسولوں میں کوئی انوکھا تو ہوں نہیں‘‘

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۹۳)

’’میں بجز اس کے بشر ہوں رسول ہوں اور کیا ہوں؟‘‘

سورۃ ابراہیم میں فرمایا

اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(سورۃ ابراہیم:۱۱)

’’بے شک ہم تو بس بشر ہی ہیں تم جیسے‘‘

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ

(سورۃ الکہف:۱۱۰)

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ میں تو بس بشر ہوں تمہیں جیسا مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا اللہ ایک ہے‘‘

شرک ہمیشہ دین کے سامنے ایک دیوار کی طرح رکاوٹ رہا ہے اور شرک کو اللہ تعالیٰ نے ظلم عظیم کے لقب سے نوازا ہے شرک اور مشرکانہ عقائد میں ڈوبے ہوئے منکرین بار بار

رسولوں سے انکار و استعجاب کے لہجہ میں کہتے تھے۔

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۹۴)

’’کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے‘‘

اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا

(سورۃ التغابن:۶)

’’کیا ہماری ہدایت ایک بشر کرے گا‘‘

سورۃ شعرا میں ارشاد فرمایا

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

(سورۃ الشعراء:۱۵۴)

’’تم اور کیا ہو بجز اس کے ہم ہی جیسے ایک بشر ہو‘‘

پھر فرمایا

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

(سورۃ آل عمران:۱۴۴)

’’محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بس ایک رسول ہی ہیں‘ بے شک ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں‘‘

پھر حیرانی کی کونسی بات ہے سب ہی رسول انسان چلے آئے ہیں

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (سورۃ یونس:۲)

’’کیا لوگوں کو اس بات پر حیرت ہے کہ ہم نے انہیں سے ایک انسان پر وحی بھیجی ہے کہ لوگوں کو ڈرائے اور مومنوں کو خوشخبری پہنچائے‘‘

روز اول ہی سے انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں یعنی رسولوں اور نبیوں سے سرکشی کرتے رہے ہیں انسان جبلت کے اعتبار سے ہمیشہ اپنی طرح دوسری کو بھی ویسا ہی

سمجھتا ہے اور اس نے فرشتوں کو پاک اور افضل و برتر سمجھا ہے اور انسان کو خطا کا پتلا سمجھ کر رسول و نبی کو اعلیٰ ترین دیکھتے ہوئے بھی انسان کا یہ رتبہ قرار نہیں دیا کہ وہ بھی رسول یا نبی مبعوث ہو! قرآن کے نزول کے موقع پر قریش مکہ کے دل میں کئی شبہات پیدا ہوئے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بشر نے لکھا ہے" (نحل) سورۃ قٓ میں حیرت و تعجب کے متعلق آیت یوں پیش ہوئی۔

وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ (سورۃ قٓ: ۲)

"قسم ہے قرآن مجید کی بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے"

بشریت کے اعتبار سے رسولوں کی بیویاں تھیں اور ان کی اولاد بھی تھی کیونکہ جو بشر ہوگا پھر دنیا کی لوازمات سے اسے گزرنا پڑے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ

(سورۃ الرعد: ۳۸)

"بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل رسول بھی بھیجے ہیں اور انہیں بیویاں اور اولاد بھی دی ہے"

اس سرزمین کا ہر فرد قرآن اور رسول کا انکار کرتا تھا

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۗ

(سورۃ انعام: ۹۱)

"جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی"

انہیں فرما دو کہ

وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

(سورۃ ابراہیم: ۱۱)

"اور ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم تمہارے پاس کوئی دلیل لائیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے"

سورۃ بنی اسرائیل میں بڑی وضاحت کر دی گئی ہے

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

(بنی اسرائیل: ۹۳، ۹۴)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ بس سبحان اللہ میں بجز اس کے آدمی ہوں مگر رسول ہوں اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی قابل بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے"

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل: ۹۵)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے تو اس میں چلتے پھرتے تو اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا"۔

یہ قرآن تو فرشتہ پر نہیں اترا بلکہ ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتارا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝

(سورۃ الشعراء: ۱۹۳، ۱۹۴)

"اس قرآن کو امانت دار فرشتہ (جبرائیل) لے کر آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتارا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے والوں میں سے ہوں"۔

اور وہ صاف انکار کر دیتے تھے کہ کسی بشر پر کوئی چیز ہی نازل نہیں کی گئی۔

نبوت کی شان بیان کرتے ہوئے رب تعالیٰ بشریت کے اوصاف حمیدہ واشگاف کرتے ہیں شفقت و مہربانی رحم و کرم کی کیا شاندار مثال ہے۔ جو بشریت کے لبادہ میں اس کائنات میں پیش کی گئی ہے سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ التوبہ:۱۲۸)

"بے شک آئے ہیں تمہارے پاس ایک رسول تمہیں میں سے اس رسول پر گراں گزرتی ہے ہر وہ چیز جس سے تم کو تکلیف ہو وہ تو حریص ہیں تمہارے اوپر اور ایمان والوں پر تو بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں"

اسی طرح کا مضمون سورۃ الجمعہ میں فرمایا

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ جمعہ:۲)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے امیوں کے درمیان ایک رسول بھیجا انہیں میں سے جو ان پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ اور انہیں سنوارتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب و حکمت کی اگرچہ وہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے"۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

(سورۃ البقرہ:۱۵۱)

"جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے درمیان ایک رسول تمہیں میں سے جو تمہیں پڑھ کر سناتا ہے ہماری آیات اور تمہیں سنوارتا ہے اور تمہیں تعلیم دیتا ہے کتاب و حکمت کی اور سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے"

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں جس قدر بھی رسول نبی مبعوث ہوئے وہ بشری جبلت کے اعتبار سے کھانے پینے چلنے پھرنے کی بشری ضرورتوں سے بے نیاز نہ تھے یہ بشری اعتبار سے شادی بیاہ بچوں اور خاندان کے معاملے میں بھی ترک موالات اور رہبانیت کے شکنجے میں بند نہ تھے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ

(سورۃ الانبیاء:۸)

"اور ہم نے انہیں جسم بھی ایسا نہیں دیا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں"۔

مگر مشرکین مکہ طنز کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا

(سورۃ الفرقان: ۷،۸،۹)

"اور یہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا وہ ہماری طرح کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں ان کے پاس فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتے یا ان کے پاس کوئی خزانہ آ پڑتا یا ان کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا کرتے اور یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو یہ گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا

سکتے''۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (سورۃ الفرقان: ۲۰)

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے''

مخلوق ہونے کے حوالے سے دوام نہیں زیست ہے چونکہ معبودیت کو دوام اور مخلوق کو زیست ہے لہذا روز اول سے جو بھی فرد بشر آیا اس نے موت کا مزا ضرور چکھا اور وہ انسانی مراتب اعلیٰ سے سرفراز ہونے کے بعد اس دنیائے عمل سے کوچ کر گئے اور ان کے کارنامے اور یادیں انسانوں کے سینوں پر کندہ ہو گئیں باری تعالیٰ فرماتے ہیں

وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (سورۃ الانبیاء: ۸)

''وہ ہمیشہ رہنے والے نہ تھے''

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (سورۃ الزمر: ۳۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موت پانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی موت پانے والے''

سورۃ آل عمران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر صراحۃً کیا گیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (سورۃ آل عمران: ۱۴۴)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بس ایک رسول ہی ہیں رسول ان سے قبل بھی گزر چکے ہیں اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم پچھلے پیروں واپس چلے جاؤ گے''

سورۃ یونس میں یوں فرمایا گیا

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ (سورۃ یونس: ۴۶)

''اور جس عذاب کا وعدہ ہم ان کافروں سے کر رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دیں تو ہمارے پاس تو انہیں واپس آنا ہی ہے'' سورۃ الرعد میں بالکل اسی طرح کا مضمون ہے مقصد یہ کہ جب ایک رسول نبی کو بشر بندہ یا انسان قرار دیا جائے گا تو پھر اس پر موت لازمی ہے۔ دراصل انسان کو بشر کی افضلیت اور مقام اعلیٰ وارفع سے ناواقفیت ہے۔ بشر اللہ تعالیٰ کا نائب ہے خلیفہ ہے نائب حق ہے اور ان رسولوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں آپ افضل البشر ہیں اشرف البشر ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں مقبول و منظور وہی بندے ہوئے ہیں جو معراج انسانیت پر براجمان ہوئے فرشتہ ہونا شان اولیٰ نہیں بلکہ بشریت ہی خلافت الٰہیہ پر متمکن ہے ہر دور میں نبوت کے دعوے داروں کے متعلق یہی کہا جاتا رہا ہے کہ نبی و رسول کس طرح بشر ہو سکتا ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ نے بشر کو ہی اعلیٰ مقام سے مستفید فرمایا اور باری تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ کے بعد بشر ہی کے اوصاف پیش کیے گئے اور بشر ہی نے اللہ کا رنگ اختیار کیا

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ

(سورۃ البقرہ: ۱۳۸)

کیونکہ اللہ کا رنگ خوبصورت ہوتا ہے۔

مزمل و مدثر صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہ رب العزت سے اپنے محبوب کو خطابات میں ایک خطاب مزمل پر فرمایا گیا

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ (سورۃ المزمل:۱-۵)

''اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا نصف سے کسی قدر کم یا نصف سے کچھ زیادہ کردو اور قرآن کو خوب صاف پڑھو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں''

دوسری آیت میں یوں وضاحت کی گئی ہے کہ ''بے شک رات کو اٹھنے میں دل و زبان کا خوب میل ہوتا ہے۔ اور بات بھی ٹھیک لگتی ہے اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ'' اس رات کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝

(سورۃ الدہر:۲۶)

''رات کو اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو اور رات کا طویل حصہ اس کی تسبیح کرتے گزار دو''۔

پھر سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل:۷۹)

''اور کسی قدر رات کے حصہ میں تہجد پڑھا کرو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زائد ہے امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود میں جگہ دے گا''۔

مزمل کے خطاب کے بعد مدثر کا خطاب عنایت فرمایا گیا ہے یہ بھی منفرد ہے۔

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (سورۃ المدثر:۱-۵)

''اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو اور خبردار کرو اور ڈراؤ لوگوں کو اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور گندگی سے دور ہو''

یہاں رسول یا نبی کہہ کر خطاب کرنے کی بجائے ''اے اوڑھنے والے'' کہہ کر پکارا گیا ہے یہ ایک لطیف انداز خطاب ہے جو اپنے اندر بہت سے اوصاف پوشیدہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تخاطب پر کئی القاب استعمال فرمائے ہیں کہ انسان محو حیرت ہوتا ہے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بارگاہ رب العزت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کس قدر بلند و بالاتر ہے ہمارے پاس ترازو نہیں ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار کو تولیں اور نہ ہی کوئی کسوٹی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر پرکھیں ہمارے پاس صرف قرآن مجید ہے جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو متعارف کراتا ہے۔ اور اعلیٰ مرتبہ کا ایک معیار مقرر کرتا ہے اور ہمیں صرف اتباع اور ادب و احترام سکھاتا ہے ہمیں بخیہ کاری کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ہر مقام پر لبیک کہنا ہمارا فرض ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہہ کر ہی نہیں پکارا گیا بلکہ ان کے اوصاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کردار کے پیش نظر ہر موقع و محل کے مطابق خطاب فرمایا گیا ہے اور ہر مقام پر انداز خطاب بہت ہی لطیف نظر آتا ہے۔ جہاں تک عبادات کا تعلق ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات میں دقت گزارنے

کا طریقہ اور تلقین کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا گیا

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا

(سورۃ الدہر:۲۶)

''رات کو اللہ کے آگے سجدہ ریز رہو اور رات کا طویل حصہ
اس کی تسبیح کرتے ہوئے گزار دو''

لیکن سورۃ مزمل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ آپ خواہ آدھی رات نماز میں صرف کریں یا اس سے کچھ کم کریں یا اس سے کچھ زیادہ لیکن انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قابل ترجیح آدھی رات ہے کیونکہ اس کو معیار قرار دے کر کمی بیشی کا اختیار دیا گیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رات بھر عبادت نہ کریں بلکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام بھی فرمائیں مقصد یہ کہ انسان کی جبلت کو مدنظر رکھا گیا ہے کیونکہ رات بھر عبادت ہرگز نہیں ہوسکتی آخر انسان نے سونا ہے اس مقام پر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ قرآن جب پڑھو تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو تا کہ سمجھ میں آسکے اور ذہن پوری طرح کلام الٰہی کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے یہ امت مسلمہ کے لئے بہت بڑی ہدایت ہے۔ اور قرآن کو سمجھنے کی طرف اشارہ ہے استاد مکرم رب تعالیٰ نے جب قرآن نازل فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا جارہا ہے قرآن کے بارے میں فرمایا گیا

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (سورۃ المزمل:۴)

''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو''۔

پھر فرمایا

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا

(سورۃ المزمل:۵)

''یعنی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بھاری کلام نازل
کرنے والے ہیں''

لہٰذا اس کے لئے تحمل کی طاقت پیدا کرنی چاہئے اس کے لئے ذکر الٰہی اور عبادت میں

رات گزارو مگر اس کے لئے وقت کا تعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرمائیں قرآن کی تعلیم اور تربیت دشوار گزار ہے اور اس کے نزول کا تحمل بہت بڑا مرحلہ ہے یہاں تک فرمایا گیا ہے

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا

(سورۃ المزمل:۸)

''اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے
ہو رہو''۔

یہاں دنیا سے مٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی یاد کا سوال نہیں ہے بلکہ مقصد یہ کہ جن لوگوں نے دوسرے پیشوا بنا رکھے ہیں یا جن لوگوں نے دوسروں کو حاجت روا بنا رکھا ہے ان سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اسی کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور ''اس کو اپنا وکیل بنالو'' مقصد یہ ہے کہ دین کی دعوت میں جو طوفان کھڑا ہو گیا ہے اور اس راہ میں جو مشکلات درپیش ہیں اس پر کوئی پریشانی نہ ہونی چاہئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب جو مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا معاملہ اس کے حوالے کر دیں اور اپنا مقدمہ اس کے حوالے کریں کیونکہ وہ وکیل ہے اور لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر کرو اور ان سے الگ ہو جاؤ اور ان سے نمٹنے کا کام میرے سپرد کر دو اور انہیں اسی حالت پر رہنے دو، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔

شاھد وشہید صلی اللہ علیہ وسلم

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ بے پایاں اور وسعت ادراک سے ماورا ہیں۔ ان صفات میں شاہد اور شہید بھی ہیں۔ یہ لغوی لحاظ سے گواہی کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر باری تعالیٰ نے خود کو گواہ ٹھہرایا اور بعض مقامات پر ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا گیا۔ حضور کی صفات ذرا سورۃ الاحزاب میں ملاحظہ کیجئے، کس طرح جواہر پارے بکھیر کر رکھ دے ہیں

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

(سورۃ الاحزاب: ۴۵-۴۶)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور لوگوں کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور ایک روشن چراغ بھی''۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی امتیوں کے لئے بطور گواہ کے ہے جہاں انسانی کردار وعمل میں ذات باری تعالیٰ گواہ ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی بطور گواہ کے ہے سورۃ مزمل میں فرمایا

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

(سورۃ المزمل: ۱۵)

''بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو گواہی دینے والا ہے''۔

سورۃ فتح میں بھی یہی انداز ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

(سورۃ الفتح: ۸)

''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے گواہی دینے والا بشارت دینے والا اور ڈرانے والا''۔

سورۃ بقرہ میں مومنین سے مخاطب ہو کر رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

(سورۃ البقرۃ: ۱۴۳)

''تم کو ایسی جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو اور تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی گواہ ہیں''۔

سورۃ نساء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب تعالیٰ مخاطب ہیں

وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

(سورۃ النساء: ۷۹)

''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے''۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن گواہ ہوں گے رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے''

اسی سورۃ نساء میں رب تعالیٰ یوں فرماتے ہیں

لَٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ

يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

(سورۃ النساء:۱۶۶)

''لیکن جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس پر اللہ گواہ ہے کہ اس نے اس کو اپنے علم سے نازل کیا اور اس کے فرشتے بھی اس پر گواہ ہیں اللہ بھی شہادت دینے والا کافی ہے''

سورۃ نساء میں قیامت کا منظر رب تعالیٰ یوں پیش کرتے ہیں

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ
بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

(سورۃ النساء:۴۱)

''اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہر امت میں سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے''۔

اسی طرح سورۃ نحل میں بھی فرمایا

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ

(سورۃ النحل:۸۹)

''اور جس دن ہم ہر امت میں ایک ایک گواہ جو اُن میں ہوگا ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور لوگوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر لائیں گے''۔

سورۃ الحج میں مومنین سے یوں فرماتے ہیں

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

(سورۃ الحج:۷۸)

''تاکہ ہو جائیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ اور ہو جاؤ تم گواہ پوری انسانیت پر''۔

سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ

(سورۃ آل عمران:۸۱)

''تم صلی اللہ علیہ وسلم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''

سورۃ آل عمران میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ

(سورۃ آل عمران:۷۰))

''اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر خود گواہی دیتے ہو''

اور اطاعت کے لئے بھی گواہ ہے

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا (سورۃ آل عمران:۶۴)

''گواہ رہو کہ ہم اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔

لہذا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ''پس ہم کو شہادت دینے والوں میں لکھ لے (آل عمران:۵۳) اسی سورۃ میں اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ (سورۃ آل عمران: ۸۶) وَشَهِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ ''گواہی دو بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے ہیں'' (سورۃ آل عمران: ۹۸) وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ''جو کچھ کرتے ہو اللہ پوری طرح گواہ ہیں'' اور تم خود بھی گواہ ہو (سورۃ آل عمران: ۹۹) وَاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ''خود بھی گواہ ہو'' سورۃ آل عمران میں فرمایا (سورۃ آل عمران:۵۳) فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ''ہمارا نام بھی گواہوں میں لکھ لے'' سورۃ مائدہ میں کی زبانی فرمایا گیا (سورۃ المائدہ: ۱۱۷) عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ''اور تو ہر چیز پر گواہ ہے'' سورۃ انعام میں فرمایا:

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

(سورۃ الانعام:۱۳۰)

''اور خود اپنے اوپر گواہی دیں گے''

سورۃ اعراف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوتا ہے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ

ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

(سورۃ الاعراف:۱۷۲)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے بنی آدم کی پشت در پشت اولاد کو نکالا اور خود ان سے ان کے نفسوں پر گواہی دلوائی''۔

رب تعالیٰ سورۃ انعام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہیں۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا

(سورۃ الانعام:۱۵۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ تم اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا ہے''۔

سورۃ مائدہ میں فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ

(سورۃ المائدہ:۱۰۶)

''اے ایمان والو (مرتے وقت) گواہ کر لیا کرو''

لفظ شہداء کا ذکر متعدد بار ہوا ہے قرآن اس لفظ کو نبیین، صدیقین اور صالحین کے ساتھ بھی استعمال کرتا ہے کیونکہ شہداء کا مقام بھی متبرک ہے مثلاً سورۃ نساء میں ارشاد ہوتا ہے

مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

(سورۃ النساء:۶۹)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو لوگ شہید ہوتے ہیں ان کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

(سورۃ البقرۃ:۱۵۴)

''جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی حیات کے متعلق شعور نہیں رکھتے''۔

سورۃ انعام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر رب تعالیٰ بیان کرتے ہیں

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ (سورۃ انعام:۱۹)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دریافت کریں کہ سب سے بڑی گواہی کس کی ہے؟

پھر فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی ذات گواہ ہے'' پھر فرمایا

أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ (سورۃ انعام:۱۹)

''کیا تم بھی گواہی دیتے ہو''

سورۃ مائدہ میں فرمایا

عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (سورۃ المائدہ:۴۴)

''ہم خود اس پر گواہ تھے''

پھر فرمایا

عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ (سورۃ المائدہ:۱۱۳)

''ہم اس پر گواہ ہیں''

قرآن میں گواہی دینے کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ہے سورۃ البقرہ کی ایک ہی آیت ۲۸۲ گواہی کے حوالے سے مختلف الفاظ تَشْهَدُوا، شَهِيدَيْنِ، الشُّهَدَاءُ، لِلشَّهَادَةِ، أَشْهِدُوا، شَهِيدٌ کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔

سورۃ نساء میں فرمایا:

بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ

(سورۃ النساء:۱۳۵)

''اللہ کے لئے گواہی دو خواہ خود تمہارے نفس پر ہی کیوں نہ ہو''۔

اگر کوئی کام کرو تو فاشهدوا گواہ کر لیا کرو گواہی سے انکار کرے تو فرمایا

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَادَةً عِندَهُ مِنَ اللَّهِ

(سورۃ البقرۃ:۱۴۰)

''اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے گواہی چھپائی یعنی نہ
دی جو اللہ کی طرف سے آ چکی ہے''۔

اسی طرح سورۃ البقرہ میں حکم ہوا

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (سورۃ البقرہ:۲۸۳)

''اور گواہی کو نہ چھپاؤ''

قرآن کریم میں اکثر مقامات پر (سورۃ الحشر:۲۲) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی'' پوشیدہ اور ظاہر لئے گئے ہیں''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ جامع حیثیت کا حامل ہے۔ لیکن سب سے مقدم اس لفظ کی حیثیت اللہ کی ذات گرامی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہیں جو گواہی دیتی ہیں گواہی دینا گواہ ہونا بہت اہم مسئلہ ہے۔ دنیا و آخرت میں تمام مقدمات اور تنازعات کا دارو مدار گواہ پر ہے۔ لہٰذا جہاں اللہ تعالیٰ کی توصیف میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں بھی ہے۔

دنیائے ناپائیدار میں تنازعات یا کسی جھگڑے میں اگر کوئی مقدمہ عدالت میں چلا جائے تو باری تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس پر دو گواہ پیش ہوں لہٰذا یوم آخرت میں بھی دو گواہ ٹھہرائے گئے ہیں ایک اللہ کی ذات اور دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات۔

از روئے قرآن گواہی بڑی اہمیت کی حامل ہے اور گواہ کی حیثیت اعلیٰ و ارفع ہے۔ جب ذات باری تعالیٰ اور ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ٹھہری تو عام انسان کی حیثیت کیا ہے دراصل اطاعت کی یہ منزل بھی ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتساب بھی ہے۔

سورۃ یونس میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

(سورۃ یونس:۲۹)

''پس کافی ہے اللہ گواہ ہمارے اور تمہارے درمیان

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ (سورۃ یونس:۴۶)

''پھر اللہ تعالیٰ شاہد ہے اس پر کہ جو کچھ کرتے ہیں''

سورۃ الرعد میں ہے:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (سورۃ الرعد:۴۳)

''فرما دو کہ کافی ہے اللہ گواہ ہمارے اور تمہارے درمیان''

سورۃ ھود میں فرمایا گیا

قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ (سورۃ ھود:۵۴)

''کہا بے شک میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو''

سورۃ بنی اسرائیل میں بھی فرمایا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

(سورۃ بنی اسرائیل:۹۶)

''فرما دو کافی ہے اللہ گواہ ہمارے اور تمہارے درمیان''

سورۃ کہف میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(سورۃ کھف:۵۱)

''میں نے انہیں گواہ نہیں بنایا تھا جس وقت آسمان اور زمین
بنائے گئے''

سورۃ العنکبوت میں ہے

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا

(سورۃ العنکبوت:۵۲)

''فرما دو اللہ گواہ کافی ہے ہمارے اور تمہارے درمیان''

سورۃ الاحقاف میں بھی یہی لکھا گیا ہے سورۃ فتح میں ہے (سورۃ الفتح:۲۸) وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا سورۃ انبیاء میں یوں فرمایا (سورۃ الانبیاء: ۵۶) وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ''اس پر تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں'' (سورۃ الانبیاء:۶۱)

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ۝ سورۃ القصص میں یوں ذکر ہے(سورۃ القصص:۷۵) وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ''ہم ہر امت میں سے گواہ پیش کریں گے'' سورۃ فرقان میں ارشاد رب تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

(سورۃ الفرقان:۷۲)

''اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے''

سورۃ الحدید میں شہداء کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ

(سورۃ الحدید:۱۹)

''شہید اپنے پروردگار کے نزدیک ہوں گے اور ان کا اجر اور نور ہوگا''

سورۃ المجادلہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۝

(سورۃ المجادلہ:۶)

''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے''

سورۃ الحشر میں یوں ذکر ہے

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝

(سورۃ الحشر:۱۱)

''اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔''

سورۃ المعارج میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو امانتوں کا پاس کرتے ہیں اور راست بازی سے گواہی دیتے ہیں۔(سورۃ المعارج:۳۳) هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ۝ ''جو اپنی گواہیوں میں راست پر قائم رہتے ہیں'' سورۃ مزمل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (سورۃ مزمل:۱۵)

''ہم نے تم لوگوں کے پاس تم پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم گواہ بنا کر بھیجا ہے''

سورۃ العٰدیت میں اللہ تعالیٰ کی گواہی پیش کی گئی ہے

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ۝

(سورۃ العٰدیات:۷)

''اور وہ خود اس پر گواہ ہے''

رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

رؤف و رحیم کے لغوی معنی ہیں ''شفیق و مہربان'' رحیم کی صفت ایسی بے پایاں ہے کہ اس کی حدود بے کراں ہیں کیونکہ رؤف و رحیم اللہ تعالیٰ کی معروف اور لا محدود صفات ہیں دراصل یہ صفات باری تعالیٰ سے اکتساب ہے اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کا فیض ہے کہ اس نے اپنے مخصوص بندے صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک صفات ٹھہرایا ہے اس اکتساب کا مقصد مخلوق خدا کو بذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فیض پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صفات اپنا کر مخلوق خدا کے لئے رحیم و رؤف کا کردار ادا کریں رحمٰن وہ ذات ہے کہ جب اس سے مانگا جائے تو وہ عطا کرے لیکن رحیم وہ ذات ہے کہ اس سے نہ مانگا جائے تو وہ ناراض ہو۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(التوبہ: ۱۲۸)

''اے لوگو تمہارے پاس ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں جو تمہاری جنس میں سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے لئے بڑے ہی حریص ہیں اور مومنوں کے ساتھ تو بڑے شفیق و مہربان ہیں''

اس آیت مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عالیہ ''عزیز'' کا بھی ذکر کیا گیا ہے

جو باری تعالیٰ کی صفت ہے رحم اہل ایمان کے معاشرے کی امتیازی شان ہے یہ ایک سنگدل بے رحم اور ظالم معاشرہ کے خلاف وہ معاشرہ ہے جو انسانیت کے لئے رحیم و شفیق اور آپس میں ایک دوسرے کا ہمدرد و غمخوار ہوتا ہے فرد کی حیثیت سے بھی مومن شان رحیمی کا مظہر ہے اور جماعت کی حیثیت سے بھی مومن کا گروہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہے جس کی تعریف وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۷) ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے مومنین کی جو تربیت شفقت و مہربانی سے فرمائی اس سے دنیا کے نامور مفکر حیرت و استعجاب میں مبتلا ہیں۔ مومن تو درکنار مختلف اقوام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات عالیہ سے استفادہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات رؤف و رحیم سے اکتساب کر کے معاشرہ میں معزز و محترم ہوئے ہیں باری تعالیٰ نے ان صفات سے مستفید فرما کر مومنوں پر احسان عظیم کیا ہے رحمان کا مقصد بے حد مہربان ہے۔ دنیا میں وہ رحمٰن ہے اس کی عطاو بخشش سے کوئی محروم نہیں ہے اور رحیم آخرت میں مخصوص محبت کرنے والے کی تعریف ہے۔ اجسام کی تربیت سے رحمٰن ہے اور روح کی تقویت پر رحیم ہے اس مناسبت سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت یوم آخرت میں مخصوص محبت کا مظہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کی شفاعت کے لئے رحیم ہیں اور پھر رؤف یعنی شفیق و مہربان بھی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ مومنین کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی باعث رحمت و کرم مہربان اور محبت کا مظہر ہے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی روح کی تقویت پر رحم فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ کی تعریف کرتے ہوئے قرآن میں جگہ جگہ اظہار فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم و کرم انس و محبت او رشفقت و مہربانی کا اکناف عالم میں چرچہ تھا اور رہتی دنیا تک یہ اوصاف حمیدہ شہرہ آفاق رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توصیف اور اوصاف میں رؤف و رحیم کی صفت اپنے دامن میں عفو و درگزر رحم و کرم کی بے پایاں صفات موجود ہیں۔ سورۃ آل عمران میں

فرماتے ہیں وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (آل عمران:۳۰)'' اللہ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے۔

سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ التوبہ:۱۱۷)

''بے شک وہ ان پر شفقت کرنے والا مہربان ہے''

''اسی طرح سورۃ الحج میں بھی فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(الحج:۶۵)

''اللہ انسانوں پر بڑا شفیق و مہربان ہے''

سورۃ النحل میں ارشاد ہوتا ہے

فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(النحل:۴۷)

''رب ہی بڑا شفیق و مہربان ہے''

سورۃ نور میں رؤف و رحیم کی تعریف یوں کی ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ نور:۲۰)

''اگر اللہ کا فضل اور رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو حق یہ ہے کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے۔''

سورۃ الحدید میں فرمایا گیا ہے

وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(الحدید:۹)

''تحقیق اللہ آپ کے ساتھ ہے اور شفیق و مہربان ہے''

سورۃ حشر میں یوں ذکر کیا گیا ہے

رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(الحشر:۱۰)

''اے ہمارے رب تو شفیق و مہربان ہے''

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ البقرۃ:۱۴۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت شفیق و مہربان ہے''

سورۃ البلد میں ارشاد ہوتا ہے

كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ

(البلد:۱۷)

''ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی تلقین کی ہے''

فرد کی حیثیت سے بھی ایک مومن اللہ کی شان رحیمی کا مظہر ہے' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑھ کر جس بلند اخلاقی صفت کو اپنی امت میں فروغ دینے کی کوشش فرمائی ہے یہی رحم کی صفت ہے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خصوصیت ہے۔

سراجاً منیراً صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید فرقان الحمید میں جس مقام پر جہاں کہیں خطاب فرمایا وہاں تعریفی الفاظ سے یاد فرمایا ایسے لفظوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا جن میں بہت ہی خصوصیات موجزن ہیں آپ کو یٰسین، مزمل اور مدثر، طٰہٰ، رؤف، رحیم، امین، ہادی، مذکر، مبشر، نذیر، بشیر، نور، حق، منذر، رحمت للعالمین، شاہد اور سراج منیر سے یاد فرمایا قرآن میں سراج منیر کا خطاب فرما کر ایک اہم منصب کی طرف اشارہ کیا سراج منیر کے لغوی معنی روشن چراغ کے ہیں لیکن اگر اس کی تشریح کی جائے تو بہت سے مخفی خزانے ہویدا ہوں گے دراصل کسی مقام پر بھی روشن چراغ آ جائے تو پھر روشنی کے مینار ہی بلند ہوں گے اور اگر روشنی کے مینار کھڑے ہو جائیں تو وہاں تاریکی اور اندھیرا نہیں ٹھہر سکتا دراصل روشنی کی تشبیہ دین اسلام اور دین ھدیٰ کی روشنی ہے اور تاریکی کفر و شرک و الحاد کا گھمبیر الجھاؤ ہے۔ ذات رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے روشنی کا مینار ہے۔

سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا گیا

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا

(سورۃ الاحزاب: ۴۵-۴۶)

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور لوگوں کو

اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف سے بلانے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روشن چراغ ہیں“

تاریخ شاہد ہے کہ اس روشن چراغ نے اس ظلمت کدہ میں ایسی روشنی کی کہ آج تک دنیا کے بڑے بڑے مفکر فلاسفر ششدر و حیران ہیں اور آج تک اس روشنی کو کوئی فرد کوئی قوم کوئی لائحہ عمل تاریک نہ کر سکا اس روشنی سے اکتساب پانے والوں کے متعلق باری تعالیٰ فرماتے ہیں

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(سورۃ اعراف: ۱۵۷)

”پس جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کی اور جذبہ احترام کے ساتھ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی حمایت کی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں دست و بازو بنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کی تکمیل میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں اور توانائیوں کو کھپایا جنہوں نے اس نور کا اتباع کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل کیا گیا وہ لوگ خدا کے ہاں فلاح پانے والے کامیاب ہونے والے کامران و شاد کام ہونے والے ہیں۔“

سراج منیر کا مفہوم وہ روشن چراغ ہے جس نے بھی اس سے اکتساب کیا وہ روشن ہو گیا دیا سے دیا جلتا ہے کا یہی مفہوم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وادی میں تشریف لائے وہ لوگ درندہ تھے۔ جاہل و کاہل تھے ان میں انسانی شعور کا فقدان تھا وہ لوگ دنیا میں بدنام ترین تصور ہوتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت یافتہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے وہ بھی امین بن گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق تھے وہ بھی صادق بن گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشیر و نذیر تھے تو وہ بھی بشیر و نذیر بن گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی برحق تھے وہ لوگ بھی ہادی برحق بن گئے مثل مشہور

ہے، چراغ سے چراغ جلتا ہے لیکن یہ ایک ایسا چراغ تھا کہ جس نے کائنات کی تقدیریں بدل دیں تاریخ شاہد ہے کہ ان بدوی لوگوں کا شہرہ اکناف عالم میں ہوگیا انہوں نے انسانی ذہن بدل دیے۔ انسانی ذہنوں میں انقلاب آ گیا روشن چراغ کا ایک واقعہ تاریخ کے صفحات پر روشن ہے مدائن کی فتح میں ایک مسلمان سپاہی کو کسریٰ کا تاج ملا اور وہ اس کو اپنے دامن میں چھپا کر امیر افواج اسلامی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور عرض کیا یہ ایک قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے آپ رضی اللہ عنہ اس کو بیت المال میں جمع کر دیں امیر یہ منظر دیکھ کر حیران وششدر ہوگیا اور اس نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اس کے ذہن میں خیال آیا کہ اتنے قیمتی جواہرات سے مرصع تاج زریں پر اس بدو غریب سپاہی کی نیت خراب نہ ہوئی! اس کو یہ خیال بھی نہ آیا یہاں لانے کی بجائے اپنے خیمے میں لے جاتا! امیر نے سپاہی سے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے پیٹھ پھیر کر کہا جس کے لئے میں نے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام بخوبی جانتا ہے وہ یہ کہہ کر چلا گیا آج تاریخ اس سپاہی کا نام بتانے سے قاصر ہے اس واقعہ میں کس قدر حیرت واستعجاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں نے اسلام کی شمع کو روشن کیا اور خود روشن چراغ بن گئے۔ سرزمین عرب کے بدو جو قافلوں کو لوٹ لیتے تھے انسانیت کے دشمن تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے وہ دنیا کے امین بن گئے دنیا کے پیشوا بن گئے رہبر و ہادی بن گئے۔ سراج منیر کا مفہوم عملی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں پوشیدہ ہے اور آج دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر اس چراغ کی لو سے مستفید ہونے کے لئے مضطرب ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہنشاہ ایران کے پاس ایک وفد بھیجا تو بادشاہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم وہ لوگ ہو جو مردہ جانور کھا جاتے تھے تم تو درندہ ہو آج ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہو؟ وفد کے ارکان نے کہا کہ واقعی ہم درندہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیج کر ہمیں اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے سرفراز فرمایا۔ انہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری فطرت ہی بدل دی۔ آج ہم مومن اور دنیا کے مالک ہیں۔

مقام کوثر

جب پوری قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر بستہ ہوگئی مزاحمتوں کے پہاڑ کھڑے ہوئے مخالفتوں کے طوفان امڈ آئے اور کہیں کامیابی کی امید نظر نہ آ رہی تھی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ہمت بندھائی اور سورۃ الضحیٰ میں فرمایا:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

(الضحیٰ:۴-۵)

"اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے اور عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کچھ دے گا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاؤ گے"۔

سورۃ الم نشرح میں ارشاد ہوتا ہے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(الم نشرح:۴)

"اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ بلند کر دیا ہے"

مقصد یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام و رسوا کر رہے ہیں آپ فکرمند نہ ہوں مایوس نہ ہوں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ بلند کر دیا ہے روز روشن کی طرح روشن و منور کر دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموری کا ڈنکا بجے

گا اور پھر فرمایا:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

(الم نشرح:۵)

''پس حقیقت یہ ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے''۔

مقصد یہ کہ حالات کی وجہ سے پریشان نہ ہوں عنقریب یہ مصائب کا دور ختم ہو جائے گا اور کامیابیوں کا دور آنے والا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر باری تعالیٰ نے سرور کائنات فخر دو جہاں ہادی کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مخصوص منفرد نعمت عظمیٰ کوثر عطا فرمائی۔ اور سورۃ کوثر نازل فرمائی تسلی دی نیز مخالفین کی تباہی و بربادی کا مژدہ بھی سنایا۔ مشرکین مکہ یہ سمجھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نہیں ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جڑ ختم ہوگئی ہے وہ اس معاملہ میں بہت ہی شاداں وفرحاں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل ہی ختم ہوگئی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

(الکوثر:۱،۲،۳)

''بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا فرمائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے بالیقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے''۔

ان لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ بعد از وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ونشان مٹ جائے گا ان کو کیا علم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا بزرگ توئی ہوں گے انہیں کیا علم تھا کہ فرشتوں کے ساتھ خود باری تعالیٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں گے انہیں کیا علم تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے مالک بن جائیں گے یہ لوگ دولت مند بھی تھے لشکر بھی رکھتے تھے اتحاد و اتفاق بھی تھا لہٰذا غریب و یتیم کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے تھے۔ لفظ کوثر کی معنوی حیثیت بلند و بالاتر ہے لیکن مختصر معنی خیر بھلائی انعامات کی

کثرت ہیں ایسی کثرت کا مفہوم نعمتوں کی کثرت ہے۔ جو افراط اور فراوانی کی حد کو پہنچتی ہے۔ یہ نوید دی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار نعمتوں سے سرفراز کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے بالآخر ایک عالمگیر امت وجود میں آئی جو دنیا میں ہمیشہ کیلئے دین حق کی علمبردار بن گئی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے اسلام کی عظمت و سربلندی ملاحظہ کر لی۔ جو پودا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لگایا تھا اسے پھلتے پھولتے ہوئے دیکھا اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جو دنیا پر چھا گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو انعامات فرمائے گئے وہ لوگوں نے دیکھ لئے یہ کس قدر انعامات کی بارش ہے۔

کوثر ایک ایسی نعمت ہے جو یوم آخرت اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمادیں گے کوثر ایک حوض ہے جو قیامت کے روز میدان حشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوگا یہ ایسی نعمت ہے جو کسی کو نصیب نہیں ہوئی اس حوض کوثر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے متقیوں اور مومنوں کو جام شیریں نوش کرنے کی سعادت بخشیں گے۔ احادیث میں ذکر ہوا ہے کہ مومنین اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حوض کوثر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے میری پیروی نہیں کی یا قرآن پر عمل نہیں کیا تو ان کو حوض کوثر پر نہ آنے دیا جائے گا۔

مقام محمود

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر اس پر اطاعت و تابعداری کے لئے کچھ ضابطے بھی مقرر کئے ہیں جسے ہم فرائض کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس دنیا میں جس قدر بھی رسول نبی رسل ہوئے اور ان کی امتیں بھی بنیں ان پر احکامات نازل ہوئے ان میں نماز مشترک ہیں لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خاص تحفہ رحمت فرمایا گیا وہ ہے تہجد اس سے قبل کسی امت یا نبی ورسول پر یہ نعمت نازل نہیں کی گئی اور پھر سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس اطاعت کو صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک محدود رکھا ہے اس پر امت مسلمہ کو نہیں کہا گیا کہ تم پر فرض ہے یہ ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے یہ بھی فرمایا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زائد ہے پھر اس فریضہ کا انجام یا بدلہ یا پھر انعام ہی تصور کیجئے وہ ہے مقام محمود، جہاں تک مقام محمود کا تعلق ہے اس مقام کا کسی کو بھی علم نہیں ہے۔ اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مقام بہشت بریں سے افضل و برتر ہے اور یہ صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تحفہ عنایت فرمایا گیا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(بنی اسرائیل:۷۹)

''اور کسی قدر رات کے حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود میں جگہ دے گا''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ منفرد اور اعلیٰ وارفع ہیں ایسی صفات نہ قرآن میں موجود ہیں اور نہ ہی تاریخ میں کہیں مرقوم ہے کہ کسی نبی ورسول کو ایسی صفات سے نوازا گیا ہو۔

اس دنیائے ہست و بود میں انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی فرائض عائد کئے گئے ہیں انسان ان کو محض بوجھ تصور کرتا ہے اور اسے وہ بہ امر مجبوری ادا کرتا ہے اور بہت سے ایسے لوگ بھی آباد ہیں جو ان فرائض سے تغافل کرتے ہیں لیکن جب ہم آیت مذکورہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی بھی عبادت ہو دراصل اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اللہ تعالیٰ کا قرب ہے تہجد کی عبادت سے صاف پتہ چلا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام اور نظر کرم فرماتے ہوئے ایک زائد عبادت پر مامور فرمایا ہے۔ پھر اس کی خصوصیت کے اعتبار سے مقام محمود کی نوید بھی سنا دی گئی ہے جو بے مثال اور بے مثل ہے۔ مقام محمود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی فرد بشر کو نصیب نہ ہوگا لہٰذا انسان اس تجسس میں گرداں ہے کہ یہ مقام کیا ہے؟ قرآن اس مخصوص انعام کی وضاحت نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے متعلق کہیں تشریح کی گئی ہے قرآن میں جس طرح حروف مقطعات کے بارے میں آج تک تشریح نہیں ہوسکی اسی طرح یہ مقام محمود بھی تشنہ وضاحت ہے محمود ستودہ صفات ہے مگر مقام محمود منفرد حیثیت رکھتا ہے محمود تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بھی ہے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور محمود صلی اللہ علیہ وسلم بھی، محمود کی معنوی حیثیت صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مترادف ہے جس کے معنی تعریف کیا گیا ہے۔

داعی الی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن میں سورۃ الاحزاب کی آیات نازل ہوئیں

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ
بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا

(الاحزاب: ۴۵-۴۶-۴۷)

''اے نبی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شان کا بنا کر بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روشن چراغ ہیں اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے''۔

مقصد یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں معلم و مبلغ مربی، مبشر، منذر، داعی، شاہد، روشن چراغ، بشیر کی جملہ حیثیتیں مشترک ہیں۔ حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بہت ہی اعلیٰ ارفع ہیں لیکن قرآن جن اوصاف کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ انسان کو متحیر کر دیتے ہیں داعی الی اللہ میں بعثت نبوت کا پورا خاکہ اور پوری صفات نبوت آ جاتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوت فکر و عمل دیتا ہے تو نہی عن المنکر کے تمام فرائض سرانجام دیتا ہے قرآن پر عمل پیرا ہوتا ہے بلکہ قرآن کا عملی نمونہ بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بالحق اور الی اجل مسمی تخلیق فرمایا ہے اور اس سلسلہ تخلیق کا

مرتبہ کمال ہے انسان، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر تخلیق دیا پھر اس میں اپنی روح بھی پھونک دی اور اسے اپنی خلافت و نیابت سے بھی سرفراز فرمایا اسے ایک اعتبار سے جملہ مراتب کا حامل بھی قرار دیا۔ وہ اس کائنات میں معلم و مربی مبشر منذر بھی ہے اور اس سے بڑھ کر وہ داعی الی اللہ کا پورا کردار ادا کر رہا ہے اور یوم آخرت کے لئے وہ شاہد بھی ہے سب سے بڑھ کر وہ سراج منیر بھی ہے تمام صفات عالیہ اس میں موجزن ہیں داعی الی اللہ میں سب کچھ مظہر الٰہی ہے اور وہ افضل البشر اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا محبوب و مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہم کیا ہیں؟

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ
آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

(الاعراف: ۱۷۹)

''ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے''

دراصل جب ہم محب اور صادق مخبر دونوں کے اطاعت گزار بن جاتے ہیں تو پھر ہم بھی مومنین کی صف میں کھڑے ہوتے ہیں جنہیں قرآن برملا تعریفوں سے نوازتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

(حم السجدہ: ۳۱)

''ہم ہیں تمہارے ساتھ مددگار دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی''

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا

(الانفال: ۱۲)

''جب تمہارے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو''۔

سورۃ الغاشیہ میں رب تعالیٰ نے فرمایا

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝

(سورۃ الغاشیہ: ۲۱، ۲۲)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد دہانی کراتے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تو بس یاد دہانی کرانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر کوئی داروغہ تو نہیں!''

پھر فرمایا

طٰهٰ ۝ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰٓ ۝ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ

(سورۃ طٰہٰ: ۱، ۲، ۳)

''اے طٰہٰ! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت میں پڑ جاؤ بلکہ صرف یاد دہانی کے لئے اُتارا ہے''

سورۃ مذکورہ میں طٰہٰ کا خطاب کر کے فرمایا ہے طٰہٰ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عالیہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس کس شان کو صفحہ قرطاس پر لایا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی صرف باری تعالی ہی جانتا ہے ہماری وسعت ادراک کسی وصف کا احاطہ نہیں کر سکتی اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی الی اللہ پر فائز کر کے اتمام حجت فرما دی ہے۔ ہمیں سوچنا یہ ہے کہ ہمارا تعلق داعی الی اللہ سے کیا ہے؟ اور ہمارے فرائض کیا ہیں؟

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم

باری تعالیٰ نے جب قرآن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا تو فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ (البقرہ: ۲) ''یہ ہدایت ہے متقیوں کے لئے'' اور اس قرآن کو متقیوں کو پہنچانے والا وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورۃ الرعد: ۷) '' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوام کے لئے ہادی ہیں'' اور '' یہ ہدایت پوری نوع انسان کیلئے ہے'' (بقرہ)

قرآن میں الھدیٰ کا لفظ آیا ہے لہٰذا سورۃ توبہ، سورۃ فتح، سورۃ صف میں فرمایا:

هُوَ الَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ

(سورۃ التوبہ: ۳۳)

''وہی ہے جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو الھدیٰ یعنی ہدایت دیتا ہے''۔

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ہیں جو دین الحق کے لئے مرسل ہیں یہ ہادی برحق کیوں ارسال کئے گئے سب سے پہلی بات یہ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزیں دے کر بھیجا گیا الھدیٰ اور دین حق، سورۃ یونس میں فرمایا گیا:

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ

(سورۃ یونس: ۱۰۸)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ لوگو تمہارے پاس دین حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے''

سورۃ روم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہیں:

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ

(سورۃ روم:۵۳)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھوں کو ان کی بے راہ روی سے
راہ پر نہیں لا سکتے''

ساتھ ہی فرمایا اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ سورۃ القصص میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

(سورۃ القصص:۵۶)

''اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے
بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

مقصد یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض ہے کہ وہ ہدایت پہنچائے لیکن ہدایت پر گامزن کرنا اللہ کا کام ہے۔ ہادی برحق کے منصب میں سب سے بڑی فوقیت یہ ہے کہ وہ ہدایت ہے نائب حق ہے اور مرسل کامل ہے۔ یعنی پیغامبر ہے لہٰذا تمام اقوام وملل کے لئے ہادی مقرر کئے گئے ہیں تفویض کئے گئے ہیں اور اس منصب اعلیٰ پر کوئی دوسرا فائز نہیں ہے جن منصب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمایا گیا ہے یہ منصب منفرد ہے۔ ہر تابعدار بندہ یا مطیع اکتساب تو کر سکتا ہے لیکن کامل نہیں بن سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت کی یہی توصیف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صفت میں کامل واکمل ہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومنصب کا تعلق ہے نبی افضل و برتر اور اعلیٰ و عظیم تر ہے ایک معمولی بات جو کسی انسان کی زندگی میں پیش آئے تو چنداں اہمیت نہیں رکھتی اگر وہی بات نبی رسول اور ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آ جائے تو وہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قانون کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اللہ کا فرمان ہوتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے انبیاء علیہم السلام کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں گزرتی ہے ان کا کوئی ادنیٰ اقدام بھی منشائے الٰہی کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا اگر کوئی ایسا فعل کسی نبی سے سرزد ہوا ہے تو اس کی اس وقت اصلاح کر دی جاتی ہے اور فوراً معافی کا اعلان کر دیا جاتا ہے لہٰذا نبی معصوم پاکیزہ متبرک بن جاتا ہے چونکہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا عکس جمال ہے لہٰذا اس میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز کوئی شائبہ شامل نہ ہو جو منشائے الٰہی کے خلاف ہو قرآن میں ذرا سی بات پر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا کہہ دیا جاتا ہے اور اصلاح احوال کر دی جاتی ہے اور اسے ریکارڈ بھی کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جو اعمال و افعال اور احکام ہم تک پہنچے ہیں وہ سراسر حق پر مبنی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی منشاء کے مطابق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مطہر اور اطہر ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کو اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کے حق میں ایمان قرار دیتا ہے۔

جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو باری تعالیٰ تمام اہل ایمان کی مائیں قرار دیتا ہے اور ان کے احترام کا مسلمانوں کو حکم بھی مرحمت فرماتا ہے اور پھر انہی کو بعض باتوں پر قرآن پاک میں شدت سے نصیحت کی ہے اور ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نصیحت ہے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں کوئی اور بات مقصود نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو احترام کی حدوں سے آشنا کرنا چاہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خدا نہیں بن سکتی ذات باری تعالیٰ مسلّم ہے کامل و اکمل ہے انسانی جبلت کے اعتبار سے لغزش ممکن ہے لیکن ان کی پاکیزگی وطہارت نبوت کے اوصاف حمیدہ ہیں۔ نبی کا احترام یا افضلیت صرف یہ نہیں ہوسکتی کہ ان سے کوئی لغزش بھی نہ ہو نبی تو مرضی الٰہی کا مکمل نمائندہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ ان سے لغزش سرزد ہوئی اور وہ پاکیزہ بھی قرار پائے منشاء ایزدی کے مطابق جنت سے نکال بھی دیئے گئے حالانکہ جنت کیلئے آدم علیہ السلام پیدا نہ کئے گئے تھے وہ تو زمین کیلئے پیدا کئے گئے تھے چنانچہ پروگرام کے مطابق یہ کارروائی ہوئی مشیتِ ایزدی اگر اس پر راضی ہے تو بندے کو راضی برضائے الٰہی ہونا چاہیے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مطہر و پاکیزہ افضل و برتر اور اعلیٰ بنانے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ بات کو بھی اصلاح کے بغیر نہیں چھوڑا تا کہ محبوب الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم بے داغ شخصیت کے مالک رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بارگاہِ رب العزت میں ایک نائب ایک شاگرد کی حیثیت رکھتی ہے پھر آپ محبوب بھی تھے لہٰذا اپنی پیروی کی خاطر ایسی نصیحتیں کی گئی ہیں جو ہمارے لئے سبق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اللہ کی مرضی کی پوری دلیل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین رضی اللہ عنہم ہوں یا ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن ہوں سب ہی بشر تھے فرشتے نہ تھے اور اسی بشریت کی وجہ سے مقام اولیٰ پر فائز تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف البشر تھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انسانیت کا اعلیٰ نمونہ بنا دیا۔ اسی طرح انبیاء کرام کی زندگیاں اظہر من الشمس ہیں قرآن یہ شواہد اور واقعات پیش کر کے اُمت مسلمہ کیلئے ایک قانونی حیثیت پیش کرتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل قانون بن جاتا ہے

لہٰذا مومنین کیلئے قانون بن گیا کہ کسی معاملہ میں قسم کھا بیٹھو تو پھر کفارہ دینا ہوگا۔

سورۃ التحریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

(سورۃ التحریم: ۱،۲)

''اے نبی کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حلال کی ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولیٰ ہے اور وہی علیم و حکیم ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خطاب مقصود نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیوں کیا؟ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی ہدایت کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز اپنے اوپر حرام کرنے کا عمل اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی چیز کو حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہی ہے یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو عقیدۃً یا شرعاً حرام قرار نہیں دیا بلکہ سہواً یہ بات ہوگئی ہے لیکن اُمت کیلئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ کہیں ذاتِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اس کو حرام نہ کر دیں حالانکہ جو چیز حرام قرار دی گئی وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنھن کے درمیان معاملہ تھا پھر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی جانتی تھی تو باری تعالیٰ نے یہ راز فاش کر دیا چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اللہ کا فعل تصور ہوتا ہے لہٰذا اس فعل کو بھی مومنین اللہ تعالیٰ کی رضا قرار دے دیتے اور پھر یہ فعل اپنی خواہش پر مبنی نہ تھا بلکہ بیویوں کی منشاء تھی ازدواج مطہرات رضی اللہ عنھن کی خوشنودی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند آئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لذات دنیاوی سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرتے تھے دو دو مہینے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی فاقے ہوتے تھے مدت دراز تک دو وقت کا کھانا نصیب نہ ہوتا تھا ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اس جنس میں شامل تھیں کہ جن کی مرغوب ترین چیز زیب و زینت اور ناز و نعمت ہوتی ہے گو اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام ابنائے جنس سے ممتاز اور منفرد قرار دیا تھا تاہم بشریت کے اعتبار سے تو ان کی جبلت تھی کہ ان کے صبر و قناعت کا جام لبریز ہوتا خصوصاً وہ وقت بھی تھا کہ جب فتوحات اسلام کی وجہ سے مال غنیمت آ رہا تھا۔ ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن میں بڑے گھرانے کی خواتین بھی تھیں مثلاً حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو قریش مکہ کے رئیس ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی دختر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی صاحبزادی تھیں اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کے رئیس اعظم کی بیٹی تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر تھیں جو مکہ کے رئیس کہلاتے تھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں وہ بھی بڑے آدمی تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس وقت مقررہ سے زیادہ بیٹھے رہے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آ گیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد مرغوب تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ دیر رہتے ہیں کیا وجہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائیں تو ان سے عرض کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے مغافیر ایک پھول کا نام ہے جو شہد کی مکھیاں چوستی تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کہا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں شہد نہ کھاؤں گا اس کے بعد قرآن کی سورۃ تحریم نازل ہوئی جس کا ذکر ہوا ہے اس ذکر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ مغافیر کی بو آ رہی تھی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شہد استعمال

نہ کروں گا تاکہ اس کی وجہ سے منہ سے بو نہ آئے۔ اس زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راز کی بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمائی اور ہدایت فرمائی کہ کسی سے نہ کہنا لیکن انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا تو اس پر یہ آیت اُتری:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی
بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ
عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ
مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

(سورۃ التحریم: ۳)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی پھر جب اس بیوی نے وہ راز ظاہر کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کسی حد تک اس بیوی کو خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کس نے دی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی خبر اس نے دی ہے جو سب کچھ جانتا ہے جو باخبر ہے“۔

اس کے بعد ان کی آپس میں شکر رنجیاں بڑھتی گئیں اس مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اتفاق کر لیا کہ دونوں مل کر اس معاملہ پر زور دیں اور یہاں یہ آیت اُتری:

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ
مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗۤ
اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ

عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ﴿۵﴾

(سورۃ التحریم:۴،۵)

''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہو تو بہتر کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو اللہ تعالیٰ اُن کا مولیٰ ہے اور اس کے جبرئیل اور صالح مومنین ہیں اور سب ملائکہ ان کے ساتھ ہیں مددگار ہیں بعید نہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سب بیویوں کو طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرما دے جو تم سے بہتر ہوں سچی مسلمان باایمان اطاعت گزار توبہ کرنے والی عبادت کرنے والی اور روزہ رکھنے والی خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ''۔

اللہ تعالیٰ کو غصہ آ گیا کہ تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اتفاق کرو اس کے مقابلہ کیلئے جبریل علیہ السلام اور نیک مومنین اور فرشتے بھی مددگار ہیں۔ جس سلسلہ میں ان امہات رضی اللہ عنہما نے اتفاق کیا وہ ایک خاص بات تھی جسے کسی نے واشگاف نہیں کیا جہاں تک نان و نفقہ کے تقاضے کا تعلق ہے اس پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن شریک تھیں اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر رنجیدہ ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن سے ملاقات نہ کریں گے اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی دنوں گھوڑے سے گر پڑے اور زخمی ہو گئے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان وجوہات کی بناء پر بالا خانہ میں تنہا رہتے تھے لہٰذا لوگوں نے یہ تصور کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشویش ہوئی اور وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں اور جب آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم رو رہے تھے اور آخر آپ بارگاہ

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو طلاق دے دی ہے ہادی برحق رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور دنیا کی زیب و زینت پسند ہے تو آؤ میں تم کو مال و متاع دے کر بہ طریق احسن رخصت کردوں اور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت مطلوب ہے تو اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کیلئے بڑا ثواب اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے''۔ (سورۃ الاحزاب:۲۸،۲۹)

یہ بھی فرمایا گیا:

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! جو کوئی تم میں کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کی سزا دوہری سزا ہو گی''۔

(الاحزاب:۳۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ کے بعد بالا خانے سے اُترے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے پاس تشریف لے گئے آیت مذکورہ سنائی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو پیش پیش تھیں نے کہا کہ سب کو چھوڑ کر خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتی ہوں اس کے بعد تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن نے یہ جواب مرحمت فرمایا۔ اور سب نے اطاعت قبول کر لی۔ ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ منافقین نے بات کو طویل کیا اور ان کو بھڑکانے کی کوشش کی۔ مذکورہ آیت میں روئے سخن منافقین کی طرف ہے لہٰذا فرمایا کہ اگر سب اس سازش میں شریک ہوں اگر منافقین ان سے کام لیں گے تو پھر خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کرنے کیلئے موجود ہے اور ساتھ ہی جبرائیل فرشتے اور مومنین بھی ہیں ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنی رائے رکھیں کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن ہماری مائیں ہیں۔ سورۃ احزاب میں ہے ''اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی بیویاں ان کی (مومنین) کی مائیں ہیں''۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن میں سے ان کی غلطی پر نصیحت کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے عظیم المرتبت خاوند کا راز قائم نہ رکھا بلکہ راز فاش کیا تاکید کرنے کے باوجود اس راز کو فاش کر دیا سوال یہ ہے کہ یہ میاں بیوی کا نجی معاملہ تھا اور باری تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو براہ راست بھی کہہ سکتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو بھی تنبیہ کر سکتے تھے لیکن اس بات کو منظر عام پر لانا اور قیامت تک نشر کرنے کا مقصد کیا تھا؟ دراصل یہ بیوی کسی عام آدمی کی بیوی نہ تھی وہ عظیم ہستی کی بیوی تھی اور امتِ مسلمہ کی ماں تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کا مقام بہت بلند افضل ہے لہٰذا انہیں پاک و مطہر کرنے کی خاطر ان کا ہر کردار اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ کتاب قرآن میں لایا گیا ہے تاکہ اُمت کیلئے وجہ بصیرت بنے اور ایک ضابطہ حیات بن جائے۔ اگر اسی طرح کارآمد اور پوشیدہ راز افشا ہوتے رہتے تو پھر اسلام کو دھچکا لگتا راز ہائے سربستہ کی حفاظت کیلئے ضابطہ پیش کیا گیا اس مثال سے اس اسلامی معاشرے کی تمام خواتین کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ خاوند کی بات کو ہرگز واشگاف نہ کرنا۔

یہ مثل مشہور ہے کہ عورت کو راز نہ دیا جائے کیونکہ عورت راز فاش کر دیتی ہے جس فرد کا منصب جس قدر ذمہ دارانہ ہوتا ہے اسی قدر اس پر گرفت بھی ہوتی ہے۔ دراصل اطاعت شعاری میں بہت احترام ہے اور اس سے غفلت بڑا جرم ہے۔ جو بندہ کسی کا تابعدار ہوتا ہے وہ اپنے مربی محسن کی منشاء اور پسند بخوبی جانتا ہے یہی بندگی کا اصول ہے۔ جہاں تک نبوت کا تعلق ہے نبی خدا ہرگز نہیں ہے اس میں انسانی جبلت ہوتی ہے وہ بشر ہے نبی کا احترام یہ نہیں ہے کہ اس سے انسانی جبلت کا صدور ناممکن ہو جائے بلکہ نبی مرضی الٰہی کا مکمل بندہ ہے اللہ تعالیٰ نبی کی ذات گرامی کی ادنیٰ سی بات کو بھی اصلاح کے بغیر نہیں چھوڑتا اور فرما دیتا ہے کہ معاف کر دیا گیا یعنی مقصد یہ کہ نبی کی ذات پاکیزہ و مطہر ہے اس سے ہمیں یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ نبی کا اسوہ حسنہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی پوری نمائندگی کر رہا ہے اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ازواج مطہرات

رضی اللہ عنھن بھی بشر تھے فرشتے نہ تھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے ان کو انسانیت کا بہترین نمونہ بنا دیا تھا ان کا جو احترام ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے وابستہ تھے ان کی انسانی جبلتوں کی اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمائی اس طرح وہ بھی پاکیزہ و مطہر ہو گئیں اور کندن بن گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء رہی ہے کہ وہ اپنے محبوب بندہ کو آزمائش سے گزارتا ہے کہ جب تک آزمائش سے نہ گزرو گے تمہاری کوئی عبادت قابل قبول نہ ہوگی۔ بندہ جسقدر اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہوگا اتنی زیادہ آزمائش ہوگی۔ تاریخ شاہد ہے کہ نبیوں رسولوں کو بڑی بڑی آزمائش سے گزرنا پڑا آخر وہ کامیاب و کامران ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مقرب ہوئے۔

سورۃ احزاب میں فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ
اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ

(سورۃ الاحزاب: ۵۰)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں''۔

اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ازواج کے معاملہ میں خصوصی رعایت دی گئی ہے جس میں یہ تحریر ہے کہ اور مومنین کیلئے ایسی رعایت نہیں ہے۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا گیا تو باری تعالیٰ غیض و غضب میں آ گئے اور سورہ نور نازل فرمائی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت و پاکیزگی کی شہادت دی اور فرمایا کہ

''ایسا کیوں نہ ہوا کہ تم لوگوں نے یہ سب کچھ سنا تو اس وقت مومن مرد مومن عورتیں اپنے آپ سے نیک گمان کرتے اور

کہہ دیتے کہ یہ تو صریح بہتان ہے"۔ (سورۃ النور:۱۲)
"اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم و کرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا ذرا غور کرو جب تمہاری ایک زبان سے دوسری اس قصے کو لیتی چلی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا سبحان اللہ یہ تو ایک بہتان عظیم ہے اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو"۔ (سورۃ النور:۱۴ تا ۱۷)

مومنین کو اس سورۃ میں مطلع کیا گیا ہے کہ آئندہ ایسا کردار ہرگز نہ کرنا کہ جس سے کسی پاک و مطہر شخصیت پر بہتان کی وجہ سے اس کی شخصیت مجروح ہو اور وہ بدنام ہو جائے۔ جہاں ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کی انسانی جبلتوں کو نشانہ بنایا گیا ہے وہاں ان ازواج رضی اللہ عنھن کی پاکیزگی و تطہیر کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور ان کی حرمت کی اہمیت و ماہیت کو قائم و دائم رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ سورۃ احزاب میں فرمایا گیا ہے:

"اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ نمونہ ہے کیونکہ تم کو جائز نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو بے شک یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے"۔ (سورۃ الاحزاب:۵۳)

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ نائب اور اشرف المخلوقات ہونے کے حوالے سے یہ ساری کائنات تفویض کی گئی ہے۔ انسان کو اس جہان چمن زار میں بے پناہ عنایات مرحمت فرمانے کی وجہ سے انسان کو اپنے مربی اور اپنے رب کی اطاعت تابعداری وفاداری اور اس سے تعلق داری کرنا فرض قرار دیا گیا ہے اور فطرت کے اصول کے مطابق اطاعت و تابعداری کی ایک شرط ہے وہ شرط یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا تابعدار بندہ رب جہان کی تابعداری اور اطاعت کرنے لگے اس کا شکریہ ادا کرنے لگے اور انسانی جبلت کے اعتبار سے اطاعت شعار بندہ بننے کی سعی کرے تو اس پر یہ بھی فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ اس کے مخصوص بندے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اطاعت کرے تاکہ خلافت و نیابت کا سلسلہ تا قیامت قائم و دائم رہے ورنہ کوئی اطاعت یا عبادت قابل قبول نہ ہوگی۔ اطاعت شعاری ایسا عمل ہے کہ جس پر انسان ہر وقت مستعد رہے اور تابعداری کے لئے تیار رہے کیونکہ یہ غلامی اور بندگی کا مظہر ہے۔

اطاعت اللہ اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تاریخ ایک واقعہ پیش کرتی ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خطبہ فرما رہے تھے کہ مسجد کے کنارے چند لوگ ایستادہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ" سب بیٹھ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سے مسجد کی طرف آ رہے تھے کہ ان کو معاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دی

کہ بیٹھنے کا حکم صادر فرما رہے ہیں تو وہ اسی وقت اسی جگہ بیٹھ گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باہر بیٹھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اندر آ جاؤ اور وہ اندر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبۂ اطاعت کی تعریف فرمائی۔ اس وقت عالم یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت شعاروں کا جذبہ اطاعت قابل دید تھا۔ ان کی رگ رگ میں احکام کی تعمیل سمائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سماعت پذیر ہوا اور وہ ان پر عمل پیرا ہوگئے ایک قدم بھی آگے بڑھانے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ یہی دراصل اطاعت اور تابعداری کا مقصد ہوتا ہے اور اسی مقصد کو پورا کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا و آخرت میں وہ عظیم مقام پایا کہ کوئی بڑے سے بڑا مرتبہ والا انسان کامل بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اس دیوانہ وار اتباع کا نتیجہ تھا کہ سرزمین عرب کے یہ صحرانشین دیکھتے ہی دیکھتے آدھی دنیا پر چھا گئے۔ اور دنیا کی متمدن قوموں میں شمار ہونے لگے بلکہ دنیا بھر کی تہذیب کے امین بن گئے اور یوں دنیا کی عظیم تہذیبوں نے ان کی تہذیب کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔

اسلام جس انقلابی معاشرے کی تعمیر کو قومی نصب العین قرار دیتا ہے اس کی بنیاد و استحکام صرف ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر مشروط اور مخلصانہ وفاداری ہے۔ جس میں شرک فی النبوۃ کا شائبہ تک نہ رہے یعنی معاشرے کے ہر فرد کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و حاکیت پر غیر متزلزل ایمان و یقین ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و سعادت پر انمٹ اعتماد ہو کہ قومی جدوجہد اور اشتراک عمل میں بھی تا زیست کسی دوئی کی اطاعت و اتباع کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ اور حیات انسانی کے سیاسی معاشی اقتصادی تعلیمی و تدریسی یعنی کسی شعبہ میں بھی کوئی فرد بشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر و ثانی قرار نہ پائے۔ معاشرے کی اجتماعی حیثیت اور انفرادی وفاداری کا مرکز و محور بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ستودہ صفات کو سمجھا جائے کسی فرد کو من حیث الفرد معاشرے کی حیث المجموعہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ اسلوب زندگی سے انحراف کا حق بھی نہ ہو۔ معاشرے کی جدوجہد کا معیار اور نظام فکر و عمل کا دستور صرف ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر منتج ہو معاشرے

کے افراد نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حق کی پہچان رکھیں اور اسی نسبت سے باطل کو بھی باطل قرار دیں یہاں تک کہ باری تعالیٰ کی معرفت اور اس کی رسائی بھی اسی راستے سے متعین ہو بلکہ معرفت و تصوف کے پیمانے بھی انہیں صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوں۔ اگر فکر و عمل کی اس سطح پر پورے معاشرے کو یکجہتی اور استحکام' اطاعت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نصیب ہو تو پھر شرک فی النبوۃ کا شائبہ تک نہیں رہتا۔ جب اطاعت کا یہ پیمانہ ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ سے شرک بھی ختم ہو جائے گا۔ شرک اللہ شرک نبوۃ سے منسلک ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ
اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

(سورۃ الاحزاب:۳۶)

"اور کسی مومن مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ صادر فرما دیں تو ان کے لئے کسی مسئلہ پر کوئی اختلاف باقی رہے"۔

ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر مشروط وفاداری کا حکم یوں کیا گیا ہے کہ اس سے گریز منافقت تصور ہوگی خواہ وہ فرد بشر احکام الٰہی کی پابندی کا دعویدار بھی ہو ارشاد ربانی ہے:

"اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آؤ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں کہ منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سر نیاز خم کرنے سے گریز کرتے ہیں" (سورۃ النساء:٦١)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر اطاعت الٰہی کا دم بھرنا منافقت ہے دوسرے معنی میں جو منافق ایسا کردار کرتے ہیں یہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور اطاعت بجا نہیں لاتے تو مسلمان کہلانے کے روادار نہیں ہیں۔ دراصل اسلام کا نام ہی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور وفاداری ہے۔ ایمان و ایقان کی درستی وصحت کی علامت یہ ہے کہ ہر انسان باری تعالیٰ سے اپنی نسبت و وابستگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور اطاعت کے ذریعہ سے قائم کرے ورنہ اس کی تمام مساعی اور جملہ جہد و عمل خاک میں ملبوس ہو جائیں گے۔ اگر ہم شرک نبوۃ سے الگ ہو کر نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہو کر توحید ربانی اور وحدت الوجود کی اساسی بنیاد کو قائم رکھنے کی سعی کریں تو پھر ہمیں یہ حقیقت پوری طرح سمجھ آ جائے گی کہ قریش مکہ کفار عرب کی کفریت کیا تھی انکار کس چیز کا تھا؟ قرآن کے حوالے سے تو وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے موت و حیات کو بھی تسلیم کرتے تھے بندگی بھی کرتے تھے۔ فرق صرف ان کی توجیہ تھی کہ بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے لئے ہمارے بزرگوں کا ذریعہ ضروری ہے جن کی ہم ان کی زندگی میں اطاعت کرتے تھے اب بھی انہیں کی اطاعت کرتے رہیں گے۔ اصل کفر تو رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار تھا۔ مسئلہ تو یہ تھا کہ نبوت ایسے فرد کو کیوں مبعوث فرمائی گئی ہے جو یتیم بھی ہے لاوارث بھی ہے غریب بھی ہے اور نوجوان بھی ہے۔ نبوت کے حقدار تو صرف ہم ہیں کیونکہ ہماری خاندانی وجاہت شجاعت بلند و بالا ہے ہم ہی عرب قوم کے رہنما وارث ہیں ہم ہی کعبے کے متولی ہیں ۔ ہماری قوم میں ہزاروں پیغمبر مبعوث ہوئے ہماری نسل سے ہی نبوت کا چشمہ جاری و ساری تھا۔ یہ شخص کہاں سے نمودار ہو گیا ہے؟ بعثت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی اور قوم کا حق ہرگز نہیں ہے۔

اگر غور و فکر کیا جائے تو ہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ یہ جنگ اقتدار کی تھی دراصل اقتدار کی ہوس انسان کو انسانیت سے بے بہرہ کر دیتی ہے اور اطاعت شعاری کے اصولوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو ہر فرد بشر تسلیم کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان کو بھی وہ لوگ مانتے تھے۔ ایمانداری وصداقت کو بھی تسلیم کرتے تھے حسن کردار کے بھی معترف تھے۔ لیکن ان کے درمیان اس اعلیٰ مقام پر ان کے تصورات کی ایک دیوار حائل تھی وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے آج سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی اگر آج ہم نے اس نبی برحق

صلی اللہ علیہ وسلم اور صادق وصدیق کی اطاعت کر لی تو ہماری تہذیب کے وہ پیمانے جو صدیوں سے مروج ہیں وہ اصول جو ہماری قوم کے مینار ہیں یکدم منہدم ہو جائیں گے۔ ہماری قومی غیرت خاک میں مل جائے گی۔ اطاعت ہمیشہ اصولوں پر ہوتی رہی ہے لیکن اسلام کی اس نہج پر اطاعت صرف اصولوں کی نہیں نظام کی نہیں دین اسلام کی نہیں بلکہ اطاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی ہے۔ ان کی زبان سے جو بھی الفاظ نکلے وہ دنیا کے اصول بن گئے۔ راہ ہدایت بن گئے' نشان راہ بن گئے' جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس شخص نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس شخص نے امانت میں خیانت نہیں کی اور یہ شخص صلح کن ہے رحم دل ہے رحیم و کریم ہے رؤف و رحیم ہے تو پھر اس کا ہر عمل فیصلہ کن ہونا چاہئے۔ اس کے ہر فرمان پر سر تسلیم خم کر دینا ضروری ہے۔ لیکن ان کے سامنے خاندانی وجاہت تھی قومیت تھی نسل پرستی تھی۔ فخر و غرور کے پیمانے تھے وہ قوم سمجھتی تھی کہ ہم نے اس کی اطاعت کی تو کل ہماری قومیت کا غرور ختم ہو جائے گا امتیاز کے پیمانے ختم ہو جائیں گے اور یہی چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کیں انہوں نے گورے کو کالے پر ترجیح اور عرب کو عجم پر فوقیت ختم کر دی امیر و غریب میں فرق اور انسانی امتیازات کو مٹا کر کل مومن اخوۃ کہ ''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں'' کا درس دیا اور انسان کی تکریم و احترام کا سبق دیا۔ دراصل احترام انسانیت ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمعِ نظر تھا اور اسلام کا نشانِ امتیاز تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایک سلجھے ہوئے معاشرے کی تشکیل و تکمیل کا سبق دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن اور لائحہ عمل بالکل منفرد تھا اس کی مثال دنیا کے کسی خطہ میں موجود نہیں تھی۔ اسی وجہ سے وہ لوگ حیران و ششدر تھے کہ ہمارے اسلاف کے اصولوں اور کارناموں کے خلاف یہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں جو بالکل منفرد ہے یہ ہمارے اسلاف اور بزرگان کے خلاف ایک سازش ہے کیا آباء و اجداد کی نافرمانی نہیں؟

وہ لوگ بخوبی سمجھتے تھے کہ جھوٹ برا عمل ہے بد دیانتی فعل قبیح ہے۔ ظلم و تشدد غیر انسانی کردار ہے۔ شرافت کے پیمانے بھی وہ بخوبی جانتے تھے اگر ایسے ضوابط سے

ناواقف ہوتے تو ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں رطب اللسان نہ ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کی تعریف کرتے تھے اور پوری طرح سمجھتے تھے کہ یہ شخص واقعی انسانیت کے زیور سے مالا مال ہے مگر اس کی اطاعت سے ہماری خاندانی وجاہت ختم ہو جائے گی۔ ہمارا فخر وغرور خاک میں مل جائے گا لہٰذا قرآن جب اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتا ہے تو ایسے اوصاف بیان کرتا ہے کہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے سنہری اصول تھے ہر انسان کی پہچان ہوتی ہے اس کی شناخت ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت بھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اسلوب وتمدن تہذیب وثقافت کا خزانہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نے دنیائے عمل میں ایک شہرہ قائم کر دیا اور پھر شناخت منفرد تھی کسی نے نہ دیکھی تھی نہ سنی تھی جس کی مثال کائنات کے کسی گوشے اور کارخانہ قدرت میں نہیں ملتی تھی وہ اخلاق ومحبت کے چشمے وہ فیضان رحمت اور ابر کرم وہ نور کی بارش علم وادب کی ضیاء پاشیاں اظہر من الشمس تھیں جس سے دنیا کا ہر فرد و بشر واقف تھا۔ جس کا دشمن بھی اعتراف برملا کرتے تھے۔

ارشاد ربانی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(سورۃ نساء:۶۵)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمادیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں۔ بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ

وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

(احزاب:۳۶)

''اور کسی مرد مومن اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے''۔

قرآن کی ہر آیت واقعات وشواہدات' موضوعات پر نازل ہوتی ہے۔ پہلی آیت کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک منافق کا سر قلم کر دیا تھا کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا تھا تو مقتول کے ورثاء نے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں استغاثہ دائر کر دیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ اس پر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا خطاب ملا۔ دوسری آیت میں یہ وضاحت پیش کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح پر انکار کر دیا حالانکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی جبکہ حضرت زینبؓ کے بھائی نے بھی یہی مشورہ دیا کہ زید رضی اللہ عنہ سے نکاح ہماری خاندانی وجاہت کے خلاف ہے۔ جہاں تک عورت کے نکاح کا تعلق ہے شریعت نے عورت کو آزادی دے رکھی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرے اور اسے اس قسم کا نکاح رد کرنے کا اختیار تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کا احترام اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلہ کے مقابل بے اختیار قرار دے دیا پھر اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا نکاح کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت وسربراہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ اگر کوئی فرد بشر عبادت وریاضت میں مصروف ہو عین نماز میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا ہوگی سورۃ انفال میں ارشاد ہے

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (الانفال ۲۴)

''اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہیں آواز دیں تو فوراً لبیک کہو''

اس آیت میں وقت کی قید نہیں ہے جس وقت چاہیں جب چاہیں حاضر ہوں۔

اطاعت ہمیشہ بالشرط نہیں ہوا کرتی اطاعت کا مقصد ہی تابعداری ہے غلامی ہے سرفروشی ہے اطاعت گزار بندہ جسے بندگی پر مامور کیا گیا ہے ہر وقت ایستادہ ہے کہ کوئی گھڑی آئے کہ مجھ پر حکم صادر ہو اور میں اس وقت فوراً بجالاؤں ہر آواز پر ہر خواہش پر ہر حکم پر ہر فرمائش پر لبیک کہنا ہی اس کی فرض شناسی ہے۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ''جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نے بڑی مراد پالی اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ کھلی گمراہی میں گیا'' (احزاب) قرآن کریم نے صاف تصریح کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اطاعت اللہ بے معنی ہے اسی لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی بنیاد پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنا اللہ تعالٰی کی آواز پر لبیک کہنے کے مترادف ہے اور پھر یہ بھی فرمایا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ اپنی خواہش سے نہیں فرماتے بلکہ وحی سے فرماتے ہیں۔ لہذا نطق رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحی قرار دیا گیا فرمایا گیا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم: ۳-۴)

''یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نطق وحی الٰہی ہے۔ وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے''

اگر ایسا کرتے تو پھر رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد بھی اٹھ جائے گا اللہ تعالٰی نے یہاں تک فرمایا ہے کہ یہ قرآن من قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب قرآن ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار بھی اللہ کا کردار ہے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے آپ کی زبان اللہ کی زبان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی اور عظمت و سربراہی کا یہ عالم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مرضی الٰہی کی ترجمان ہے۔ اور وحی رحمان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت بھی بیعت یزداں ہے فعل بھی فعل رب تعالٰی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت تفسیر قرآن ہے لہذا جس سے محبت و عقیدت روح ایمان ہو جس کی تعظیم و توقیر ایمان کی جان ہو ایسی مطہر طیب و طاہر شخصیت ستودہ صفات کی پیروی کیوں نہ لازمی قرار دی جائے؟ تابعداری ہی دراصل اسلام اور قرآن کی روح ہے اور اسی اصول کی بنیاد پر تمام تبلیغ کا محور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔

قرآن حکیم نے جس طرح تصور نبوت اور بعثت رسالت کو حسن و خوبی اور نکھار کے اعتبار سے بیان کیا ہے اور جس انداز و بیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کو لازمی اور فرض ٹھہرایا ہے اس کا نتیجہ اور فیض ہی تو تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کی پیروی اور اطاعت کر کے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت کی سعادت حاصل کی بلکہ ان کے نقوش کف پا کو بھی اجاگر کیا اور ان کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا۔ یہ شان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آج تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں نے اطاعت و فرض شناسی پر گامزن ہونے کی مکمل سعی کی ہے اور عاشقان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے دل و جان فدا کی ہے۔ قرآن حکیم میں دو مرتبہ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (الزمر: ۲) چھ مرتبہ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینۃ: ۵) کے الفاظ اطاعت و بندگی فرمانبرداری کو اللہ تعالٰی کے لئے خاص کرنے کے مفہوم میں وارد ہوئے ہیں اور بعض مقامات پر اضافی لفظ حنیفاً اور حنفاء بھی آیا ہے۔ یہی مفہوم ہے قرآن کے ان الفاظ کا اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر: ۳) اور وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا (النحل: ۵۲) اس طرح اس نے نظام اطاعت کی صورت اختیار کر لی۔ اس کی حقیقت اس ذات کی طرف ہوتی ہے جسے مطاع تسلیم کرتے ہوئے نظام زندگی کا ضابطہ تیار کیا گیا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سال کی جدوجہد کے بعد جب مکہ فتح کیا تو

آیت اتری

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝

(نصر: ۱-۲)

''جب آ گئی اللہ کی مدد اور فتح اور دیکھ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو مطاع مطلق مان لیا گیا سر تسلیم خم کر دیا گیا اور لوگ جوق در جوق نظام اطاعت میں داخل ہونے لگے۔ دراصل یہ فتح دین تھی اور فتح اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دو متضاد زاویے نہیں ہیں دو مختلف پہلو نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار ہیں۔ اور یہ تو ہیں رب کائنات اپنی الہامی کتب کے ذریعہ معاشرے کی خرابیاں اور مسائل کا حل نازل فرماتے ہیں اور ان کا بھیجا ہوا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص بندہ اپنے عمل و کردار اور تشریحات سے وحی کردہ کتاب کی روشنی میں عملی جامہ پہناتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خود حجت و دلیل ہوتی ہے ہر نبی نے اپنے دور میں کتاب اللہ کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اپنی پیروی کی دعوت دی ہے انہوں نے کہا اگر نجات اخروی کے طالب ہو تو پھر ہمارے نقش قدم پر چلو اس طرح ہماری اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہو گی اس کرہ ارض پر نوح علیہ السلام آئے تو انہوں نے فرمایا

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝

(شعراء: ۱۰۹-۱۱۰)

''میرا صلہ تو رب العالمین کے پاس ہے اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''۔

حضرت ہود علیہ السلام نے کہا کہ

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ (شعراء: ۱۲۵-۱۲۶)

''میں تمہارا امانت دار رسول ہوں اللہ سے ڈرو اور میری

اطاعت کرو''۔

حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہے

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝

(شعراء: ۱۴۳-۱۴۴)

''میں رسول امین ہوں اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝

(سورۃ الشعراء: ۱۶۲، ۱۶۳)

''میں تمہارا امانتدار رسول ہوں اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا

قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝

(الزخرف: ۶۳)

''میں تمہارے پاس دانائی و حکمت لے کر آیا ہوں اس لئے بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو تم کو سمجھا دوں اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''

صبح ازل سے اللہ تعالیٰ کا یہ طریق عمل رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ محبوب و برتر و افضل حضرات خصوصی طور پر نبی رسول مبعوث فرمائے جو ذہنی اخلاقی روحانی طور پر کامل و اکمل ہوں اور وہ اس لائق ہوں کہ انسانوں کو ضلالت و گمراہی کی پستی سے نکال کر رشد و ہدایت کے فرازوں تک پہنچائیں یہ وہ متبرک ہستیاں ہیں کہ جن کے متعلق عقل انسانی محدود و ناقص ہے انسان میں ہرگز یہ استعداد نہیں ہے کہ وہ وحی الٰہی کی روشنی سے بے نیاز ہو کر تہذیب و تمدن کی گتھیوں کو سلجھائے اور اپنے لئے ایسی راہ عمل متعین کر لے کہ جس پر گامزن ہو کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل

کر سکے ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام:۱۲۴)

''اس سے اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ یہ کیسے منصب نبوت سے نوازے گئے''۔

اس سلسلہ میں نبوت و رسالت کا مقصد یہی تھا کہ انسان ان بالاتر ہستیوں کی اطاعت کرے کیونکہ

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:۲)

''پیدا کیا سلسلہ موت و حیات تا کہ جانچے تمہیں کہ کون ہے تم میں سے سب سے اچھے عمل کرنے والا''

اور اس بعثت کا مقصد اولی یہ ہوا کہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء:۶۴)

''اور ہم نے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو''

اور اگر اطاعت نہ کرو گے نافرمانی کرو گے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (نور:۵۴)

''کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر منہ موڑو گے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور اگر تم ان کے

فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پاؤ گے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صاف صاف احکام پہنچا دینا ہے''

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (التغابن:۱۲)

''اور اللہ کی اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیرو گے تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے''

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بری الذمہ ہونے کے بعد پھر فرمایا گیا کہ تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرو اور تم پر عذاب الٰہی آ پہنچے لہٰذا اطاعت کا مقصد ہی یہ ہے کہ اسمیں انسان کی اپنی فلاح ہے۔ فرمایا گیا

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور:۶۳)

''جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کام کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آ پڑے دردناک عذاب نازل ہو''۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران:۳۲)

''کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو اگر نہ مانو گے تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا''۔

پھر مومنوں سے فرمایا گیا کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء:۵۹)

''اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں پھر اگر
کسی بات میں اختلاف ہو تو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان
رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
رجوع کرو''۔

اطاعت اور تابعداری کا عالم یہ تھا کہ جب تحویل کعبہ کے بارے میں آیات نازل ہوئیں تو فرمایا گیا ہم نے پھر قبلہ تبدیل کر دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار کون ہے اور پیچھے پھر جانے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کو مومنین کی آزمائش یہ بھی ضروری تھی کہ یہودی جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن ذہنی اعتبار سے مسلمان نہ تھے۔ انہوں نے دل سے اسلام قبول نہ کیا تھا جب تحویل کعبہ کا حکم ہوا تو ان کا بھرم کھل گیا بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو سجدہ کیا جانے لگا تو وہ ہرگز اس کو سجدہ کرنے پر تیار نہ تھے کیونکہ ان کا کعبہ تو بیت المقدس تھا لہٰذا نفاق کا راز فاش ہو گیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے یہ کردار کر کے ان کو آزمایا ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے بھی آزمائش کا وقت ہے کہ کون میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہے اور کون پیچھے ہٹنے والا ہے۔ جنگ بدر سے قبل یہ خبر مکہ معظمہ میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ مسلمان قریش مکہ کے قافلہ کو لوٹنے آ رہے ہیں قریش کے غیظ و غضب کا بادل اٹھا اور سارے عرب پر چھا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور اس واقعہ کا اظہار فرمایا مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم نے تقاریر کیں لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ انصار نے بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب دشمن مدینہ منورہ پر چڑھائی کریں گے اسی اثناء میں حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا ''کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ خدا کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں'' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا جا کر لڑیں ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ ان کی تقریر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چمک اٹھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ رمضان ۲ ہجری کو ۳۱۳ جانثاروں کے ساتھ نکل پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(آل عمران: ۳۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت
کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا
تمہارے گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا رحم والا ہے''

(سورۃ البقرۃ: ۱۶۵)) يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ بھی فرمایا گیا مقصد یہ اگر تم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو اللہ تم سے محبت کرے گا لہٰذا صاف بات یہ ہوئی کہ اگر تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو گے تو اللہ تم سے محبت کرے گا یعنی جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کی تو اس نے ذات باری تعالیٰ سے تعلق قائم کر لیا وہ خدا کا محبوب بن گیا وہ خدا کا خاص بندہ بن گیا۔ محبت الٰہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ حضور عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کی تعمیل کی جائے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ بندہ ہے۔ اللہ کا خلیفہ بھی ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے بڑا تعلق ہے کیونکہ خالق و مخلوق میں بہت بڑا ربط ہے اور ہمیشہ پیدا کردہ کوئی جنس مخلوق بھی اپنے مربی سے محبت و الفت رکھتی ہے یہ فطرت کا خاصہ ہے لیکن وہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے تابعداری کرے۔ اور جو لوگ ان صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتے ان صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے حکم کی پیروی نہیں کرتے وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النور: ٦٣)

''جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں
ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت
یا سخت عذاب نازل ہو جائے''۔

دراصل ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وابستگی نہ کی جائے اور اس تعلق یا رشتہ محبت کے لئے لازم قرار دیا گیا کہ جب تک یہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا نہ کرے گا اس سے محبت نہ کرے گا اس کی پیروی نہ کرے گا مجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے یعنی اللہ سے تعلق بالشرط ہے پیروی بالشرط ہے اللہ تعالیٰ سے رشتہ عبودیت استوار کرنے کا طریقہ بہت آسان قرار دیا گیا ہے اور وہ ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوگی۔

قریش مکہ کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ان سے بات کیوں نہیں کرتے جب کہ ہم اس کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ناممکن ہے میں تو روز محشر ملوں گا لیکن اس روز بھی یہ شرط ہوگی کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کی ذات باری تعالیٰ کی زیارت سے محروم ہوگا اس روز بھی انہیں مایوسی ہوگی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکرایا ہے اور بارگاہ رب العزت میں روز قیامت سب سے بڑا خوش نصیب وہ شخص ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی یعنی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ فرماتے ہیں:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

(سورۃ النساء: ٨٠)

''جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ
کی اطاعت کی''

حق سبحانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عین فرض قرار دیا ہے پس خدائے عزوجل کو ایسی اطاعت جو غیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے وسیلہ سے کی جارہی

ہو اس کی اطاعت نہیں ہے اس پر زور دینے کے لئے کلمہ قد لگایا گیا ہے تا کہ کوئی شخص ان دونوں اطاعتوں کے درمیان فرق و جدائی نہ پیدا کر سکے اور ایک دوسرے پر فوقیت نہ دے۔ دوسری جگہ ان لوگوں کی شکایت فرماتے ہیں جنہوں نے ان دو اطاعتوں میں فرق ڈالا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ
رُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ

(سورۃ النساء: ١٥٠، ١٥١)

''یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر
ایمان لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں
کہ بین بین ایک راہ تجویز کر دیں ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں''

ہمارے اندر یہ شعور پیدا ہوگیا ہے کہ ہم مجبور پہلے ہیں اور مختار بعد میں مجبوری ہماری بشریت کا تقاضا ہے اس لئے کہ اس کی ترکیب میں جن عناصر کو دخل ہے انہیں اس صورت میں بھی بقا نصیب نہیں ہو سکتی ان عناصر سے جو وجود ترکیب پاتا ہے اس کی فنا اس کی سرشت میں ہے کسی شبہ کی گنجائش نہیں بلکہ یہ صورتحال متقاضی ہے کہ جو وجود جس نے عناصر اربعہ سے ترکیب پائی ہے کسی ایسے وجود کے آگے سر تسلیم خم کر لے جو بے نیاز ازلی ہے اور جس کی بقا اس کے وجود کے ملتزمات سے ہے یہ وجود واجب الوجود ہے اور وہ قادر المطلق اور خالق ہے۔ جس کے امر کن سے سب کچھ ظہور پذیر ہے۔ انسان کا فانی وجود جب اللہ تعالیٰ کے باقی وجود سے تعلق یا رابطہ یا رشتہ قائم کر لیتا ہے تو اس کی فناء کے آئینے پر بقا کا صیقل کر دیا جاتا ہے۔ البتہ ممکن اور واجب میں پھر بھی یہ تمیز باقی رہتی ہے کہ ممکن کی حیات کو شعوری اور لاشعوری حصوں میں تقسیم کر دیا جائے شعوری حیات میں اس ممکن وجود کا عنصری خاکدان سے علاقہ رہتا ہے اور لاشعوری حیات میں

اس کے لیل و نہار ایک ایسے عالم میں گزرتے ہیں جہاں مادی آلودگیاں نام کو نہیں ہوتیں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس پر روحانیت کی چھاپ ہوتی ہے شعوری حیات میں اطاعت کیشی کا صلہ دنیا میں یہ ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "میں نے عزت کو اپنی اطاعت میں رکھ دیا ہے مگر لوگ بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں"۔

ایک اطاعت شعار انسان جسے مومن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کو خواجگی اور آقائی کا منصب عطا کر دیا جاتا ہے جب کہ لاشعوری حیات میں یہ انعام دولت دیدار اور جنت فردوس کی شکل میں ارزانی ہوتا ہے یہ بات شبہ سے بالاتر ہے کہ انسان کی طبیعت پر اطاعت کا تصور گراں گزرتا ہے لیکن یہ گرانی اس وقت تک ہے جب تک وہ ذوق اطاعت سے آشنا اور اس کے ثمرات سے آگاہ نہیں ہوتا اس عالم اسباب میں بہر حال انسان پر کچھ پابندیاں بھی ہیں اور ان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی غیر حق کے آگے سر نہ جھکائے یہی حق کا رنگ ہے اور بے نیازی کی اصل بھی یہی شعور ہے جسے انسان شب و روز پامال کر رہا ہے۔

انسان نے جس نظام کی اطاعت قبول کی ہے وہ اس کا دین ہے۔ مقصد یہ کہ وہ نظام زندگی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کلی کی بنیاد پر قائم ہو یہ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا شدہ اتمامی تکمیل کی صورت ہے جس پر دنیا کی نجات کا انحصار ہے۔

نائب خدا کائنات کے جسم میں روح کی حیثیت رکھتا ہے اس کا وجود دراصل اسم اعظم کا پرتو ہے خداوند قدوس کا نائب کائنات کے اسرار سربستہ سے آشنا اور اس کے حکم سے تمام عالم پر حکمران ہوتا ہے یہ نائب خدا ہر ناقص فطرت کو کمال سے آراستہ کرتا ہے اس کی کوششوں کے طفیل حرم کو بتوں کی آلودگی سے نجات ملی یہ نائب خدا انسان کے لئے بشارت کا نقیب بھی ہے اور ڈرانے والا بھی ہے سپاہی بھی ہے اور سپہ گر بھی ہے اور ساتھ ہی اسیر بھی ہے۔

اس کا وجود دراصل وجود عالم کی علت ہے اس کے جلال سے دنیا کی نجات

وابستہ ہے۔ یہ نائب خدا زندگی کی تفسیر نئے انداز میں کرتا ہے۔ اور خواب ہستی کی تعبیر بھی نئے طریقہ سے کرتا ہے۔ دراصل نائب خدا کی ہیبت دریائے نیل کو خشک کر دیتی ہے اور اپنے بندوں کو مصر سے باہر لے جاتی ہے تاکہ فرعون کی غلامی سے نجات پائیں نائب خدا کی زبان سے قم کی صدا بلند ہوتی ہے تو سڑی ہوئی جانیں قبروں میں اس طرح جی اٹھتی ہیں کہ جس طرح صنوبر کے درخت باغوں میں اگے ہیں وہ نائب خدا جس کے جلال و عظمت پر دنیا کی نجات کا انحصار ہے اس کے سائے کی حفاظت میں ذرے کو سورج سے شناسائی پیدا کرنے کا موقع ملتا ہے وہ اپنے زور عمل کے اعجاز سے ہر شے میں زندگی کی قوت بھر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے عمل کے طور طریقے برابر نئے ہو جاتے ہیں جہاں نائب خدا پاؤں رکھے وہاں جلوے نمودار ہوتے ہیں۔

جب انسان کامل تمام صفات ربانی سے تجلی حاصل کر کے اسم اعراض کے دائرے سے گزر جاتا ہے۔ اور جوہر وجود مطلق کے قلم رو میں قدم رکھتا ہے یہی وہ نقطہ ہے جہاں انسانیت الٰہیت ایک ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ انسان ربانی کی پیدائش ہے جب انسان ربانی کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ پکار اٹھتے ہیں:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح:١٠) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ (الانفال:١٧) کے فلک شگاف نعرے بلند ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے مومن اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو رب ذوالجلال پکارتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ
وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

(التوبہ:١١١)

"بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کے مال بھی خرید لئے ان کے لئے جنت کی زندگی ہے"۔

اللہ کا یہ بندہ جسے بندۂ حق یا نائب حق کہا جاتا ہے اپنے اندر خدائی صفات رکھتے ہوئے اس کا ہو جاتا ہے اس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا اس کی مرضی اس کے ارادے اس کی اطاعت میں ہوتے ہیں اور جب بندۂ حق اس کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کی تمام عبادت

کردار و عمل بھی اسی کے ہو جاتے ہیں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ جو بھی کردار کرتا ہے جو بھی عبادت کرتا ہے سب اس کی طرف سے موسوم کئے جاتے ہیں پھر وہ کنکریاں نہیں مار رہا ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ مار رہا ہوتا ہے اور پھر من شعائر اللہ بن جاتا ہے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کی پیروی شرط ایمان بن جاتی ہے اس کی اجازت و مرضی اور رہبری کے بغیر کوئی عبادت کوئی کردار عمل قبول نہیں ہوتا۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

(سورۃ: الانفال:۱۷)

''تم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنگ میں قتل نہیں کیا خدا نے قتل کیا ہے گویا خدائی تائید سے سب کچھ ہوا اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب تم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر خاک پھینکی تو تم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پھینکی تھی خدا نے پھینکی تھی''۔

سورۂ نور میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(سورۃ نور:۵۶)

''اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

سورۃ آل عمران میں ہے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(آل عمران:۱۳۲)

''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

رسول اللہ کو بھی حکم ہوتا ہے کہ

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

(سورۃ نور:۵۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو''۔

سورۃ انفال میں ہے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(الانفال:۱)

''اور اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان لائے ہو''۔

سورۃ انفال میں ہی فرمایا گیا

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الانفال:۴۶)

''اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو''

پھر فرمایا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

(سورۃ نور:۵۴)

''اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے''۔

وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

(الاحزاب:۳۳)

''اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو''

یہ ہر مومن پر پابندی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور پیروی کرے اور اگر ''جو شخص اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا'' (احزاب)

رب تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ ان کو بتا دو

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

(سورۃ جن:۲۳)

''میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کی بات اور اس کے احکامات پہنچا دوں جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اسی طرح سورۃ نساء میں فرمایا گیا

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ
حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

(النساء:۱۴)

''اور جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور پر کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کی ایسی سخت سزا ہوگی''

سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مومنوں کو تنبیہ کی گئی کہ اگر اطاعت نہ کرو گے تو اپنے اعمال برباد کرو گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ

(سورۃ محمد:۳۳)

''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو''

اور کس قدر اچھے اور محسن وہ مومنین ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنگی ترشی میں ساتھ رہے۔

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

(سورۃ التوبہ:۱۱۷)

''وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگے رہے تنگی اور دشواری کے زمانے میں بھی''۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا

(الاحزاب:۷۱)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا''۔

سورۃ نساء میں پھر فرمایا گیا

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:۸۰)

''جس شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''۔

سورۃ الفتح میں اس طرح فرمایا گیا ہے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا

(سورۃ الفتح:۱۷)

''اور جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا ہوگی''۔

اطاعت کے بعد اعمال میں ہرگز کمی نہ ہوگی اور مومنین کے لئے کس قدر خوشخبری ہے۔

وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(الحجرات:۱۴-۱۵)

''اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا
بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔ پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے پھر شک
نہیں کیا اور اپنے مال و جان سے خدا کے رستے میں محنت کی
یہ لوگ سچے صادق ہیں''۔

سورۃ انفال میں ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسْبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝

(سورۃ الانفال: ۶۴)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ
کافی ہے اور جن مومنین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا
ہے وہ کافی ہیں''۔

اسی سورۃ انفال میں ہی ارشاد ہوتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ
وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْا۟ عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ۝

(الانفال: ۲۰)

''اے ایمان والو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سن رہے ہو''۔

سورۃ توبہ میں پھر اطاعت کی ہدایت کی گئی ہے۔

وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ (التوبہ: ۷۱)

''اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو''

سورۃ احزاب میں مومنین کے متعلق ایک طویل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن
كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ۝ وَلَمَّا رَءَا
ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْأَحْزَابَ قَالُوا۟ هَٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَ

صَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَٰنًا وَتَسْلِيمًا ۝

(الاحزاب: ۲۱-۲۲)

''تم لوگوں کے لئے اور ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور
روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا یہ ایک عمدہ نمونہ ہے اور جب
ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے
جس کی ہم کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور
اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان
کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہوگئی''۔

دراصل اطاعت سے قبل مومن کو تصدیق فی القلب کی ہدایت دی گئی ہے کیونکہ

دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

روز قیامت میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کا انجام یہ ہوگا۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِى ٱلنَّارِ يَقُولُونَ
يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠

(الاحزاب: ۶۶)

''جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جائیں
گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی
ہوتی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی
ہوتی''۔

سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا ہے

ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ

(الاعراف: ۱۵۷)

''اس رسول نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کرو''

پھر اسی سورۃ احزاب میں اطاعت گزاروں کے لئے خوشخبری ہے

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ
اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا

(الاحزاب:۳۱)

''اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا اور نیک کام کرے گا تو ہم اس کو اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور ہم نے ایک روزی تیار کر رکھی ہے''۔

سورۃ نساء میں اطاعت گزاروں کا رتبہ پیش کیا ہے کہ کس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کا رتبہ بلند ہے ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

(النساء:۶۹)

''اور جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں''

سورۃ اعراف میں ان لوگوں کی اطاعت گزاری کا تذکرہ کرتے ہیں جو لوگ توریت و انجیل کے وارث تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ
يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

(الاعراف:۱۵۷)

''جو لوگ ایسے رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی لقب کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا

پاتے ہیں''۔

سورۃ انفال میں اطاعت کے ساتھ اتحاد و اتفاق پر ہدایت کی گئی

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا
وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

(الانفال:۴۶)

''اور اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہاری ہمت ٹوٹ جائے گی اور تمہارا رعب جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

پھر سورۃ المجادلہ میں اطاعت کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

(المجادلہ:۱۳)

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو''۔

دینی نقطہ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو اسلام کا سرچشمہ جس سے ایمان و عمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی حضور کی پیروی و اطاعت ہی دین اسلام کا دوسرا نام ہے اطاعت کی آیات وہ ہیں کہ جن کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی اطاعت کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اسلوب انداز اور پیرایہ اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ بعینہ وہی طریق اظہار اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

اطاعت رسول دین کی اہم اساس ہے اور اس سے انکار کفر ہے نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت رحمت الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے کسی بھی فقہی دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جائے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر ایمان کے تقاضے

اس وقت پورے ہو سکتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو حرز جان بنایا جائے نبی اس لئے مبعوث کئے جاتے ہیں کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چل کر صراط مستقیم پر گامزن ہوں نیابت الٰہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مخالفت کرتے ہیں ان پر عذاب الٰہی ہوگا۔

جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیں، لو جس سے روکیں، رُک جاؤ!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اطاعت گزاری میں اظہر من الشمس ہے اطاعت کی پہلی منزل یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جس فرد بشر کو جو عنایت فرمادیں اسے بہرصورت قبول کر لینا چاہئے اور جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روکیں رُک جانا چاہئے۔ سورۃ الحشر میں فرمایا گیا ہے

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (سورۃ الحشر: ۷)

''اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں''۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پہلی ہدایت دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر توجہ مبذول نہ کریں جو ہماری نصیحت کا خیال نہیں کرتے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہیں مانتے بلکہ دنیوی متاع کی طرف ان کو دھیان ہے۔ فرمایا گیا

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ (سورۃ النجم: ۲۹)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہیں کرتا بجز دنیاوی زندگی کے''۔

جنگ احد میں جن تیراندازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقب کی حفاظت کے لئے متعین کیا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ ان کا لشکر مال غنیمت حاصل کر رہا ہے ان کو اندیشہ گزرا فتح ہوگئی کہیں سارا مال غنیمت انہی لوگوں کو نہ مل جائے سب لے رہے ہیں اور ہم شاید محروم ہو جائیں لہٰذا انہوں نے اپنی جگہ چھوڑی اور مال غنیمت لینے میں شریک ہوگئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کفار مکہ نے حملہ کر دیا اور جنگ احد فتح کے بعد شکست میں تبدیل ہوتی نظر آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جب سارے معاملات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھے تو تم نے کیوں یہ کہا کہ ہمیں مال نہ ملے گا؟ کیا خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ توقع رکھتے ہو کہ جو مال ان کی تحویل میں ہے وہ دیانت امانت کے بغیر تقسیم ہوسکتا ہے؟'' بات دراصل یہ ہے کہ

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ الحشر:٦)

''اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے''۔

اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ

(سورۃ الحشر:۷)

''جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوائے سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اور رشتہ داروں کا یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تا کہ وہ تمہارے دولتمندوں کے قبضہ میں نہ آ جائے۔''

سورۃ توبہ میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورۃ التوبہ:۱۰۳)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مالوں میں سے صدقہ جس کو دلاتے ہیں لے لیجئے جن کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو گناہ سے پاک وصاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں''۔

مومنین میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر کے ان پر احسان کیا!

اس عظیم کائنات میں کروڑوں عجائبات قدرت اظہر من الشمس ہیں جو صرف انسان کی خدمت اور ضرورت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ زمین و آسمان شجر و حجر چرند پرند حیوان اور بے شمار مخلوق اشرف المخلوقات کی سلامتی بھلائی اور رضامندی کے لئے معرض وجود میں آئی اور تادم زیست قائم دائم رہے گی۔ انسان نہ صرف اس مخلوق سے اشرف و برتر ہے بلکہ انسان نائب خدا اور خلیفہ بھی ہے اور صاحب ارض و سما بھی ہے انسان پر اللہ تعالیٰ نے کروڑوں احسان کئے ہیں اور پھر تمام مخلوق کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے اور ہر چیز انسان کی ملکیت و تصرف میں ہے باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (سورۃ لقمان: ۲۰)

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے ان سب چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور تمہیں اپنی بہت سی ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کر دیں"۔

دنیا کی تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے خلق فرمائی ہیں

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

(سورۃ البقرۃ: ۲۹)

"جس قدر زمین کی چیزیں خلق کی ہیں وہ تمام انسان کے

لئے ہیں"

یہ تسخیر صرف عقل کی بدولت ہے عقل ہی میں اللہ نے قوت تسخیر بخشی ہے کہ انسان اپنی عقل کی قوت سے بڑی سے بڑی طاقت ور چیزوں کو مسخر کر لیتا ہے یہ عقل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہے انسان کو جس قدر بھی انعامات قدرت عطا فرمائے گئے ہیں وہ اعداد و شمار سے بالاتر ہیں اس سائنسی اور ترقی یافتہ دنیا میں بھی انسان ان انعامات کی تعداد معلوم نہ کر سکا لیکن ان انعامات و اکرام اور تسخیر کائنات کے باوجود بھی کسی مقام پر رب کائنات نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے اپنی اشرف المخلوقات پر اس قدر احسان کئے ہیں بلکہ یہ انسان کے حقوق ہیں انسان کی پیدائش کے بعد اس کائنات میں زندگی بسر کرنے کے لئے اس کو یہ مراعات ملنی لازمی تھیں البتہ اس کا شکر ادا کرنا لازم قرار دیا گیا اور وہ شکر اس طرح ہے فرمایا گیا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۃ الذریات: ۵۶)

"میں نے جن و انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں پس اطاعت گزار ہوں"

دوسرے معنوں میں بندہ ہونے کی نسبت سے حق بندگی ادا کریں بندہ و خالق میں جو نسبت ہے وہ بندگی و آقائی کی ہے بندہ آقا کے آگے سر تسلیم خم کرے اور اس کے ہر فرمان کو بجا لائے یہ صرف انسان کے لئے ہی فرض شناسی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی بندگی و تسبیح کرتا ہے

انسانوں ہی میں اشرف المخلوقات کی حیثیت سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ جس کے مقابل اس کائنات کی کوئی چیز مقابل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر یہ احسان کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیا ہے جو بعد از خدا بزرگ و برتر ہے۔ یہ کس قدر احسان عظیم ہے کہ بارگاہ رب ذوالجلال سے احسان جتایا جا رہا ہے۔ یہ اصول مسلم ہے کہ کوئی بھی تحفہ دیا جاتا ہے یا کوئی انعام عطا کیا جاتا ہے تو اسے یہ نہیں کہا جاتا کہ میں نے آپ پر احسان کیا ہے یہ عنایات کرنے والے کی محبت و انس ہے کہ وہ کوئی انعام ودیعت کر دیتا ہے بظاہر وہ احسان ہوتا ہے لیکن

احسان جتایا نہیں جاتا اور اگر کہیں جتایا گیا تو اس احسان کی عظمت اور اہمیت ختم کر دی جاتی ہے اس بارے میں باری تعالیٰ ہی فرماتے ہیں کہ کوئی چیز دو تو اس پر احسان نہ جتاؤ اور نہ ہی اس قدر انعامات قدرت عطا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے احسان کیا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ میں نے انسانوں کو یہ انعامات دئے ہیں انسانی جبلت کے اعتبار سے انہیں بھی چاہئے کہ وہ میری عبادت کریں اطاعت کریں اور شکر ادا کریں لیکن یہ اطاعت بھی بالشرط ہے کہ جب میری اطاعت کرے میری فرمانبرداری کرو تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اطاعت کرو اس کی تابعداری کے بغیر میری رضا ناممکن ہے ان انعامات و اکرام کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو جاؤ، بات احسان کی ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے انسان کو اور خصوصی طور پر مومنین کو توجہ دے کر فرمایا کہ میں نے تم پر احسان عظیم کیا ہے اور وہ احسان یہ ہے کہ تمہیں میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیا جو تمہارا نقصان اور تمہاری تکلیف گوارا نہیں کرتے وہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کی بھلائی کے حریص ہیں اور شفیق و مہربان بھی ہیں۔ اس سے بڑھ کر احسان کیا ہو سکتا ہے کیا یہ احسان نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جن کے لئے دعائیں مانگیں جن کے لئے کائنات ترستی چلی آرہی ہے ہر امت کو یہ خواہش رہی کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عطا کیا جاتا اور جن پر اللہ خود درود و سلام بھیجتا ہے اور اس کی پاک و اطہر مخلوق فرشتے بھی درود و سلام بھیجتے ہیں سورۃ توبہ میں ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ:۱۲۸)

''اے لوگو! تمہارے میں ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس میں سے ہیں جن کو تمہارا نقصان یا تکلیف کی بات گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے لئے بڑے خواہش مند ہیں اور حریص ہیں اور مومنین کے ساتھ بڑے شفیق و مہربان ہیں''

انسان کی ذمہ دار زندگی سے پہلے انسان ہی کی ذات کے اندر فی انفسہم ہادی و رہنما انسانی فطرت رکھ دی تھی جو بطن مادر میں اس کی رہنمائی کرتی رہی اسی طرح جب انسانی عقل آنے والی منزل آخرت کے نفع و نقصان کے سمجھنے سے عاجز ہے تو وہی خالق و مالک رہبر و ہادی مددگار اپنی طرف سے انسانوں کو عطا کرے جو منزل آخرت کے نفع و نقصان کو قطعی و یقینی طور سے انسانوں کو بتائے اور رہنمائی کرے بطن مادر میں دنیاوی مفاد کی رہنمائی کے لئے فی انفسہم خود انہیں کی ذات میں فطرت انسانی ملی تھی یہاں عالم آخرت کی رہنمائی کے لئے من انفسہم ان میں سے ایک فرد کو نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر مبعوث فرمایا اور ان پر وحی نازل فرمائی اور پھر مومنین کو فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(سورۃ آل عمران:۱۶۴)

''حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا جب کہ ان میں سے ہی یعنی ان کی جنس سے ایک ایسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ جو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کی صفائی و پاکیزگی کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں بتلاتے ہیں'' سورۃ البقرہ آیت ۱۵۱ میں بھی یہی بات کی گئی ہے۔

اسی طرح سورۃ جمعہ میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(سورۃ الجمعہ:۲)

''وہی ہے اللہ جس نے بھیجا امیوں میں ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی میں سے جو سناتا ہے انہیں اس کی آیات اور تزکیہ کرتا ہے اور تعلیم دیتا ہے کتاب و حکمت کی اگرچہ وہ تھے

اس سے پہلے کھلی گمراہی میں"۔

اس کے برعکس حیرانی یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا احسان جتاتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے برملا فرمایا کہ تمہارا احسان نہیں ہے بلکہ میرا احسان ہے کہ تم کو ہدایت دی اور وہ ہدایت بذریعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

(سورۃ الحجرات: ۱۷)

"یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو"۔

سورۃ توبہ میں احسان کا بدلہ یوں بیان کیا گیا ہے

وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ

(سورۃ التوبۃ: ۷۴)

"اور انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے فضل سے) رزق سے مالا مال کر دیا ہے"۔

مومنین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جو سعی پیہم فرمائی اور زندگی بھر جدوجہد کا ثمر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیائے فانی میں حاصل کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا سرمایہ حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقائے کار صحابہ کرام رضوان اللہ الاجمعین تھے۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دامے درمے سخنے تعاون کیا اور اپنی جانیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر قربان کر دیں۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں یہ فخر تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں بڑے پاک طینت پاک سیرت تھے انہوں نے بہ فیض رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم یہ متاع گراں حاصل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت شب و روز سے اعلیٰ وارفع مقام پر متعین ہوئے ان پاک سیرت حضرات کے متعلق باری تعالیٰ نے قرآن میں بہت کچھ فرمایا ہے اور ان کی تعریف اللہ جل شانہٗ خوش ہو کر کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف درود و سلام میں اگر ان متبرک ہستیوں کا ذکر نہ کیا جائے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہی ختم ہو جاتا ہے۔ انہی حضرات کی قربانیوں سرفروشیوں کا نتیجہ ہے کہ آج چودہ صدیوں کے بعد اسلام زندہ و تابندہ ہے ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ رب العزت سے مومنین کا خطاب عنایت ہوا ہے مومن کا لقب اس قدر متبرک و افضل و برتر ہے کہ ان حضرات کی شان دنیائے ناپائیدار کے تمام اولیائے کرام بزرگان قدسی صفت انسانوں قطب الاقطاب غوث العالمین سے بھی بلند تر ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اللہ تعالیٰ کے بعد افضل و برتر ہے اور بعد از خدا

بزرگ توئی قصہ مختصر کے بمصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مومنین کا درجہ آتا ہے۔

سب سے بڑی سعادت ان متبرک ہستیوں کو جو میسر ہوئی وہ فیضان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت خاص ہے یہ کس قدر خوش قسمت اور سعادت مند ہستیاں تھیں کہ جن کو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت نصیب ہوئی اور ان کا مرتبہ اعلیٰ و ارفع ہوا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان نظر سے دنیا میں ایک مثال بن گئے۔

ان حضرات کا تعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

(سورۃ الاحزاب:۶)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے
بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں''۔

یعنی زیادہ قریب ہیں جو پاک مطہر ہستیاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر قریب ہوں انہوں نے کس قدر اکتساب فیض کیا ہوگا؟

یہ دولت ایمان سے مالا مال مومن جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سرچشمہ ہدایت تصور کیا جاتا ہے کہ علم و اعمال اخلاص و عبادات میں بحیثیت مجموعی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اس طرح سموئے کہ دنیائے اسلام کیلئے وجہ بصیرت بن گئے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بانگ دہل فرمایا

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ الفتح:۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہے''

اور یہاں تک فرمایا گیا

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

(سورۃ المجادلہ:۲۲)

''اللہ تعالیٰ مومنین پر راضی ہے اور مومنین اللہ پر راضی ہیں''

کس قدر ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانشین نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پیشوایان امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ کمال ہے اور یہ حضرات ذات رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر قریب ہیں مقرب ہیں انہیں کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' چونکہ ان کی قربت میں بقعۂ نور موجود تھا لہٰذا وہ کیوں نہ اس نور سے استفادہ کریں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق فرمایا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ دوست ہیں مومنوں کے'' وہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں وہی صالحین ہیں کہ جنہوں نے اپنی جانوں سے دین کو تقویت دی۔ جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پرورش پائی اور جنہوں نے سراج المنیر صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی اکتساب کی وہی ارض رب دو جہاں کے مالک ٹھہرے

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۝

(سورۃ الانبیاء:۱۰۵)

''بیشک یہ زمین میرے نیک بندوں کی وراثت ہے یہ دنیا نیکو
کاروں کا حصہ ہے''

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسانوں کو وحشت و بربریت اور درندگی سے نکال کر انسانیت کے دوراہے پر لا کھڑا کیا اور رتبہ اشرفیت پر پہنچانے کا کام صرف حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے انجام دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو فکر و نظر کی پاکیزگی تہذیب و شائستگی عطا کی اور بے مقصد پھرنے والے حیوانوں کو ایک ہی مسلک پر مجتمع کیا اور ان کے سامنے وہ نصب العین رکھا کہ جس نے ان بکھرے ہوئے بے مقصد لوگوں کو زیور انسانیت سے سرفراز کر دیا اس زمانے میں سکول یونیورسٹی نہ تھی نہ ہی کسی علم کی درسگاہ تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے یار و مددگار قوم کی ایسی تربیت فرمائی کہ دنیا آج تک محو حیرت ہے ایسے مومنین کی مثالیں تاریخ کا حصہ ہیں سورۃ انفال میں باری تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ''اللہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کافی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی

نصرت اور مومنوں کی مدد سے نوازا اس نے مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کی سب کچھ خرچ کر ڈالتے جو زمین میں موجود ہے تو ان کے دلوں میں ہرگز الفت پیدا نہ کر سکتا۔ یہ الفت و محبت اللہ نے عطا کی ہے''۔

اگر انسان کی حقیقت کو دیکھا جائے تو انسان صبح ازل سے ہی متبرک ہے جب انسان نے

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

(البقرہ:۳۱)

''اور آدم علیہ السلام نے تعلیم الٰہی سے تمام چیزوں کے نام معلوم کر لئے''

جب یہ مقام حاصل کیا تو فرشتے حیرت زدہ ہو گئے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(سورۃ التین:۴)

''ہم نے انسان کو بہترین طریقہ پر بنایا ہے''

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

(سورۃ التغابن:۳)

''اور تمہاری صورت بنائی نہایت اچھی صورت بنائی''

اصل انسان روح ملکوتی ہے اور صاحب قرب و ولایت وہ شخصیت ہے کہ جسے ذات حقیقی کا عرفان نہ صرف بطور علم حاصل ہو بلکہ جسے خود وہ ذات جامع صفات اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوب حقیقی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اپنا مقرب بنالے اس کے سر پر

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

(سورۃ البقرہ:۳۰)

کا تاج رکھا گیا ہے۔ اس مقام پر خلیفہ سے ایسی شخصیت مراد ہے جسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں عشق و اطاعت کے ذریعہ نیابت الٰہی کا درجہ حاصل ہو اور انہی حضرات کو رب کائنات روز محشر فرمائیں گے۔

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ

(سورۃ یٰسین:۵۸)

اور یہی انسان کا اشرف المخلوقات اور مالک فردوس بریں ہونے کا بین ثبوت ہے اور یہی انسان کائنات کا خلاصہ جس کے اندر تمام سمایا ہوا ہے۔ خلاصہ کائنات کا عرفان لامحالہ کل کائنات کا عرفان ہے اور یہی خودی کا ماورائی مرکز ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

''خودی کیا ہے شعور و وقوف کا ایک ماورائی مرکز''

انسانی مراتب کے اعتبار سے جب انسان کو اپنی حقیقت کا عرفان ہوتا ہے تو وہ خود کو ذات حق سے واصل پاتا ہے۔ انسان بلحاظ روح قدسی حق اور بلحاظ جسم خلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ

(سورۃ الحجر:۲۹)

''جب بنا چکوں اور پھر پھونک دوں اس میں اپنی روح تو گر پڑو اس کے آگے سجدے میں''۔

اقبال مومن کے حوالے سے کہتے ہیں

''جب عالم شوق میں میری خودی نعرۂ حق بلند کرتی ہے تو عرش کے کنگرے ہل جاتے ہیں اور جہان رنگ و بو میں اس غضب کا شور ہوتا ہے کہ الامان۔

جب میں عالم تخیل میں ملاء اعلیٰ کی سیر کرتا ہوں تو حور و فرشتہ میرے حضور پابجولاں نظر آتے ہیں اور وہ اس لئے کہ میرے افکار و خیالات کا خمیر مایہ تطہیر و تقدس کی وہی امتیازی خصوصیات ہیں جو قدرت نے حور و فرشتہ میں ودیعت کی ہیں میری نگاہ جو دراصل نور اللہ کا پرتو ہے اس کی شعاعیں اپنے مرکز تجلیات کی جانب مائل پرواز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں اگرچہ بظاہر اسے خلل سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک جزو کی کل کی طرف بازگشت ہے اور یہ جو کچھ بھی ہے بتقاضائے فطرت ہے۔

اگرچہ میں نے تیری جستجو میں دیر و حرم کی تعمیر و تشکیل کی ہے لیکن پھر بھی میرے ذوق کی سیری نہیں ہو سکی اور وہ اس لئے کہ میری نگاہیں نہ دیر میں تیری تجلیات کا مشاہدہ کر سکیں

نہ حرم میں چنانچہ مایوسی کے عالم میں میرے دل سے ہوک اٹھی اور اس نے کعبہ و سومنات کا نظام تہہ و بالا کر دیا۔

کبھی تو میری شاہین نگاہی نے وجود کائنات کے اسرار سربستہ آشکارا کئے کبھی میرے توہمات نے اس کے آئینہ شفاف پر اتنے تو بہ تو غلاف چڑھائے کہ خود اس کی حقیقت بھی طلسم مجاز میں گم ہو کر رہ گئی۔"

اللہ تعالیٰ کے یہاں ان قدسیوں کی جماعت کے شرف و عظمت کا اندازہ فرمایئے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و ظہور کی پیش خبریاں تورات و انجیل میں درج کی گئی ہیں اسی طرح اس جماعت مومنین کا بھی تذکرہ تورات و انجیل جیسے صحیفوں میں درج ہے۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (سورۃ الفتح:۲۹) "اور ان کے اوصاف توراۃ میں درج ہیں" اور صدیوں کے بعد بھی تورات میں آج بھی یہ الفاظ آ رہے ہیں "فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا" فاران مکہ کی پہاڑی کا نام ہے۔ فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جو صحابی رضی اللہ عنہم تھے وہ دس ہزار تھے یہ بھی درج ہے کہ "ہاں وہ بھی اپنی قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے" قرآن فرماتا ہے۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (سورۃ الفتح:۲۹) آپس میں مہربان و رحیم ہیں یعنی محبت سے پیش آتے ہیں۔ قرآن کے یہ الفاظ ذہن نشین کر لیں کہ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (سورۃ الفتح:۲۹) قرآن میں انجیل کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (سورۃ الفتح:۲۹)

"اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ وہ جیسے کھیتی ہیں کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا پھر وہ موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگے" موجودہ انجیل میں یہ عبارت درج ہے۔

"آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کی مانند ہے جسے آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب

ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر آ کر بسیرا کر لیتے ہیں"۔

ان جانباز رفیقوں رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت میں ساتھ دیا جہاد میں ساتھ دیا اور انہوں نے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں مال و جان نچھاور کر دیئے۔ قرآن کریم اپنی کمال ذرہ نوازی اور بندہ پروری سے اپنے ان بندوں رضی اللہ عنہم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص تابعداروں کے خواص یوں پیش کرتا ہے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(سورۃ التوبہ:۸۸)

"لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے جہاد کیا اور اپنی جان سے اور اپنے مال سے انہیں کیلئے تو بھلائیاں ہیں' اور یہی لوگ تو فلاح یاب ہیں" انہیں حضرات کے بارے میں فرمایا گیا "مسخر کر دیا ہے ہم نے تمہارے لئے زمین و آسمان کو جو کچھ ہے اس کے درمیان"۔

یہ بات عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات پر راضی تھے اور اس نے اپنی رحمتوں نوازشوں سے انہیں نوازا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تھا کہ اس میں رنگے گئے ان پر ایسا رنگ چڑھا کہ آج بھی دنیا اس رنگ میں رنگی جا رہی ہے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ

(سورۃ البقرہ:۱۳۸)

"اللہ کا رنگ اختیار کرو کیونکہ یہ بہت ہی خوبصورت ہے۔"

لہٰذا انہوں رضی اللہ عنہم نے صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ کا رنگ اختیار کیا رب العزت کس انداز سے فرماتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

(سورۃ التوبہ:۷۴)

''اور جو مومن ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جن لوگوں نے اپنے یہاں انہیں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہی لوگ تو ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں انہیں کے لئے مغفرت ہے اور بہترین روزی ہے۔''

قرآن نے مہاجرین و انصار کی مدح کامل کر دی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہر خطرے کو قبول کر لیا اور سخت ترین حالات سے گزرے یہاں یہ ذکر بھی کیا گیا ہے کہ

سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (سورۃ التوبہ:۱۱۷)

''سخت تنگی کے وقت''

یعنی انہوں نے مصیبتیں برداشت کیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ التوبہ:۱۱۷)

''اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا بعد اس کے ان میں ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب پر بہت ہی مہربان اور شفیق ہے''۔

مومنین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی مہمان آجاتا تو اپنا

کھانا ان کو دیتے تھے اور خود بھوکے رہ جاتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

(سورۃ الحشر:۹)

''اور گو ان کو خود تنگی ہوتی تاہم اپنے در پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔''

مہاجرین نے وطن چھوڑ کر ہجرت کی، بے خانماں ہوئے مدینہ آباد کیا اور پھر جو کردار انصار نے کیا وہ قابل صد تحسین ہے کہ انہوں نے ان مصیبت زدوں کی پذیرائی کی ان کی مہمان نوازی کا حق ادا کیا لہٰذا نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے ساتھ ان کا ذکر خیر بھی فرمایا گیا ہے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اولیٰ میں مہاجرین و انصار کا بہت بڑا کردار ہے جسے تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ

(سورۃ التوبہ:۹۹)

''اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں''

سورۃ توبہ میں ہی رب تعالیٰ فرماتے ہیں ''مہاجر اور انصار ایمان لانے میں سابق اور مقدم ہیں جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ پیرو ہیں اللہ ان سے راضی ہیں اور وہ سب اس سے راضی ہیں'' اللہ کی رضا دین و دنیا اور آخرت میں سب سے بڑی متاع ہے اور مومن اس متاع پر واقعی فخر کرتا ہے جن حضرات رضی اللہ عنہم پر اللہ راضی ہو گیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات ہوئیں وہی فردوس بریں کے مالک بن گئے اور اکناف عالم میں ان کا نام روشن ہو گیا اور قیامت تک ان کے کارنامے زندہ و تابندہ رہیں گے۔

آج دنیائے تہذیب و تمدن میں بڑے بڑے مفکرین مدبرین دنیا پر حکمرانی کے دعویدار اس فکر میں ہیں کہ وہ کونسی بات تھی کونسا قافلہ حریت تھا اور کیا مشن تھا کہ ایک

ریگزار غیر متمدن معاشرہ جہاں زندگی کی رمق دمق اور رونق موجود نہ تھی جہاں روح انسانیت مفقود تھی جہاں تیرہ و تاریک زندگی تھی جہاں اندھیری چھاؤں میں لوگ ناچ رہے تھے۔ مگر وہاں مٹھی بھر صحرانشینوں کے سامنے قیصر و کسریٰ ایسی سلطنت سرنگوں ہو گئی اور انہوں نے دنیا کو انسانیت کا سبق دیا اور بدوی قوم کو دنیا کی افضل ترین قوم بنا دیا اگرچہ اس وقت سکول کالج یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے ان لوگوں کو دنیا کی بہترین قوم میں بدل دیا انہیں عالمگیر اسلامی نظام انقلابی فکر معاشی اور معاشرتی اور روحانی پروگرام پیش کیا اور اس پروگرام سے ساری دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا جس قوم نے یہ نظام زندگی اپنایا وہ دنیا کی فاتح قوم کہلانے لگی اور یہ بادیہ نشین دنیا پر ہی نہیں بلکہ دنیا کے علم و ادب تہذیب و تمدن پر چھا گئے انہوں نے ممالک فتح کر کے دنیا پر اپنی حاکمیت کا ڈنکا نہیں بجایا بلکہ انہوں نے اس سرزمین پر حسن اخلاق کردار و عمل کی آبیاری کی اور دنیا کی غیر متمدن قوموں کو انسانیت فلاح و بہبود حسن اخلاق خلوص و محبت صلح و آشتی سے بہرہ ور کیا۔ اس وقت دنیا کفر و شرک کے قعر مذلت میں گرفتار تھی انسان کا انسان دشمن تھا قومی اعتبار سے تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی تذلیل کی راہ پر گامزن تھی اس ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر اسے تباہی کے گڑھے سے نکال کر رحمت کی بارش کی۔ انہیں پاک و مطہر کیا اور دنیا کی متمدن قوموں میں کھڑا کر دیا اور انسانوں نے وہ دور بھی دیکھا عرب کی درماندہ قوم دنیا کے لئے مشعل راہ بن گئی۔ یورپ نے ان پاکیزہ حضرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے پر فخر محسوس کیا اور مغربی مفکرین نے تحسین و ستائش کے انداز میں یہ تسلیم کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہر اور عظیم سیاستدان تھے چنانچہ دور حاضر کے مشہور ترین عالم فلسفہ و تاریخ ٹائن بی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامرانی و کامیابی کا سہرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاستدانی کے سر باندھا ہے۔ پروفیسر منٹگمری واٹ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاستدانی اور حکومت سے واقفیت و مہارت معاملہ فہمی موقع شناسی دور اندیشی پیش بندی انتظام و انصرام اور بروقت اقدام کو شاندار خراج تحسین ادا کیا ہے اس ضمن میں تحسین و ستائش کا کوئی لفظ اور اسلوب ایسا نہیں جو اس نے استعمال

نہ کیا ہو۔ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے سب سے زیادہ سچائی اور راست بازی کا ثبوت دیا ہے اور سب سے بڑھ کر جامع اور حقیقت کے نزدیک تر انداز اس نے اپنی کتاب THE HUNDRED میں اختیار کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ بندی کے لحاظ سے نسل انسانی کی نمبر ایک عظیم ترین شخصیت قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نسل انسانی کی واحد شخصیت ہیں جو بیک وقت مذہب و سیاست کے دونوں میدانوں میں انتہائی کامیاب رہے ہیں"۔

یہ کائنات خدا معلوم کہ کتنی مدت دراز اور کتنے طویل عرصے سے قائم ہے اسی کائنات میں بڑے بڑے جابر ظالم اور خدائی کے دعویدار بھی آئے اور بڑی بڑی پاکباز ہستیاں بھی معرض وجود میں آئیں مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ اور اللہ تعالیٰ کے منظور نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو شہرت دوام حاصل کی اور انہوں رضی اللہ عنہم نے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایثار و قربانی کے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کی مثال تاریخ عالم میں عنقا ہے بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی چند حضرات حامی تھے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی ایک گروہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی رفقاء تھے بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی چند حوارین تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو رضوان اللہ الاجمعین اور صلحا صالحین کا گروہ تھا وہ قابل رشک تھا۔ جن کی مثالیں قرآن کریم میں بانگ دہل دی گئی ہیں۔ باری تعالیٰ نے مومنین اور پاکباز حضرات کا پورا نقشہ پیش کر دیا ہے جس سے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ان کی پہچان ہو جاتی ہے۔ سورہ فرقان میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں "رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر مسکنت کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ بات کرتے ہیں یعنی سلام تو رفع شر کی بات کہہ دیتے ہیں۔ اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو دور کر بیشک جہنم برا ٹھکانا ہے اور جب وہ خرچ کرتے ہیں نہ تو اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ بخل سے۔ ان کا خرچ کرنا ان کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی

اور معبود کو نہیں پکارتے''۔ (الفرقان)

اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص بندے جب اعلان حق بلند کرتے ہیں تو چاروں طرف سے باطنیت اور کفر و شرک ظلم و تشدد لرزہ براندام ہو جاتے ہیں ان بے مثل و بے مثال انسانوں کی تکبیریں شکوہ اسلام کی آئینہ دار ہوتی ہیں ان کے نعرے جلال کبریائی کے علمبردار ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کی ایک کاری ضرب کفر و شرک کے طلسم کو پاش پاش کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز ہیں۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(سورۃ المائدہ: ۱۱۹)

''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے''۔

ان حضرات کے اندر قدوسیت کے اوصاف بھی ہیں اور جلال و جبروت کی صفات بھی ہیں۔

جب باری تعالیٰ اپنے رسول محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار بندوں پر راضی ہو جاتے ہیں تو پھر فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(سورۃ البقرہ: ۲۵۷)

''اللہ دوست ہے ایمان والوں کا وہ انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے''

اور پھر نفس مطمئنہ کو دعوت دیتے ہیں کہ اب میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ (سورۃ الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

''اے نفس مطمئنہ چلا آ اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی بس شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل

ہو جا میری جنت میں''۔

اس مقام پر اقبال کہتے ہیں۔

''جب مومن امانت اللہ کا استقبال کائنات کے مقابلہ میں کرتا ہے تو وہ خلیفۃ اللہ فی الارض کہلاتا ہے اور جب اللہ کیلئے کرتا ہے تو ولی کہلاتا ہے آخر میں اللہ کی محبت سب پر غالب آ جاتی ہے اور اس وقت وہ انسان کامل کہلاتا ہے جو بے پناہ قوتوں کا حامل ہوتا ہے''

اللہ تعالیٰ مومن کی شان بے نیازی عطاء بخشش اور رحمت ایزدی کے متعلق قرآن کو رحمت قرار دیتے ہیں۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ بنی اسرائیل: ۸۲)

''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن نازل کیا جو مومنین کے لئے رحمت ہے اور شفاء ہے''۔

اور یہی قرآن جو مومنوں کے لئے رحمت و شفاء ہے مشرکین کے لئے اور ظالموں کے لئے عذاب بن جاتا ہے۔ اسی آیت میں ہی فرماتے ہیں۔

وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

(سورۃ بنی اسرائیل: ۸۲)

''ظالموں کے لئے خسارہ ہے''

مقصد یہ کہ مومنین کو جس طرح دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو فوقیت حاصل ہے اس طرح وہ بارگاہ ربوبیت میں بھی خصوصیت رکھتے ہیں۔

سورۃ النجم میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

(سورۃ النجم: ۱،۲)

''قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے یہ تمہارے ساتھ رہنے والے نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ پر

ہوئے"

باری تعالٰی ان کے زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری کی تعریف فرماتے ہیں یہ جماعت خصوصیت کی حامل تھی ارشاد ہوتا ہے

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ ۝ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝

(سورۃ الذاریات: ۱۶ تا ۱۹)

"یہ لوگ اس سے قبل بڑے نیک کار تھے رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا"

اور اگر ان حضرات یعنی مومنین کو دُنیا میں حکومت عطا کر دی جائے تو پھر کیا کریں گے۔

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۝ (سورۃ الحج: ۴۱)

"یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور نیک کرداری کا حکم دیں اور بدکرداری کی روک تھام کریں گے"۔

قرآن مجید میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کے سلسلہ میں بہت تعریف کی گئی ہے وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی آتا ہے۔ فرمایا گیا

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۝ (سورۃ المزمل: ۲۰)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار واقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے رہتے ہیں قریب دو تہائی یا آدھی رات یا تہائی رات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا ایک گروہ بھی"۔

اللہ تعالٰی کی کرم نوازی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت فیض سے بعض صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم کے ملے جلے کردار کے باوجود بھی ان پر رحمت خداوندی کا ظہور ہوا ارشاد ہے

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(سورۃ التوبہ: ۱۰۲)

"کچھ لوگ ہیں جو اپنی خطاؤں کے معترف ہو گئے انہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے کچھ برے عجیب نہیں کہ ان پر اللہ رحمت سے توجہ فرما دیں بے شک اللہ تعالٰی بڑا مغفرت والا رحمت والا ہے"۔

باری تعالٰی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن میں جگہ' جگہ تعریف فرمائی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق طرز عمل رحم و کرم سلوک و محبت اور کریمانہ سلوک کے پیش نظر اوصاف حمیدہ بیان کئے ہیں اور ان اوصاف حمیدہ اور محبانہ طرز عمل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ بنا دیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل و جان سے فدا تھے یہ بات تاریخ میں روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شب و روز رحمتیں نازل ہوتی تھیں سورۃ توبہ میں اللہ تعالٰی شفقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

(سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

"اے لوگو! تمہارے پاس ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری ضرر رسانی اور مضرت کی بات گراں گزرتی ہے اور تمہاری منفعت کے لئے بڑے حریص ہیں اور مومنوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں"۔

اس آیت میں سب سے بڑی خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں

یعنی انسانوں کے حق میں اس قدر مہربان ہیں کہ ضرر رسانی یا نقصان بار گراں گزرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے متعلق تکلیف دہ بات بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی شفقت کا عالم یہ تھا کہ انسانیت کی فلاح و بہبود منفعت و بھلائی اور بہتری کے لئے حریص ہیں۔ لفظ حریص بیان کر کے باری تعالیٰ نے کمال کر دی ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی طور پر مومنوں کے لئے تو رؤف و رحیم ہیں۔ یہ صفات خداوندی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض فرما دیئے یہ کس قدر مہربانی اور حسن کرم ہے کہ جہاں باری تعالیٰ رؤف و رحیم ہیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بھی شریک کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ

(سورۃ البقرہ: ۱۳۸)

''اللہ کا رنگ اختیار کرو کیونکہ یہ رنگ بہت ہی خوبصورت ہے''۔

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا رنگ اختیار کر کے صفات خداوندی کو اپنایا ہے۔
جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دی تو باری تعالیٰ نے ان لوگوں سے کہا مسلمان وہی ہیں جو اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(سورۃ الحجرات: ۱۵)

''پس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں''۔

صرف ایمان لانا ہی مقصود نہ تھا بلکہ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل کی گئی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (سورۃ النساء: ۱۳۶)

''اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کتاب کے ساتھ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہے''۔

اور ساتھ ہی کہا گیا ہے ایمان لانے کے بعد ابھی تک ان کا ایمان مکمل نہیں ہوا شرط یہ بھی ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو اور ان کی ہدایات کو بلاچوں و چرا تسلیم کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ الحدید: ۲۸)

''اے ایمان والو تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلے پھرتے ہو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور و رحیم ہے''۔

پھر فرمایا کہ ''اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی'' (الصف) یہ بات بھی سمجھ لو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی ہرگز نہ کرنا ورنہ نقصان ہو گا یہ واقعہ یاد کرو کہ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ آل عمران: ۱۵۳)

''وہ وقت یاد کرو کہ جب تم چڑھے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی تو نہ دیکھتے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے

کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے سو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس
پاداش میں غم دیا بہ سبب غم دینے کے تاکہ تم مغموم نہ ہوا کرو
نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس چیز پر
جو تم پر مصیبت پڑے اللہ تعالیٰ خبر رکھتے ہیں''

سب سے زیادہ مومنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی تلقین کی گئی ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ

(سورۃ انفال: ۲۴)

''اے ایمان والو تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کو
بجالاؤ جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو تمہاری زندگی بخش
چیز کی طرف بلاتے ہیں''۔

مومنین سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ شیاطین لاکھ بہکائیں لیکن جب تمہارا دل نور ایمان سے منور ہوگا تو پھر شیاطین کے قریب بھی کیوں آتے ہو سورۃ انعام میں ارشاد ربانی ہے

''شیاطین لاکھ بہکائیں مومن کا دل جب نور ایمان سے منور ہو جاتا ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل صراط مستقیم سے نہیں ہٹ سکتا لیکن جو لوگ شیاطین کے فریب میں آ جاتے ہیں وہ حشر کے دن جمع کئے جائیں گے اور وہ حیلے بہانے کرنے کے باوجود جہنم میں ٹھکانے لگائے جائیں گے''

اس بارے میں متعدد آیات قرآنی موجود ہیں جن سے مومنین کو خبردار کیا گیا ہے اور انہیں ایمان کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب یہ مومن ایمان لا چکے اللہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب پر روز محشر پر۔ تو اصل مقصد یہ ہے کہ ایمان کی اصل متاع کیا ہے صراط مستقیم کیا ہے وہ کونسا راستہ ہے کہ جن پر مومنین چلیں گے تو فلاح پائیں گے اور وہ راستہ کس طرح ملے گا؟ کون صراط مستقیم پر چلائے گا؟ اس کے لئے اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا جن کی پیروی ہی دراصل دین ہے۔ ایمان ہے قرآن ہے اور راہ نجات ہے اسلام میں سب سے بڑی متاع اور ہدایت تربیت میں رکھی گئی ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

(سورۃ الفاتحہ: ۶،۵)

''راستہ دکھا ہمیں ان کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے''

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی دین اسلام ہے اتباع تربیت کے بغیر ناممکن ہے۔ یہی نظر کا کرشمہ تھا یہی صحبت کا فیض تھا کہ وہ لوگ دنیا کے لئے شمع ہدایت بن گئے۔ مشعل راہ بن گئے۔ جو بدوی تھے لاعلم تھے درندہ صفت تھے جنہیں کوئی شعور نہ تھا۔ دنیا کی کسی تہذیب سے واقف نہ تھے۔ چند حضرات صاحب علم بھی تھے لیکن حقیقت سے نا آشنا تھے وہ خرد کی گتھیوں میں الجھے ہوئے تھے۔ انہیں کسی کا فیض نصیب نہ تھا۔ تربیت نہ تھی نور ایمان سے منور نہ تھے۔ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے ان کو نور ایمان سے مالا مال کر دیا اور یہ اصحاب کرام رضوان اللہ اجمعین بن گئے۔ نجات دہندہ کہلائے انعمت علیہم کی منزل پر گامزن ہو گئے۔ ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے باری تعالیٰ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے تعلقات استوار کرنے کے سلیقے بتائے۔ آداب سکھائے انہیں قدم قدم یہ ہدایت فرمائی کہ خبردار تم لوگ ایسی شخصیت کے ساتھ منسلک ہو ایسی متاع بے بہا سے وابستہ ہو کہ جن کا میں خود احترام کرتا ہوں صرف میں ہی نہیں میرے فرشتے بھی درود و سلام بھیجتے ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر کوئی ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے تمہاری تمام نیکیاں برباد ہو جائیں اور تم اتنی مشقتوں کے باوجود بھی ناکام ہو جاؤ اور سب سے بڑی بات یہ بتائی گئی کہ جب تمہاری نیکیاں برباد ہوں گی تو تمہیں اس کا علم تک نہ ہوگا۔ خدارا ایسا کام ہرگز نہ کرو کہ جس سے تم مارے جاؤ اور سب سے بڑی ہدایت یہ ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور خاص بندے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو اسے ناراض نہ کرو ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔ اور جن سے میں ناراض ہوا ان کے متعلق تم

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ

(سورۃ انعام: ۱۱)

''دنیا کی سیر کرو اور دیکھو کہ ان کا حشر کیا ہوا جنہوں نے مجھے جھٹلایا''۔

کی طرف توجہ کرو۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھو تو آواز بلند نہ کرو کیونکہ بری آواز گدھے کی ہوتی ہے لہذا اپنی آواز دھیمی رکھو (سورۃ لقمان)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(سورۃ الحجرات: ۲ تا ۵)

''اے ایمان والو تم اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو اور ان سے ایسے کھل کر نہ بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں ان میں اکثر کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود باہر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا اور

اللہ غفور الرحیم ہے''۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ النور: ۶۲)

''جب ایسے موقع پر اپنے کسی کام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں اجازت دے دیا کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا (سورۃ النور: ۶۳)

''تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں سے کھسک جاتے ہیں'' کیونکہ ''جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے''۔ (الحجرات)

پھر فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورۃ الحجرات: ۱)

''اے ایمان والو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے''۔

یہ بھی فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احترام ہے ''اے ایمان والو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے

ایسے طور پر تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف کہنے سے کسی کا لحاظ نہیں کرتے اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ سے مانگو" (الاحزاب) ساتھ ہی یہ فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں خلل مت ڈالو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

(سورۃ انفال: ۲۷)

"اے ایمان والو تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں خلل مت ڈالو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے سلسلہ میں پھر مومنین کو ہدایت دی جا رہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ المجادلہ: ۱۲)

"اے ایمان والو جب تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے لگو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو مقدور ہو تو اللہ غفور و رحیم ہے"۔

پھر جن مومنین نے حکم عدولی کی

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۖ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ

(سورۃ المجادلہ: ۸)

"کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی

جن کو سرگوشی سے منع کیا گیا تھا پھر وہ وہی کرتے ہیں۔ جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور وہ لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لفظ سے دعا دیتے ہیں جس سے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا نہیں دی"۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

(سورۃ المجادلہ: ۹)

"اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے"۔

سورۃ الجمعہ میں رب تعالیٰ نے فرمایا "اور جب تجارت یا تماشا دیکھ پاتے ہیں تو ادھر لپک جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا ہوا پاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اللہ کے ہاں جو اجر ہے وہ تماشا اور تجارت سے بڑھ کر ہے" دراصل وہی مومن ہیں جو کہیں جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(سورۃ النور: ٦٢)

"اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے جمع کیا گیا ہے اور وہاں جانے کی ضرورت پڑتی ہے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت

نہ لیں نہیں جاتے جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں" وہی جواں مرد ہیں کہ جنہوں نے اللہ سے عہد کیا پھر اسے پورا کیا اور اپنی نذر پیش کر کے سرخرو ہوئے۔"

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

(سورۃ الاحزاب: ۲۳)

"اہل ایمان میں وہ جواں مرد ہیں جنہوں نے عہد پورا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا پس ان میں سے وہ بھی ہیں جو اپنی نذر پیش کر کے سرخرو ہو چکے ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جو منتظر ہیں کہ کب باری آئے اور وہ بھی اللہ کی راہ میں سر کٹا کر سبکدوش ہو جائیں بہرصورت انہوں نے اپنے موقف سے سرمو تبدیلی نہیں کی"

اللہ تعالیٰ ان مومنین کے تعاون پر کس قدر خوش ہوتے ہیں۔ سورۃ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ "اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں" یہی لوگ سچے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں۔

وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(سورۃ الحشر: ۸)

"اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں"۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(سورۃ اعراف: ۱۵۷)

"جو لوگ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں"۔

اور یہی غالب و کار آفرین ہیں کیونکہ یہ اللہ کے دوست ہیں

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ

(سورۃ مائدہ: ۵۶)

"اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایمان دار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی اور جانثاران اسلام اس قدر شہادت کے دیوانے تھے کہ ایک شخص دوسرے سے سبقت لے جانے کی سعی کرتا تھا اور جام شہادت نوش کرنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ یہ انسانی جبلت اور فطرت ہے کہ انسان کو اپنی جان بہت ہی عزیز ہوتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انسان نے اپنی جان کی خاطر کیا کچھ نہیں کیا؟ مگر اس دور میں جب کہ انسانیت زوال پذیر تھی انسان انسان کے درپے آزار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں میں محبت و اخوت کی داغ بیل ڈالی اور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے اس قدر شیدائی ہو گئے کہ جان قربان کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتے۔ جنگ بدر کے موقع پر ایک صحابی حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے جنگ بدر میں جانے دو اور تم مستورات کی خبر گیری کرو اور گھر کی حفاظت کرو تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو میں اپنے اوپر ترجیح دیتا لیکن یہ شہادت کا موقع ہے میں کیوں اس کو چھوڑوں؟ لہٰذا اس موقع پر قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ سعد رضی اللہ عنہ کے نام نکلا اور وہ

شریک جنگ ہوئے اور پھر شہید ہوئے باپ رہ گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کو شہادت حاصل کرنے کی آرزو تھی اور لوگ جوق در جوق جام شہادت نوش کرنے کے لئے مقابلتًا جاتے تھے اور پھر وہ راہ خدا میں شہید ہو جاتے تھے اور عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قطار میں کھڑے ہونے پر فخر کرتے تھے۔

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جن میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں انجیل میں قرآن میں وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے بری باتوں سے باز رہنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔" (سورۃ توبہ)

جنگ احد میں حضرت زیاد رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کی لاش میرے قریب لاؤ جب ان کو اٹھا کر لایا گیا تو ان کے اندر جان باقی تھی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر سر رکھ دیا اس حالت میں جان قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جنگِ احد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس لہولہان ہو گیا چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے اور نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں جانثاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا اور چاروں طرف سے تیر کھائے جا رہے تھے اور زخمی ہو رہے تھے اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر دعا تھی "اے میرے رب میری قوم کو بخش دے یہ جانتے نہیں" یہ الفاظ زبان سے نکلے کہ "وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کر دے" اس وقت بارگاہ رب العزت سے یہ آیت نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

(سورۃ آل عمران: ۱۲۸)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے"

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ

(سورۃ القلم: ۳۵)

"کیا ہم مسلمانوں کا حال مجرموں جیسا کریں؟"

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ

(سورۃ القلم: ۳۴)

"یقیناً متقیوں کیلئے ان کے رب کے یہاں جنت کی نعمتیں ہیں"۔

جو فرد بشر بھی قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ مورخین کی لکھی ہوئی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صحیح اور درست سیرت خود قرآن میں سے سمجھ سکتا ہے اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت بھی قرآن ہی میں دیکھ سکتا ہے۔ سورۃ حجرات آیت ۷ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا "لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں جڑ دیا ہے اور کفر سے بدکاری سے اور نافرمانی سے نفرت تمہارے دلوں میں ڈال دی ہے اور ایسے ہی لوگ راہ راست پر ہوتے ہیں" قرآن کا ارشاد ہے۔

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

(سورۃ التوبہ: ۱۱۷)

"یہ لوگ رسول اللہ کے ساتھ لگے رہے تنگی دشواری میں بھی"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ مومنین کے متعلق جگہ بہ جگہ تعریف فرمائی ہے ارشاد گرامی ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

(سورۃ الفتح: ۲۹)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز

ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب آپ صلی اللہ علیہ
وسلم ان کو دیکھیں کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے
ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ان کے آثار
بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں"۔

مومنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپس میں کس قدر قربت ہے؟

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ
(سورۃ الاحزاب: ۶)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے
بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں"۔

پھر یہ حضرات صدیق شہید بھی ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ
(سورۃ الحدید: ۱۹)

"اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق
اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا"۔

"اور جو اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے جنت تیار
کی گئی ہے جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہے" (الحدید) ایسے لوگ
کس طرح کفر کر سکتے ہیں کہ جن کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت
موجود ہو۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ
(سورۃ آل عمران: ۱۰۱)

"اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو جب کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے
احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور تم میں رسول صلی اللہ علیہ
وسلم موجود ہیں"۔

امت مسلمہ کس قدر عادل اور نیک ترین ہے کہ خود باری تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا
(سورۃ البقرہ: ۱۴۳)

"اور ہم نے تمہیں نیک ترین اور عادل ترین امت ہونے کا
درجہ عطا فرمایا تا کہ تم انسانوں کے لئے گواہی دینے والے ہو
اور تمہارے لئے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دینے والا
ہے"۔

مومنین کو ہدایت کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی اور مشغلہ میں نہ
دوڑو (سورۃ الجمعہ:۱۱) سورۃ الجمعہ آیت ۱۱ میں ہے "اور جس وقت کہ دیکھتے ہیں تجارت یا
مشغول کی چیز تو اس کی طرف دوڑتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر چلے
جاتے ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لانے پر گناہوں کی
بخشش ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰي مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ
(سورۃ محمد: ۲)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ
اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے
اور وہ ان کے پاس سے امر واقعی ہے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ
ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا"

پھر فرمایا "لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دے دی اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا
دیا اور کفر وفسق اور معصیت سے تمہیں بیزار کر دیا یہی لوگ راہ یاب ہیں اللہ کے فضل و
انعام سے فلاح پانے والے ہیں" (سورۃ الحجرات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر جو عبادت کرتے تھے ان کے ساتھ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی بھی تعریف کی گئی ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

(سورۃ المزمل: ۲۰)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والوں میں سے بعض آدمی دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔ اور رات دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور فرشتے بھی ساتھ ہی مومنین کو حکم ہوا کہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿﴾ (سورۃ الاحزاب: ۵۶)

"بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو اور سلام بھیجا کرو"

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿﴾ (سورۃ الاحزاب: ۴۳)

"وہ ایسا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے تم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت مہربان ہے"۔

کیونکہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ

(سورۃ البقرہ: ۱۶۵)

"جو ایمان لائے ہیں ان کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے"۔

ان مومنین کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ کر لیا کریں۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ

(سورۃ آل عمران: ۱۵۹)

"اپنے رفیقوں سے مشورہ ہر امور پر کر لیا کرو"

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

(سورۃ الشوریٰ: ۳۸)

"ان کے معاملات باہمی مشورہ سے انجام پاتے ہیں"

ان مومنین کے کردار پر جنت واجب قرار دی گئی۔ اہل بدر کے بارے میں فرمایا

"جو عمل بھی کرو مگر جنت تمہارے اوپر واجب ہے"

جب تک مومن رہو گے تو پھر ہر قوت پر غالب رہو گے لہذا غزوات میں بیدل نہ ہوں

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿﴾

(سورۃ آل عمران: ۱۳۹)

"اور دیکھو بیدل نہ ہونا اور نہ ہی کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے"۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿﴾

(سورۃ البینۃ: ۷)

"بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں"۔

ان اعمال اور دنیا کی عملی زندگی کے بعد قیامت میں کیا ہوگا اللہ تعالیٰ بانگ دہل فرماتے ہیں

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ

أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ التحریم: ۸)

"یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوانہ کرے گا ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے "اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کر دے اور ہم سے درگزر فرما تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

جب غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" (توبہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو مہاجرین وانصار میں ایسا رشتہ ہوگیا کہ ایک دوسرے پر مہربان تھے اور جان و مال قربان کرتے تھے جائیداد تک تقسیم کر دی جاتی تھی تو قرآن نے فرمایا "جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا وہ لوگ جنہوں نے لوگوں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں" (الانفال ۱۰)
"اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑا" (نحل)

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (سورۃ الحج: ۴۱)

"یہ وہ مومن لوگ ہیں جنہیں ہم زمین پر قبضہ دیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے اچھائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے"۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (سورۃ الصافات: ۱۷۱ تا ۱۷۳)

"ہماری بات اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے متعلق طے پا چکی

ہے کہ انہیں مدد مل کے رہے گی اور صرف ہمارا لشکر ہی غالب ہوا کرے گا"۔

ہر مقام اور ہر پہلو میں مومنین کا درجہ بلند تر ہے ذرا جہاد کے معاملہ میں قرآن ربانی ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح رب کائنات ان متبرک ہستیوں سے تعاون فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

(سورۃ الانفال: ۶۵، ۶۶)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو جنگ کی ترغیب دو اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے سو ہوں تو ایک ہزار پر غالب آئیں گے۔ کیونکہ وہ ایسی قوم ہیں جو سمجھتی نہیں اب اللہ نے تم سے رعایت کر دی ہے اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب آئیں گے اگر تم میں ہزار ہوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

پھر مومنین کو جہاد میں تلقین کی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (سورۃ الانفال: ۴۵)

"اے مومنین جب کسی گروہ سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا نام لیتے جاؤ تم انشاء اللہ کامیاب ہو گے"۔

ان بندوں کا ہر کردار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے فرماتے ہیں ''جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ آتے ہیں جو پسند کرتے ہیں اس کو خوب پاک وصاف رہیں اللہ پسند کرتا ہے خوب پاک صاف رہنے والوں کو'' (توبہ) یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرمست تھے انہیں اس مستی کی وجہ سے عروج نصیب ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات رضی اللہ عنہم پر نور کی ایسی بارشیں کیں کہ سارا جگ منور ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

''خدا کی تجلی قیامت کے دن تمام مخلوق پر عام ہو گی اور تجھ پر خاص ہو گی''۔

عاشق نے متاعِ ہستی کا سودا اس ذات سے کیا ہے جو احکم الحاکمین ہے کیا مجال کہ کوئی دوسرا مشتری اس مال پر دست درازی کرے۔ عاشق نے تو اپنا سرمایۂ حیات محبوب حقیقی کے قدموں میں نچھاور کر دیا ہے اس کی اپنی کوئی چیز ملک نہیں ہے اس کی کوئی منشا نہیں ہے اس کی اپنی کوئی آرزو نہیں ہے اور نہ ہی اس کی اپنی کوئی خواہش ہے وہ تو بانگ دہل کہتے ہیں کہ ''خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بس'' عشق کی کیفیت احساسات کے دیئے بجھنے نہیں دیتی عشق بیدار صلاحیتوں پر سوز دوام اور سرور مدام کے رنگین غلاف چڑھا دیتا ہے اس اعتبار سے جتنے بھی اخلاص فاضلہ ہیں ان کی تہذیب و تکمیل عشق سے ہوتی ہے۔ عشق اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کو بے دلیل و بے برہان از روئے جان تسلیم کر لیا جائے اور اس شان سے کہ کالبد خاکی روح کا مظہر اتم بن جائے۔ اور اس کے رگ و ریشہ سے بوئے جاں آنے لگے۔

اقبال فرماتے ہیں۔ ''اس دنیائے آب و گل میں جس قدر بھی وجود تھے وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اپنی کم مائیگی کی وجہ سے مٹی کا ڈھیر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس گرم نے مٹی سے آگ پیدا کی تو وہ سب آدمی بن گئے'' آگ سے صاف ظاہر ہے کہ عشق حق کی تعلیم دنیا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملی اور انسان اس وقت معرض وجود میں آئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں عشق حق کی

حرارت پیدا کر دی اور اسی عشق حق سے بے حقیقت ذرے اپنی خداداد قوتوں سے آگاہ ہو گئے اور انہوں نے اڑ کر چاند سورج کے دامن تھام لئے اور پھر اس مقام پر اقبال بارگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتجی ہیں ''عز و جلال والے خدا کی بارگاہ میں عرض کیجئے کہ میرا عشق حق عمل سے ہمکنار ہو خدا سے عرض کیجئے کہ مجھے عمل سے زیادہ استواری نصیب ہو میں ابر بہار کے پانی کا ایک قطرہ ہوں مگر مجھے گوہر کر دے''

دراصل عشق حق کے ساتھ عمل نہ ہو تو بے حقیقت بے سروپا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ الفاظ مومنین نے عمل سے ہی اس کائنات کو اپنے دوراہے پر گامزن کیا۔

یہ آسمان و زمین شمس و قمر شجر و حجر حتیٰ کہ ذات عالم صفات صلی اللہ علیہ وسلم تمام عشق کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں ان میں عشق ہی کی بدولت نظام قائم و دائم ہے۔ کائنات کے ذرہ ذرہ میں زندگی ہے یہ زندگی کسی سے وابستہ ہے زندگی مستعار ہے لیکن بندگی فرض ہے۔ قرآن میں صاف طور پر اس کا ذکر موجود ہے اس زندگی کی معراج میں البتہ تفاوت ضروری ہے۔ کائنات کی جملہ اشیاء روح ہی کے مظاہر ہیں اور روح کی حقیقت خدا ہے خدا سے روح کی دوری ہی دراصل روح کے اضطراب کا باعث ہے اور وہ اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے کے لئے ہر وقت بے تاب ہے۔

''ہر شے اپنی اصلیت کی طرف رجوع کرتی ہے''

اور یہ اضطراب بے چینی بھی عشق کا مرکزی نکتہ ہے۔ جسے سلجھانے کے لئے باری تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو تفویض کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مومن کا دل اللہ کا عرش ہے اس کا تعلق مومن کے ساتھ وابستہ رہتا ہے''

خلیفہ فی الارض نائب خدا نائب حق میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات حسن و جمال کے قبول کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم ہے اور تمام مخلوق سے زیادہ عطا ہوئی ہے اس لئے بہترین محبوب و مطلوب خدا بننے کا شرف حاصل ہے لیکن وہی انسان ہی اس شرف کو حاصل کرتا ہے جس کی عبادت ریاضت اور زندگی کی بنیادیں عشق حقیقی پر قائم ہوں جس کا مقصد محبوب کے حقیقی تقرب تک ہو۔ اقبال کہتے ہیں ''انسان ایک ایسی آگے بڑھنے والی روح ہے جو اپنے سفر کے دوران میں وجود کی ایک حالت سے دوسری حالت کی

طرف ترقی کرتی جاتی ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رفیق اعلیٰ کے احترام اور حسن سلوک کی ہدایت کرتے ہوئے سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا

(سورۃ البقرہ: ۱۰۴)

"اے ایمان والو تم راعنا مت کہا کرو انظرنا ہی کہہ دیا کرو اور اس کو اچھی طرح سن لو"۔

سورۃ بقرہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے یہود کی طرح کج بحثی نہ کرو اسلام کا شعار نہیں ہے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کی اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں اور مومنین کو خبردار کیا کہ وہ ایسے ذومعنی الفاظ استعمال نہ کیا کریں کہ جن سے دشمن دین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا کوئی پہلو نکالنے کا موقع میسر ہو لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اللہ کے محبوب اور اپنے آقا و مرسل کو متوجہ کرنے کے لئے راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور ہمہ تن گوش ہو کر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی سماعت کیا کرو۔

واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار سب کے لئے کھلا ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مومنین پر شفقت و رحمت فرماتے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری اقوام کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے۔ لیکن جب مومنین کے ساتھ یہود اور منافق حاضر ہوتے تو پھر وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالتے اکثر الفاظ اس قسم کے بولتے جو ذومعنی ہوتے اور کئی بار زیرلب الفاظ ایسے کہہ دیتے کہ ان کے اندر منافقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی۔ ظاہری آداب برقرار رکھتے ہوئے درپردہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے میں دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دوران گفتگو یہودیوں کو جب یہ کہنے کی ضرورت پیش آتی کہ ذرا ٹھہریئے ہمیں بات سمجھ لینے دیجئے یا رک جایئے تو لفظ راعنا کہتے اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ ذرا ہماری رعایت کیجئے یا بات سن لیجئے مگر اس میں کئی احتمال بھی تھے۔ مثلاً عبرانی زبان

میں اس سے ملتا جلتا لفظ جس کے معنی تھے سن تو بہرا ہو جائے عربی میں اس کے معنی صاحب دعوت اور جاہل احمق کے تھے دوران گفتگو ایسے موقع پر بولا جاتا تھا جب یہ کہنا ہو کہ تم ہماری بات سنو تو ہم تمہاری بات سنیں گے۔ اور ذرا زبان کو لچکا دے کر راعنا بنا لیا جاتا تھا جس کے معنی تھے اے ہمارے چرواہے اس لئے مومنین کو حکم دیا گیا کہ تم اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرو اور اس کے بجائے انظرنا کہا کرو یعنی ہماری طرف توجہ فرمایئے باری تعالیٰ فرماتے ہیں "توجہ سے بات کو سنو" مقصد یہ کہ یہودیوں کو تو بار بار یہ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آتی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر توجہ نہیں دیتے تھے اور دوران گفتگو اپنی باتیں زیادہ کرتے لہٰذا مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سننی چاہئیں تاکہ یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے کہ ہماری طرف توجہ دیجئے۔ اس تمام داستان اور بحث کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی مقام پر کسی پہلو اور کسی شبہ کنایہ اشارہ سے گستاخی نہ ہو قدم قدم پر احترام مدنظر رکھا جائے۔ یہودیوں کے اس کردار پر مسلمانوں کو تنبیہ کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمان بھی یہ الفاظ استعمال کرتے ہوں گے جس پر اللہ تعالیٰ کو ناراضی ہوئی اور آیات نازل فرمائیں۔

دراصل عرب کی تہذیب یہود و نصاریٰ کی تہذیب کی پیروکار تھی۔ عرب پر یہود کا اس قدر اثر تھا کہ انہیں کے قریش تلامذہ تھے اور یہود سے ہی علم و ادب کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت محسوس کی ہے کہ یہود و نصاریٰ سے الگ ہو جاؤ کیونکہ یہ اسلام کے دشمن ہیں درپردہ یہود عرب کی تہذیب و تمدن کا بیڑہ غرق کرنے پر تلے ہوئے تھے اور جب اسلام کا زور ہوا تو انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں باری تعالیٰ نے ان کی نشاندہی کی یہ لوگ منافق ہیں اور اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں ان سے بچ کر رہو اور تنبیہ بھی اس مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے تاکہ مسلمان یہود و نصاریٰ سے بچ کر رہیں۔ اور ہر مقام پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو ملحوظ خاطر رکھیں تاکہ یہود و نصاریٰ اور منافقین بھی اس بات پر خوشی کا

اظہار نہ کریں کہ مسلمان بھی ہمارے پیروکار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں کرتے۔ عرب کے لوگ جاہل اور ان پڑھ تھے۔ اور انسانیت کا شعور نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف فرما کر تہذیب وتمدن اور اخلاق کی تعلیم دی اور اس بے راہ رو قوم کو سربلند کیا جو دنیا کی متمدن قوموں پر چھا گئی۔ مومنین کی تعریف میں باری تعالیٰ سورۃ الدھر میں فرماتے ہیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

(سورۃ الدھر:۸)

''اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت سے غریب مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں''۔

باری تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے۔ سورۃ الممتحنہ میں فرمایا گیا

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ

(سورۃ الممتحنہ:۱۲)

''اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے''

سورۃ نساء میں ارشاد ہوتا ہے

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا

(النساء:۶۴)

''اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے''۔

مومنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی باعث رحمت اور عطائے رحیم ہے۔ سورۃ

الانفال میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان موجود ہوں اور انہیں عذاب دے'' مگر مومنین کے لئے آزمائش ضرور ہے کیونکہ سونا کٹھالی میں ہی کندن ہوتا ہے' سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا ''اور ہم ضرور خوف وخطر فاقہ کشی جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے انہیں خوشخبری دیدو ان پر رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راہ راست پر ہیں''۔

سورۃ الحجرات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں نگینے کی طرح جڑ دیا ہے اور کفر سے بدکاری سے اور نافرمانی سے نفرت ڈال دی ہے اور ایسے ہی لوگ راہ راست پر ہوتے ہیں'' سورۃ نمل میں ایسے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجا گیا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ

(سورۃ النمل:۵۹)

''فرما دیجئے حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور سلام اس کے بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا ہے آیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک بناتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ایسے برگزیدہ اور محبوب بندے بہت پسند ہیں قرآن میں بعض مقامات رب تعالیٰ پر فرماتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

(سورۃ البقرۃ:۱۹۵)

''بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ

(سورۃ المائدہ:۴۲)

''بے شک اللہ عدل وانصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

(سورۃ التوبہ: ۱۰۸)

''پاک صاف رہنے والوں طہارت والوں سے اللہ محبت کرتا ہے''۔

یعنی ان کے ہر فعل پر محبت کی جاتی ہے اور یہ جو کچھ بھی ہیں وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت اور محنت کا نتیجہ ہے کہ یہ حضرات رضی اللہ عنہم اپنے حسن عمل سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب و مکرم ہو گئے یہ سب کچھ فیضان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(سورۃ الاعراف: ۱۵۷)

''وہ ان کو نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں''۔

مقصد یہ کہ یہ حضرات کٹھالی سے نکل کر ہی کندن ہوئے ہیں۔ یہ سب تربیت کا فیض تھا کہ مومنین اکناف عالم میں چھا گئے۔ اور آج تک ان کا شہرہ اکناف عالم میں ہے۔

منافقین

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں جہاں تک تعریف و توصیف کا تعلق ہے وہاں سیرت کے دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور شان و شوکت مراتب عالیہ نور بصیرت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین دشمنان رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین اور منافقین کے کردار اور اعمال کو بھی واشگاف کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انہوں نے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن عالیہ کو نقصان پہنچانے پر کمربستہ رہے۔

ازروئے قرآن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کو منافقین نے جس قدر نقصان پہنچایا وہ کفار و مشرکین نے بھی نہیں پہنچایا مکی سورتوں میں کثرت سے مشرکین کا ذکر ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اس وقت اسلام کو تقویت مل چکی تھی تو کفار مکہ اور مشرکین نے منافقت کا روپ اختیار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو نقصان پہنچانے کی کوششیں شروع کر دیں تاکہ اسلام کے اندر رخنہ اندازی کر کے اسے ختم کیا جائے۔ اسلام کو اس روش اور ذلیل حرکت سے جس قدر تکلیف پہنچی اس پر قرآن نے بڑی وضاحت فرمائی ہے لہٰذا مدنی سورتوں میں منافقین کا بار بار ذکر کیا گیا ہے یہ لوگ جنہوں نے ذاتی گرامی صفات محبوب الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے ہوئے نمازیں پنجگانہ ادا کرتے ہوئے روزے رکھتے ہوئے اور فرائض دین بجا لاتے ہوئے بھی اسلام کو زبردست دھچکا لگایا یہ لوگ اطاعت گزاری

کے دعویدار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان پر لبیک کہتے تھے لیکن زبانی اقرار پر قلبی انکار غالب تھا۔ ان کے دل بالکل میڑھے تھے انہوں نے خود کو مومنین کی صفوں میں کھڑا کرنے کے دعوے کئے لیکن قرآن نے ان کی قلعی کھول کر رکھ دی۔

انہوں نے درپردہ جو سازشیں کیں قرآن کی اصطلاح میں انہیں منافقین کا لقب دیا گیا ہے قرآن نے براہ راست اس طبقہ کو منافقین کہہ دیا ہے اس گروہ میں خواتین نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے قرآن نے انہیں منافقات کہا ہے اور ان کا ذکر آغاز قرآن یعنی سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع سے شروع ہو جاتا ہے۔ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے'' کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور روز جزاء پر حالانکہ وہ ذرا بھر بھی نہیں صاحب ایمان'' اسی سورۃ میں فرمان الٰہی ہے'' یہ دھوکا دے رہے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو حالانکہ کوئی بھی ان سے دھوکہ نہیں کھا رہا سو وہ اپنے نفس کے رویہ کا بھی ادراک نہیں رکھتے'' منافقین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بہت نقصان پہنچایا اور قدم قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ کیا غلط افواہیں پھیلائیں' اور ناسور کی طرح مجلس میں بیٹھ کر اسلام کے جسم کو نقصان پہنچایا قرآن ان کے اس فعل کو مرض قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ ان کو بیماری تھی۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے'' ان کے دلوں کے اندر بیماری ہے اور اللہ نے ان کے مرض کو اور ترقی دی ہے انہیں عذاب دردناک ہونا ہے اپنے اس جھوٹ پر'' منافقانہ ردعمل سے قدرتی طور پر اللہ کی اس سرزمین پر بغض وعناد شر و فساد اور بگاڑ پھیلے تو ان سے جب قرآن شکوہ کرتا ہے تو وہ اپنی صفائی دیتے ہیں اور تردید کرتے ہوئے خود کو پاک و منزہ قرار دیتے ہیں اس مقام پر قرآن میں باری تعالیٰ جل شانہ ناراض ہو کر فرماتے ہیں '' اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر بگاڑ مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں واہ ہم تو بناؤ پیدا کرنے والے ہیں خوب سن لو کہ مفسد یہی لوگ ہیں اور یہ اس کی بھی خبر نہیں رکھتے'' (بقرہ) ان کی بڑی صفت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی والا صفات کی صحبت میں رہتے اور مومنوں سے ملتے تو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہر بات پر لبیک

کہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے اور جب اپنے ساتھیوں اور دشمنان اسلام کے ساتھ مل کر بیٹھتے تو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور کہتے کہ ہم تو ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور بنا رہے ہیں قرآن کہتا ہے کہ یہ بیچارے کسی کو کیا بنائیں گے بلکہ یہ خود بن رہے ہیں اور اپنے کردار کی دلدل میں خود دھنسے جا رہے ہیں قرآن کریم نے ان آیات میں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ البقرۃ: ۸)

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

(سورۃ البقرۃ: ۹)

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (سورۃ البقرۃ: ۱۰)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (سورۃ البقرۃ: ۱۱۔۱۲)

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا (سورۃ التوبہ: ۷۴)

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (سورۃ التوبہ: ۶۲)

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ (سورۃ التوبہ: ۵۶)

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ

(سورۃ التوبہ: ۶۱)

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ

(سورۃ التوبہ: ۶۴)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ

(سورۃ التوبہ: ٦٥)

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ۝

(سورۃ التوبہ: ٦٥۔٦٦)

گمراہیوں سازشوں کے رویوں کی تمثیلیں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں اس طبقہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ باتوں باتوں میں بے تحاشا کفر و انکار کے کلمے کہہ جاتے تھے جب گرفت ہوتی تو فوراً انکار کر دیتے' اور خود کو اسلام کا بڑا بھاری وفا شعار گردانتے تھے سورۃ توبہ میں ہے "یہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی تھی حالانکہ انہوں نے یقیناً کفر کی بات کہی تھی اور اپنے اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی"

اس آیت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے کسی خاص مقصد کی خاطر یہ تمام کارستانیاں کی تھیں لیکن وہ مقصد پورا نہ ہو سکا یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے اور مقدس اور مطہر ہستی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قسمیں کھا کر انہیں راضی کرنے کی سعی کرتے تھے مگر اس کوشش میں کامیابی دشوار تھی کیونکہ ان میں صداقت کا شائبہ تک نہ تھا لہٰذا سورۃ توبہ میں فرمایا گیا "یہ لوگ تم مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو راضی کر لیں جس میں مال و جاں محفوظ رہے حالانکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں" "اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کریں کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے"۔

یہ درست ہے کہ ان لوگوں نے قسمیں کھا کر مسلمانوں کو تسلی دینے کی کوشش کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بھی تشفی دینے میں کوئی فرق نہ کیا لیکن رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ہر مقام پر منافقین کو بے نقاب کیا اور ان کی اس پردہ کشی سے ان کو نقصان عظیم ہوا ہے اور جہنم کی بشارت ہے سورۃ توبہ میں ذکر ہے "یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں یہ لوگ بزدل ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لانا تو بڑی بات تھی اس کے برعکس یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کرتے اور اذیت بھی پہنچاتے تھے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ "انہیں میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کان کے کچے ہیں (سورۃ توبہ) اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کس انداز سے بیان فرمایا ہے۔ کہ حقیقت میں اللہ ہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ہے ان لوگوں کو کیا علم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رسول ہیں' جناب باری تعالیٰ نے جس انداز سے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اس سے منافقین کے منہ پر تھپڑ مارا ہے یہ الگ بات ہے کہ ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی گواہی سے ان کی پردہ داری کو بھی سخت دھچکا لگا ہے لہٰذا یہ لوگ ہر وقت اس پردہ کشائی سے ڈرتے تھے۔ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے "یہ لوگ اس سے اندیشہ کرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں پر نہ کوئی ایسی سورۃ نازل ہو جائے جو ان کو منافقین کے مافی الضمیر پر مطلع کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے کہ اچھا تم استہزا کرتے رہو بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس سے تم اندیشہ کرتے تھے۔ (سورۃ توبہ) یہ بات بھی ساتھ ذکر فرمائی "اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھیں تو کہہ دیں گے کہ یہ تو ہم محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے ہیں" (توبہ)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے "تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجیے کہ اچھا تو تمہارا استہزا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اب کوئی عذر پیش مت کرو تم تو اپنے کو مومن کہلانے کے بعد کفر کرنے لگے تم میں ایک گروہ کو چھوڑ بھی دیں تو ایک گروہ کو ضرور سزا دیں گے اس لئے

کہ وہ مجرم ہیں۔ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (سورۃ التوبہ: ۵۰) "اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا اور وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں"

جو فرد بشر مخلص نہیں ہوتا اور اس کا دل ذلالت اور کدورتوں سے پاک وصاف نہیں ہوتا تو مختلف حیلے بہانے کرتا ہے اور آزمائش وامتحان کے وقت بدحواس ہو جاتا ہے اس منظر کو اللہ تعالیٰ نے پیش کیا ہے کہ ان پر کیسی بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے ان کو بڑی چڑ جہاد کے احکام سن کر ہوتی اور ان کی جان سوکھ جاتی اس منظر کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ (سورۃ محمد: ۲۰) "جب کوئی سورۃ صاف صاف نازل ہوتی ہے اور اس میں ذکر جہاد کا بھی ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں کہ جیسے ان پر موت کی بے ہوشی طاری ہو گئی ہے عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے"

جب ان کے اسرار فاش ہو جاتے ہیں تو فرماتے ہیں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ (سورۃ محمد: ۲۶)

"اللہ خوب جانتا ہے ان کی خفیہ باتوں کو"

ان پر انتہائی تکلیف اور بدحواسی اس وقت طاری ہوتی ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان سے انہیں اس قسم کے پروانے وصول ہوتے ہیں۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ

(سورۃ محمد: ۳۰،۲۹)

"جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا اور اگر ہماری مشیت یہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا پورا پتہ بھی بتا دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے حلئے سے پہچان لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طرز کلام سے پہچان لیں گے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قرآن ان کا حلیہ پیش کرتا ہے تاکہ ان کی پہچان ہو جائے۔

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ

(سورۃ المنافقون: ۴)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھیں تو ان کے قد وقامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سننے لگیں گے"۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

(سورۃ المنافقون: ۱)

"جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن اللہ اس کی بھی گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین پکے جھوٹے ہیں۔"

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۃ المنافقون:۲)

"ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور یہ لوگ اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں بے شک بہت ہی برے ہیں ان کے اعمال جو وہ کر رہے ہیں"۔

اسی طرح رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (سورۃ المجادلہ:۱۶)

"ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پھر اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں تو ان کے لئے عذاب ہے ذلت والا"

لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (سورۃ المجادلہ:۱۷)

"ان کے مال اور ان کی اولاد انہیں اللہ سے ذرا نہ بچا سکیں گے' یہ لوگ دوزخ والے ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ

(سورۃ المنافقون:۳)

"یہ سب اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے' سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو یہ سمجھتے بوجھتے نہیں"

ان کی دوستی یہودیوں سے ہے' اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۃ المجادلہ:۱۴۔۱۵)

"کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر نظر نہیں کی جو ایسی قوم سے دوستی کئے ہوئے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہے۔ ایسے لوگ نہ تمہیں میں ہیں نہ انہیں میں۔ جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں اور اسے جانتے بھی ہوتے ہیں اللہ نے ان کے لئے عذاب شدید تیار رکھا ہے۔ بے شک بہت ہی برے ہیں جو اعمال وہ کرتے ہیں"۔

منافقین کی عملی کیفیت یہ تھی کہ مالدار لوگ مسلمانوں کو ترغیب دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو کیونکہ یہ مال اور اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خود بکھر جائیں گے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ کے لئے بندوں کے محتاج تھے قرآن نے ان الفاظ میں اظہار فرمایا ہے

هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى یَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝

(سورۃ المنافقون:۷)

"یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے۔ حالانکہ اللہ ہی کے ہیں سارے خزانے آسمانوں اور زمین کے البتہ منافقین اسے سمجھتے نہیں"۔

یہ خیال بھی رکھتے تھے کہ

یَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ المنافقون:۸)

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ واپس گئے تو عزت

والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ حالانکہ عزت اللہ
کی ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مومنین کی
البتہ منافقین اسے جانتے بوجھتے نہیں''۔

سب سے بڑھ کر جامع واکمل حیرت انگیز مرقع سورۃ الحدید میں پیش کیا گیا ہے۔

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ
قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ
بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ
يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ
وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ
غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

(سورۃ الحدید:۱۳-۱۵)

''جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حاصل کرلیں انہیں جواب ملے گا کہ لوٹ جاؤ' اپنے پیچھے کی طرف پھر روشنی تلاش کرو اس کے بعد انکے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندرونی طرف رحمت ہوگی اور بیرونی طرف عذاب منافقین (اب) مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ (جواب) دیں گے کہ تھے تو بے شک تم نے خود ہی اپنے کو گمراہی میں پھنسا لیا تھا اور تم منتظر رہتے تھے اور تمہاری بیہودہ آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ تم پر اللہ کا حکم آ پہنچا

اور تم کو اس بڑے فریب نے اللہ کے بارے میں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا غرض آج تم سے کوئی فدیہ نہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے وہی تمہاری رفیق ہے اور کیا ہی برا ٹھکانا ہے''۔

منافقین کے ساتھ سخت سلوک کی ودیعت

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (سورۃ التحریم:۹)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور منافقین سے جہاد کرو ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے''

قرآن کے بارے میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ
وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل:۸۲)

''ہم نے یہ قرآن نازل کیا اس میں مومنین کے لئے شفاء ہے اور ظالموں کے لئے خسارہ ہے۔''

قرآن مجید منافقین اور مشرکین کو ظالمین کے لقب سے نوازتا ہے یہاں تک اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورۃ لقمان:۱۳) شرک عظیم ظلم ہے۔ کہا گیا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جو منافقین اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اپنا کردار ادا کر رہے تھے انہیں اپنی راز داری پر ناز تھا کہ ان کے راز چھپے رہیں گے مگر قرآن نے ان کے اس زعم باطل کو چاک کر دیا

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

(سورۃ التوبہ:۷۸)

”کیا انہیں اس کی خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز اور سرگوشی ان کی سب معلوم ہے اور اللہ غیب کی سب باتوں کو جانتا ہے۔“

منافقین کی ریاکاری کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے ایک مسجد تعمیر کی یہ مسجد بظاہر ذکر الٰہی اور نماز کیلئے تیار کی گئی تھی لیکن در پردہ ان کا مقصد تھا کہ اس پلیٹ فارم پر جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف سازش کریں گے اور اسلام کے خلاف سازشیں مرتب کریں گے اور مسلمانوں کی بربادی کے منصوبے تیار کریں گے مگر قرآن نے ان کا پول کھول دیا رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّھُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ (سورۃ التوبہ:۱۰۷-۱۰۸)

”اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے مسجد اس غرض سے بنائی کہ اس کے ذریعہ ضرر پہنچائیں اور کفر پھیلائیں اور مومنین میں پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کو اس میں پناہ دیں جو اس کے قبل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہے اور یہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم تو بجز بھلائی اور کوئی نیت ہی نہیں رکھتے اللہ گواہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں کھڑے بھی نہ ہوں“۔

یہ بات ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب ہوتی ہے قرآن اس کی اہمیت و ماہیت بتا چکا ہے لیکن قرآن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر تصریح کر دی ہے کہ ان منافقین کے لئے دعائے مغفرت کام نہ دے گی خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستر (70) بار بھی کریں۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ

(سورۃ التوبہ:۸۰)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے استغفار اگر ستر بار بھی کریں تو بھی اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا“۔

ان کی منافقانہ کارروائیوں اور اسلام کے خلاف حیلہ طرازیوں چالبازیوں کا ذکر غزوات میں بھی آیا ہے چونکہ غزوات آزمائش و ابتلا کا وقت تھا لہٰذا منافقین نے کئی حیلے بہانے کر کے غزوات سے انحراف کیا اور مکارانہ چالوں میں لگے رہے اگرچہ ان میں سے کئی لوگ شریک بھی ہوئے تو انہوں نے فوج میں بددلی پیدا کی اختلاف و نفاق کا بیج بویا عین وقت پر ہتھیار ڈال دیئے دشمن سے سازباز کی اور اپنے رازوں پر مطلع کر دیں اس قبیل کے جرائم کئے۔ جو فوجی نقطہ نظر اور میدان جنگ کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ غزوہ حنین میں بھگدڑ مچا کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

قرآن کریم نے ان پر جو فرد جرم لگائی ہے وہ اس سے زیادہ وسعت رکھتی ہے ان کا پھیلا ہوا بگاڑ ساری اجتماعی زندگی تک محیط ہو چکا تھا۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (سورۃ التوبہ:۶۷)

”یہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک سے ہیں۔ تعلیم دیتے ہیں بری باتوں کی اور باز رکھتے ہیں اچھی باتوں سے“۔

ان کا ذکر عام بداخلاقی و بدکاری پر ہے۔ جس کا نتیجہ بھی قرآن پیش کرتا ہے

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(سورۃ التوبہ:۶۷)

”یہ اللہ کو بھلا بیٹھے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا ہے فاسق

لوگ یہی منافقین تو ہیں''

ان حالات میں یہ بات سامنے آ گئی کہ ان لوگوں کا ذکر کافروں مشرکوں کے ساتھ آیا ہے اور ان کے انجام کا شریک ان کو بھی گردانا گیا ہے حالانکہ بظاہر یہ لوگ مسلمان تھے ہمیں ان کے انجام سے سبق حاصل کرنا چاہئے اگر ہم اپنے کردار و اعمال پر توجہ کریں تو کیا ہمارا حال ان سے مختلف ہے؟

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ

(سورۃ التوبہ:۶۸)

''اللہ نے عہد کر رکھا ہے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لئے کافی ہے اور اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا اور ان کا عذاب دائمی ہے''۔

یہ بھی فرمایا

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ

(سورۃ الاحزاب:۴۸)

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے اور ان کی طرف سے اذیت پہنچے تو اس کی پروانہ کیجئے''۔

اس آیت میں ودع اذاھم کا تعلق کافروں اور منافقین سے صاف ہے مقصد یہ کہ جس قدر کافر و منکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے اور اذیت دیتے تھے اسی طرح ان منافقین نے بھی دی، وران سے کچھ کم اذیت نہ تھی یہاں تک کہہ دیا گیا کہ اللہ کے ساتھ بدگمانی رکھنے کی سزا ان دونوں کو ملے گی۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (سورۃ الفتح:۶)

''تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں مشرک عورتوں کو جو اللہ کے ساتھ برے برے گمان کرتے ہیں''۔

اسی طرح سورۃ احزاب میں بھی ذکر ہے

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ (سورۃ الاحزاب:۷۳)

''انجام یہ ہوا کہ اللہ عذاب دے گا منافق مردوں اور منافق عورتوں مشرک مردوں و مشرک عورتوں کو''۔

ان کا جرم تو یہی تھا دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور تھا' یعنی

''اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں بالکل نہیں ہیں''۔

اس طبقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اذیت دی ان کو نقصان پہنچایا اور ان کے خلاف درپردہ سازشیں کیں ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی بیخ کنی کی گئی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے ان جرائم کی پاداش میں ان کے خلاف جہاد کیا جائے اور ان کو بھی کفار کی صف میں کھڑا کر کے سختی کی جائے۔ اور کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے کیونکہ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

(سورۃ التحریم:۹)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے''۔

یہ لوگ مدینہ منورہ میں مسلمان باشندوں کی دشمنی میں مصروف رہے اور غلط افواہیں پھیلاتے تھے۔ قرآن نے اس سیاق وسباق کا ذکر کر کے ان کی سزائیں بھی عبرت ناک

تجویز کی ہیں اور شہر کی فضا کو پاک وصاف کرنے کے لئے انہیں مارنے کی ترغیب دی گئی ہے دراصل امن عامہ اور حفظ ما تقدم کے لئے انتظامات کیے اگر یہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے مدینہ میں افواہیں پھیلاتے ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر یہ لوگ شہر میں رہ نہ پائیں گے پس جہاں کہیں مل گئے تو انہیں پکڑو اور مارو ٹکڑے کر دو چونکہ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض نفاق کا مقابلہ کرنا پڑا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں ہی یہ سورۃ نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ
لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (سورۃ التوبہ:۱۰۱)

''اور مدینہ والوں میں سے نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں''۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ
(سورۃ التوبہ:۱۰۱)

''ہم ان کو دو دو بار سزائیں دیں گے۔ اور انہیں بھیجیں گے عذاب عظیم کی طرف''۔

مدینہ شہر کے علاوہ دیہات میں اور گردونواح میں بھی منافق رہتے تھے

مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ
(سورۃ التوبہ:۱۰۱)

''اور یہ جو تمہارے گرد و پیش دیہاتی ہیں ان میں بھی کچھ منافق ہیں''۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا (سورۃ التوبہ:۹۷)

''یہ دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت ہی سخت ہیں''

جب غریب اور مفلس مسلمان باہر بازاروں میں نکلتے تھے تو منافقین اور کفار طنز کرتے اور تمسخر کرتے وہ بیچارے کیا جواب دیتے ان کی طرف سے باری تعالیٰ جواب فرماتے ہیں۔

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
(سورۃ التوبہ:۷۹)

''یہ ان سے مسخرہ پن کرتے ہیں اللہ ان کے مسخرہ پن کو ان پر الٹ دے گا اور ان کے لئے عذاب دردناک رکھا ہوا ہے''۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ
اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ
فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ
مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ
بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝
(سورۃ التوبہ:۷۵-۷۷)

''ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو عطا کر دیا تو ہم خوب خیرات کریں گے اور خوب نیک کام کریں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا تو وہ اس میں بخل کرنے اور روگردانی کرنے لگے وہ تھے ہی بات سے پھر جانے والے سو اللہ نے اس کی سزا میں انکے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا جو اللہ کے یہاں جانے کے دن تک ان میں رکھے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ خلافی کی اور اس لئے کہ جھوٹ بولتے رہے تھے''

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی قوم یا افراد میں نفاق کا پایا جانا اس کے لئے تباہی کا باعث

اور عذاب الٰہی کے مترادف ہے جب کوئی قوم اللہ کے احکام کی روگردانی کرے اور وعدہ خلافی کرتی ہے تو ان میں نفاق کی بیماری پھیل جاتی ہے۔ موجودہ دور میں یہ بیماری عام ہے اور ہر فرد بشر اس مرض میں مبتلا ہے صاف ظاہر ہے کہ ہم پر اللہ کا عذاب نازل ہو رہا ہے قرآن نے بار بار منافقین کے زعم باطل کو توڑا ہے اور انہیں یاد دلایا ہے کہ ان کا سابقہ خدائے برحق سے ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ
وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

(سورۃ التوبہ:۷۸)

''کیا انہیں اس کی خبر نہیں ہے کہ اللہ کو ان کے دل کا راز اور سرگوشی ان کی سب معلوم ہے اور اللہ غیب کی ساری باتوں کو جانتا ہے''۔

یہ لوگ مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہوئے مشورہ دیتے ہیں۔

قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ
اَشَدُّ حَرًّا ۗ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا
كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

(سورۃ التوبہ:۸۱-۸۲)

''کہنے لگے کہ تم لوگ گرمی میں نہ نکلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ اس سے کہیں بڑھ کر گرم ہے کاش یہ اتنا سمجھتے یہ لوگ تھوڑے دن ہنس لیں اور بہت دن روتے رہیں اپنے اپنے کرتوتوں کے بدلے میں''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی رحمت للعالمین اور انسانوں کی فلاح کا سرچشمہ ہے جس کسی کے لئے دعا کریں یقیناً مستجاب ہوتی ہے۔ لیکن منافقین کے لئے دعا روک دی گئی ہے۔

لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

(سورۃ: التوبہ:۸۴)

''اور ان میں کوئی مر جائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئیے اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہو جایئے'' تا کہ کہیں بخشش کا ذریعہ نہ بن جائے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار و منافقین کا کہنا نہ مانئے بلکہ سختی کیجئے!

جب کفار سے دشمنی پیدا ہوگئی اور عداوت شرع ہوگئی اور کفار و منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے کئی طریقے اختیار کئے تو اس وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں تو ان سے کسی مقام پر کسی بات پر صلح نہ کیجئے ان کا کہنا نہ مانئے بلکہ ان پر سختی کیجئے۔ اور ان سے کسی قسم کی توقع نہ رکھئے کیونکہ وہ الگ ہیں اور مومنین الگ ہیں نہ ان کی رشتہ داریاں اب کام آئیں گی اور نہ ہی ہمسائیگی چلے گی یہ لوگ دوزخی ہیں اور مومن بہشت بریں کے مالک ہیں۔ یہاں بھی الگ اور آخرت میں بھی الگ ہوں گے۔ باری تعالیٰ نے کفار و منافقین سے کسی قسم کی رعایت نہ کرنے کا اعلان کر دیا کہ کھل کر سامنے آ جائیں منافقین کی منافقت بھی سرعام ہو جائے۔ ذرا ارشاد ربانی ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح ضابطہ حیات مقرر کیا جا رہا ہے ہادی برحق رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طبقہ پر کسی قسم کی رعایت نہ کرنے کی ہدایت دی جا رہی ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (سورۃ الذاریات:۵۴)

''سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات نہ کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا الزام نہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت عطا کر کے احسان کیا گیا ہے جب کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل یہ علم ہی نہ تھا کہ نبوت مل جائے گی۔ تو پھر کافروں پر نظر کرم کیوں کرتے ہو۔ سورۃ القصص میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ
اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝
(سورۃ القصص:۸۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ہونے سے قبل یہ توقع ہی نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل کی جائیگی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی رحمت سے اس کا نزول ہوا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کی ذرا بھی تائید و تکریم نہ کیجئے''۔

بات دراصل یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کا کہنا مانتے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے راہ کر دیں گے۔ سورۃ انعام میں یوں ارشاد ہوتا ہے

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
(سورۃ الانعام:۱۱۶)

''اور دنیا میں زیادہ تر لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے''۔

صرف یہ بات بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار و منافقین کا کہنا نہ مانیں بلکہ مومنین صحیح ہے کہنا بھی نہ مانیں کیونکہ مومنین کو مضرت پہنچے گی۔ اور مومنین بھی نقصان میں رہیں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کسی مشورہ کی محتاج نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اطاعت ضروری ہے سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ
لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ (سورۃ الحجرات:۷)

''اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بہت

ہی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مان
جائیں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان
کی محبت سے سرفراز کیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں
مرغوب کر دیا ہے"۔

سورۃ احزاب میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ

(سورۃ الاحزاب:۱)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اور کافروں
منافقوں کا کہنا نہ مانئے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا رخ پھیر دیں تو ان کو قیمت معلوم ہو جائے گی۔ سورۃ الزخرف
میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

(سورۃ الزخرف:۸۹)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے منہ پھیر لیجئے اور سلام کہہ دیجئے
کہ تم کو ابھی معلوم ہو جائے گا۔ (یعنی اپنی وقعت کا اندازہ)"۔

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا
إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا وَلَوْلَا
أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۷۳-۷۴)

"اور یہ (کافر) لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز سے
بچانے ہی لگے جو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے
ذریعہ سے بھیجی ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوا
ہماری طرف غلط بات کی نسبت کر دیں اور ایسی حالت میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے"

دراصل بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ و جدل کیوں نہیں کرتے سورۃ
توبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ
الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ

(سورۃ التوبہ:۱۳)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے
جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم سے پہلے چھیڑ نکالی کیا ان سے ڈرتے ہو؟"

سورۃ التحریم میں پھر فرمایا

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

(سورۃ التحریم:۹)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے اور منافقین سے جہاد کیجئے
اور ان پر سختی کیجئے"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان کفار و منافقین پر سختی کرو جہاد کرو اور ان کا کہنا نہ مانو یہ لوگ
اس لئے غلط ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا حسن سلوک اچھا نہیں
ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو و درگزر اور رحم و کرم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراضی کا
اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ
وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

(سورۃ التوبہ:۱۱۳)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مومنین کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔''

جب ہم نے ان لوگوں کے لئے دوزخ مقرر کر رکھی ہے تو پھر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں چاہئے کہ وہ ان پر رحم و کرم کریں یا نرم رویہ اختیار کریں۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا

(سورۃ الفتح:۱۳)

''اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے''۔''لہٰذا ان پر التفات نہ کیجئے''۔(توبہ)

اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

(سورۃ التوبہ:۸۴)

''اور ان میں سے کوئی اگر مر جائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہو جایئے'' کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے۔

جب منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی فوت ہوگیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پر جانے لگے تو سورۃ توبہ میں یہ فرمایا

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

(سورۃ التوبہ:۸۰)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی

استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا''۔

اسی سورۃ توبہ میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (سورۃ التوبہ:۱۰۷-۱۰۸)

''اور بعض ایسے ہیں کہ جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ اسلام کو ضرر پہنچائیں اور اس میں بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے قبل سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کبھی (نماز کیلئے) کھڑے نہ ہوں''۔

سورۃ یونس میں یوں فرمایا

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ

(سورۃ یونس:۴۱)

''اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا' تم میرے کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جوابدہ نہیں ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیجئے''۔

سورۃ انفال میں کفار کے متعلق یوں فرمایا گیا ہے

فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

(سورۃ الانفال:۱۳)

''میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا' کافروں کی گردنیں مارو اور پور پور پر مارو یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی ہے۔''

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو ذلت ہوگی

مشرکین و منافقین کے لئے قرآن مجید میں جہنم کی وعید دی گئی ہے لیکن دنیائے دوں میں بھی ذلت و رسوائی کی وعید دی گئی ہے۔ بلاشبہ جو فرد بشر باری تعالیٰ کو بلاشرکت غیرے تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی ذات رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہے وہ عذاب دردناک کا مستحق ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس دنیائے ناپائیدار میں جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دی گئیں ان کی مثال ناپید ہے لہٰذا باری تعالیٰ نے دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دردناک عذاب کی خبر دی ہے۔ سورۃ المجادلہ میں ارشاد ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

(سورۃ المجادلہ:۵)

''جو لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے قبل لوگ ذلیل ہوئے''

سورۃ توبہ میں یوں ذکر ہے

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(سورۃ التوبہ:۶۱)

''جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں ان کے لئے عذاب دردناک ہے''۔

سورۃ المجادلہ میں فرمایا گیا

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ

(سورۃ المجادلہ: ۲۰)

''جو لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں''۔

سورۃ مائدہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے بارے میں فرمایا گیا ہے

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

(سورۃ المائدہ: ۳۳)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دئے جائیں یا زمین سے نکال دیے جائیں یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا''۔

سورۃ توبہ میں فرماتے ہیں

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا

(سورۃ التوبہ: ۶۳)

''یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں اگر یہ لوگ سچے

مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔''

سورۃ انفال میں بھی مخالفین کی سزا کا اعلان ہوا ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

(سورۃ الانفال: ۱۳)

''یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالف کی اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔''

مقصد یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اور ایذا پہنچانے والوں کے لئے جہنم کی سزا مسلّم ہو چکی ہے یہ اعلان عام کر دیا گیا ہے کہ ان کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔ سورۃ احزاب میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

(سورۃ الاحزاب: ۵۷)

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

باری تعالیٰ کی ذات گرامی جبار قہار بھی ہے جو کفار منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تدبیریں سوچتے تھے ان کے لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ فکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی فکر کرتا ہے سورۃ انفال میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ

(سورۃ الانفال:۳۰)

''جب کافر لوگ تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کریں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلاوطن کریں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ بڑی تدبیر اللہ کی ہے''۔

سورۃ توبہ میں یوں فرمایا گیا

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(سورۃ التوبہ:۶۱)

''ان میں بعض ایسے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات کان لگا کر سن لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کان لگا کر وہ بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے۔ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین اس کا یقین کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں تو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی''۔

یہ ذلت آمیز کردار ہر زمانے میں ہوتا چلا آیا ہے۔ سورۃ انعام میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا

(سورۃ الانعام:۱۱۳)

''اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے کچھ انسان کچھ جن' جن میں سے بعض دوسروں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے کہ ان کو دھوکہ میں ڈالیں''۔

اسی سورۃ میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ

(سورۃ الانعام:۱۴۷)

''پھر یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میرا رب بڑی رحمت والا ہے''۔

اور اللہ کا عذاب مجرم لوگوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین سے ہرگز نہ ٹلے گا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ازلی دشمن ابولہب

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ (سورۃ لھب: ۱-۵)

''ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا ضرور وہ عنقریب شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی بھی لگائی بجھائی کرنے والی جو لکڑیوں کا بوجھ سر پر لئے پھرتی ہے اس کی گردن میں مونج کی رسی ہو گی''۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام لے کر منظر عام پر جلوہ گر ہوئے تو قریش مکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پڑا قریش مکہ جبلت کے اعتبار سے بہت سخت گیر تھے کینہ پرور اور انتقام پسند واقع ہوئے تھے۔ ان کے قبیلوں میں صدیوں سے خوں ریزی چل رہی تھی پیار و محبت اخوت و مروت کا فقدان تھا ہمدردی و شرافت سے کوسوں دور تھے۔ قریش مکہ کے بڑے بڑے خاندانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت کی اس خطہ کے سرداروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں روڑے اٹکائے مگر بنی ہاشم اور بنی مطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کی اکثر حمایت کرتے

رہے حالانکہ کھلم کھلا لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے قریش کے دوسرے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خونی رشتہ داروں کی مخالفت کو عرب کی اخلاقی روایات کے عین مطابق سمجھتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو یہ طعنہ دیا تھا کہ تم ایک دوسرا دین پیش کرنے والے شخص کی حمایت کر کے اپنے آبائی دین سے منحرف ہو گئے ہو وہ اس بات کو جانتے تھے کہ اپنے خاندان کے ایک فرد کو وہ کسی حالت میں اس کے دشمنوں کے سپرد نہیں کر سکتے اور ان کا اپنے عزیز کی پشت پناہی کرنا قریش اہل عرب کے نزدیک ایک فطری امر تھا۔ اس اخلاقی اور قومی اصول کو زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب کے لوگ واجب الاحترام سمجھتے تھے۔ صرف ایک شخص نے اسلام کی دشمنی میں یہ اصول توڑا وہ تھا ابولہب ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا۔ عرب میں چچا کو باپ کی جگہ سمجھا جاتا تھا اور جس شخص کا باپ وفات پا چکا ہو تو عربی معاشرے میں چچا سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ بھتیجے کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھے گا لیکن اس اصول کے برعکس اس نے اسلام کی دشمنی اور کفر کی محبت میں ان تمام عربی روایات کو پامال کر دیا اور خاندانی روایات کو روند ڈالا۔ اور اپنے بھتیجے کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا جس پر قرآن بھی چپ نہ رہ سکا۔ ابولہب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ صرف چچا بھتیجا کی وجہ سے بھی نہ تھا بلکہ ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ عتیبہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں عقد میں تھیں ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے ان دونوں کو طلاق دے دی۔ ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا یعنی عزیٰ کا بندہ۔ عزیٰ ایک بت کا نام تھا۔ یہ بات عقل سے بالاتر نظر آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے ان کا ایسا نام کیوں رکھا؟ جب کہ ان کے دوسرے بیٹوں کے نام اس قسم کے نہ تھے اور نہ ہی ان کا یہ عقیدہ تھا لیکن نام سے زیادہ ان کی کنیت شہرت پذیر تھی۔ سورۃ کوثر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

(سورۃ کوثر: ۳)

'' بالیقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے''

یعنی اس کا نام ونشان مٹ گیا ہے:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم جب انتقال کر گئے تو قریش مکہ بہت خوش ہوئے کہ اب رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقطع النسل ہیں جب ان کی نرینہ اولاد نہیں ٹھہرتی تو یہ بے اولاد ہو گئے اور ان کی نسل ختم ہو گئی۔ لہٰذا ان کا نام ونشان مٹ گیا جب اولاد نہ ہوگی تو نام کون لے گا۔ لیکن ان کو کیا علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ اکناف عالم میں بلند ہوگا کہ کائنات میں کسی کا اس قدر نام بلند نہیں ہوا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل فرمائی کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ابولہب تو جڑ کٹا ہے یعنی اس کی جڑ ہی کٹ گئی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس کا نام ونشان ہی مٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی اولاد اربوں کی تعداد میں موجود ہے۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثباتی کا عالم یہ ہے کہ قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بغیر نہ کوئی عبادت قبول ہوگی اور نہ ہی دنیا کے کوئی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہوں گے نہ ہی قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بغیر بارگاہ ذوالجلال میں سرخروئی ہوگی۔ سورۃ لہب میں ہاتھ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے آٹھ سال بعد جنگ بدر میں قریش کے اکثر وبیشتر سردار ہلاک ہو گئے جو ابولہب کے ساتھ تھے۔ اس کے بعد اس کی موت عبرتناک ہوئی اس کے گھر والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ موت کے بعد اس کی لاش تین روز تک پڑی رہی۔ قرآن اس کی بیوی کے متعلق کہتا ہے۔

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ (سورۃ اللھب:۴)

''لکڑیاں ڈھونے والی''

جید کے معنی گردن کے ہیں اس کی گردن میں ایک قیمتی ہار تھا حبل من مسد وہ رسی سے بنی ہوئی ہو حمالة الحطب کے معنی یہ بھی ہیں کہ گناہوں کا بوجھ ڈھونے والی یعنی آخرت میں اس کا یہ حال ہوگا کہ وہ لکڑیاں لا کر اس آگ میں ڈالے گی جس میں ابولہب جل رہا ہوگا۔ جید کا لفظ یہاں کہا گیا ہے اس مزین گلے میں جو ہار ڈالے پھرتی

ہے اس پر فخر کرتی ہے دوزخ میں بھی رسی پڑی ہوگی تاریخ شاہد ہے کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ ہار بیچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں خرچ کروں گی لیکن وہ ہار اس کے کام نہ آیا۔ یہی حقیقت قرآن بیان کرتا ہے۔

ابولہب مکہ معظمہ میں بہت ہی مالدار تھا۔ تاریخ کے مطابق تقریباً دو من سونا اس کے پاس تھا لیکن وہ سخت بخیل کنجوس تھا۔ وہ زر پرست تصور ہوتا تھا اور اسی وجہ سے اسے غرور تھا اکثر قرآنی آیات میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن موت کے وقت اس کا مال اس کے کام نہ آیا اسی وجہ سے قرآن کہتا ہے کہ نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ ہی اس کی کمائی یعنی ما کسب اس کے بعد اس کی بیوی کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کی کنیت ام جمیل تھی یہ ابوسفیان کی بہن تھی صاف ظاہر ہے وہ بھی سخت گیر ہوگی ام جمیل عداوت و بغاوت میں ابولہب سے کسی طرح کم نہ تھی۔ قرآن میں ان کو لکڑیاں ڈھونے والی کہا گیا ہے وہ رات کو خاردار لکڑیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ڈال دیتی تھی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔

سورۃ الھمزۃ میں ہے ''تباہی ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں پر طعن اور برائیاں کرنے کا خوگر ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا ہرگز نہیں وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا اور تم جانتے ہو کیا ہے چکنا چور کر دینے والی جگہ؟ اللہ کی آگ ہے خوب بھڑکائی ہوئی جو دلوں تک پہنچے گی وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی اس حالت میں وہ اونچے اونچے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے'' سورۃ ''ن والقلم'' میں ارشاد ہوتا ہے ''ہرگز نہ دبو ایسے شخص سے جو بہت قیمتی کھانے والا ہو بے وقعت آدمی ہے طعنے دیتا ہے چغلیاں کھاتا ہے بھلائی سے روکتا ہے ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا سخت بداعمال ہے۔ جفاکار ہے بد اصل ہے اس بناء پر کہ وہ بہت مال اور اولاد رکھتا ہے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کے قصے ہیں عنقریب ہم اس کی سونڈنی پر داغ لگائیں گے'' اس شخص کے لئے قرآن میں بُرے الفاظ استعمال ہوئے ہیں دراصل جھوٹی قسمیں کھانے والے آدمی کی یہ صفات ہیں اور وہ

اپنی نگاہ میں خود بھی ذلیل ہوتا ہے اور معاشرہ میں بھی اس کی وقعت نہیں ہوتی۔ نام لئے بغیر اس کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں ایسا شخص جو مشہور ترین تھا اس اعتبار سے ابولہب سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ مال واولاد کے اعتبار سے بھی اور ان صفات کے لحاظ سے بھی منفرد تھا وہ بڑی ناک والا تھا لہٰذا اس کی ناک کو سونڈ کہا گیا ہے ناک پر داغ لگانے سے مراد تذلیل ہے۔ دراصل یہ تمام کہانی اس وجہ سے بیان کی گئی ہے اور اس شخص کی صفات اس قسم کی بیان کی گئی ہیں کہ ایسے شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون جادوگر کہا اور اس پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آ گیا اور وہ خوب برسے ایسے برسے کہ تاریخ عالم تک اس کے نشان ثبت رہیں گے قرآن کے صفحات پر جو بات بھی آئی ہے وہ اظہر من الشمس ہوتی ہے اس کا چرچا کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ ایک باضابطہ کتاب ہے اور خدائے برحق کا کلام ہے جس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں ہے۔ باری تعالیٰ سورۃ العلق میں ارشاد فرماتے ہیں

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝

(سورۃ العلق:۹-۱۲)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہ راست پر ہوتا یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا۔"

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ آپ کا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے ہرگز نہیں۔ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطا کار ہے۔ (سورۃ العلق:۱۳-۱۶)

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (سورۃ العلق:۱۷-۱۹)

وہ بلالے اپنے حامیوں کی ٹولی کو ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلالیں گے، ہرگز نہیں اس کی بات نہ مانو۔ سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔

معلوم ہوتا ہے کہ خطاب ہر اس شخص سے ہے جو انصاف کرتا ہے کہ تم نے دیکھی اس شخص کی حرکت جو خدا کی بات کرنے سے ایک بندے کو روکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے وہ بندہ راہ راست پر ہو یا لوگوں کو ڈرائے۔ برے کاموں سے روکنے کی کوشش کرتا ہو اور یہ منع کرنے والا شخص حق کو جھٹلاتا رہا ہے تو ایسا کردار ہرگز نہ کرتا یہ جو دھمکی نماز نہ پڑھنے کی دیتا ہے یہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔ یہ اپنے حمایتوں کو بلالے اور ہمارے فرشتے بھی آ جائیں گے۔ سبحان اللہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کس قدر غصہ آ گیا۔ اسلام واضح طور پر بتاتا ہے کہ وقت کے راہوار نے ان افراد اور قوموں کو اپنے قدموں تلے روندا ہے جو اپنی انفرادیت اور اپنے تشخص کے صحیح تعین میں ناکام ثابت ہوئے ایسے بابانگ دہل دعوے کرنے والے حرماں نصیبوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے" وہ دنیا سے ایسے گئے کہ نہ تو ان کے لئے آسمان رویا اور نہ ہی زمین نے آنسو بہائے"۔

ایک روز ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "اگر میں اسلام قبول کروں تو مجھے کیا ملے گا؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دوسرے مسلمانوں کو ملے گا!" ابولہب نے کہا کہ میرے لئے کوئی فضیلت نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا "ناس ہو جائے اس دین کا جس میں میں اور دوسرے برابر ہوں" وہ تکبر کا شہنشاہ تھا۔

سورۃ الماعون میں فرمایا گیا

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ (الماعون:۱-۳)

"تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا"۔

اس آیت کا اشارہ اس واقعہ کی طرف کیا گیا ہے کہ ابوجہل ایک یتیم کا وصی تھا وہ بچہ ایک روز اس کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے بدن پر کپڑے نہیں ہیں میرے باپ کو چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے کچھ دے دے اس نے اسے دھکے دے کر بھگا دیا۔ قریش کے سرداروں نے از راہ شرارت اس بچے سے کہا کہ وہ سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں ان سے جا کر شکایت کرو وہ بچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اٹھ کر اپنے دشمن ابوجہل کے ہاں تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بچے کا حق اسے دے دو وہ فوراً مان گیا اور اس کا مال لا کر دے دیا۔ آج بھی وہی دور پھر نمودار ہے آج بھی ہر گلی بولہب' ابوجہل پھر رہا ہے اس بولہبی دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ سے مستفید حضرات کی اشد ضرورت ہے جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا نمونہ دکھا کر انسان کو راہ مستقیم پر گامزن کریں۔

ہجرت

کائنات کا مقصد حیات ایک یہ بھی ہے کہ انسانی معاشرہ پرامن ہو اور اللہ کے بندے جہاں کہیں بھی زندگی کے دن گزاریں وہاں اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہو دین اسلام کا بول بالا ہو جب مکہ میں حالات ابتر ہو گئے اور مومنین کی زندگی اجیرن ہو گئی تو باری تعالیٰ نے ہجرت کے احکامات صادر فرمائے ایک مقصد اسلام کے نام لیواؤں کی اجتماعیت کا بھی تھا۔ ہجرت کا مقصد محض خود کو بچانا یا پرامن جگہ نہ تھی۔ اسلام اجتماعیت کا دعویدار ہے اور اجتماعیت میں ہمیشہ مضبوطی اور پائیداری ہوتی ہے اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان مجتمع ہو کر دشمنان اسلام کو صفحہ ہستی سے ختم کریں۔ اسلام جنگ و جدل کا روادار بھی نہیں ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے خلاف جنگ چھیڑی البتہ دفاع ضروری ہے جہاد وہاں عین فرض ہے جہاں کفر مدمقابل ہو جائے جہاں باطل قوتیں نبرد آزما ہو جائیں۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کر کے اس مشن کی ابتداء فرمائی جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے تھے اس مشن کا مقصد ساری دنیا کو کفر و شرک کی آلائش سے پاک کر کے اپنے اطاعت پذیر بندوں کے ہاتھ میں اللہ کی حکومت دے دینا اور اس کرۂ ارض کو جنت کا نمونہ بنا دینا تھا۔ اسلام کا مقصد اور نصب العین انسانوں کی فلاح و بہبود اور سلامتی کے ایسے معاشرہ کا قیام ہے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں افضل و برتر ہو کر زندگی بسر کریں۔ ہجرت نہ کرنے والوں کے خلاف باری تعالیٰ نے سرزنش کی ہے" ان سے تمہاری کوئی دوستی نہیں اور تمہارے دوست اور سچے

مومن وہ ہیں جو ہجرت کرتے ہیں اور مال و جان سے جہاد کرتے ہیں یا انہیں پناہ دیتے ہیں۔"

ہجرت صرف مکہ کے مومنین کے لئے نہ تھی بلکہ مدینہ منورہ جو اسلام کی آماجگاہ بن گیا تھا یمن حبشہ اور مضافات کے مسلمان بھی مدینہ پہنچے جس قدر جہاں مسلمان تھے وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینہ پہنچے۔ مکہ کے سرداروں نے میٹنگ بلائی اور فیصلہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ جانے کا قصد کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے جبل ثور کے غار میں تین شب تک گزارے اس بارے میں آیت نازل ہوئی:

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (سورۃ التوبہ:۴۰)

"جب کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں گھر سے نکالا تھا کہ دو میں دوسرا تھا اور دونوں غار میں چھپے بیٹھے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی سے کہا کہ غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

سورۃ النحل میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ (سورۃ النحل:۴۱)

"اور جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے لئے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے"۔

سورۃ انفال میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (سورۃ الانفال:۷۴)

"جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد دی وہی سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا مقصد یہ نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان محفوظ ہو جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی حفاظت تو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی سورۃ مائدہ میں ذکر کیا گیا ہے

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

(سورۃ المائدہ:۶۷)

"اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سات ماہ تک استحکام ملت اسلام کا کام سرانجام دیتے رہے۔ پھر غزوات کا سلسلہ شروع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال مکہ معظمہ میں اذیتیں اٹھائیں صبر و تحمل سے کام لیا مدینہ میں تشریف لا کر ان سے مقابلہ کا حوصلہ مل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے ٹکرانے پر کمر بستہ ہو گئے اور قرآن نے باقاعدہ جنگ کے احکامات نازل کرنا شروع کر دیئے۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ (سورۃ التوبہ:۱۳)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے عہد شکنی کی۔ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو!"

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

(سورۃ التوبہ:۷۳)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے"۔

اس جہاد فی سبیل اللہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن مضبوط ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی بھی خوش ہو گئی فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۚ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورۃ الانفال:۷۵)

''اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور گھر بار چھوڑا ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑے وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں بیشک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے''۔

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان

باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام ہی ہے کہ جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا'' اور یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے'' (الحج) زمانہ کے استبداد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بت پرست بن گئی کعبہ جو ابراہیمی یادگار تھا عرب کا قبلہ تھا تمام عرب اس کو اپنا مشترک آبائی ورثہ سمجھتے تھے عرب کے قبائل سال بھر آپس میں لڑتے تھے اور یہ غارت گری ان کی بقائے زندگی کا نشان تھی لیکن چار ماہ ''جو اشہر حرم'' کہلاتے تھے۔ تمام لڑائیاں بند ہو جاتی تھیں اور قبائل عرب دُور دُور سے سفر کر کے آتے اور قبلہ گاہ میں عبادت کے رسوم ادا کرتے جب مسلمان جبر سے مکہ سے نکالے گئے تو ان کے دل میں خیال آیا کہ کعبہ پر ان کا بھی حق ہے پھر مکہ ان کا آبائی وطن بھی تھا مکہ کی یاد ان کو بہت ستاتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کعبہ کی خاطر مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور چودہ صد جانثار ہمرکاب رکھے مقام ذوالحلفیہ میں پہنچ کر قیام فرمایا ابتدائی رسوم ادا کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط کے طور پر ایک شخص خزاعہ کو قریش مکہ کے پاس بھیجا تو وہ قریش سے خبر لایا کہ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آ سکتے جبکہ قریش نے بڑے زور و شور سے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور قریش مکہ فوج لے کر مقام عجم تک پہنچ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ بدل کر چلو تا کہ ان سے مزاحمت نہ ہو لہٰذا قافلہ اسلام نے حدیبیہ تک پہنچ کر قیام کیا قبیلہ خزاعہ نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا۔ لیکن اسلام کے حلیف ضرور تھے اس قبیلہ کے رئیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

حاضر ہوئے عرض کیا کہ قریش کی فوج کا سیلاب آ رہا ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں نہیں جانے دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قریش سے جا کر کہو کہ ہم عمرہ کی غرض سے یہاں آئے ہیں جنگ مقصود نہیں ہے۔ جنگ سے قریش کو نقصان ہوگا۔ لہٰذا ایک مدت معین کے لئے صلح کر لیں" لیکن بات چیت ناکام ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن اُمیہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے ان کے اونٹ کو مار ڈالا اور ان کو قتل کرنے والے تھے کہ وہ جان بچا کر بھاگے اب قریش کا ایک دستہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تو ان کو گرفتار کر لیا گیا' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا قرآن نے فرمایا "اور وہ اللہ ہے جس نے مکہ میں ان لوگوں کا ہاتھ تم سے اور تمہارا ہاتھ ان سے روک دیا۔ بعد میں اس نے تم کو ان پر قابو دیدیا تھا۔"
(سورۃ فتح)

بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو قریش نے ان کو نظر بند کر دیا اور ان کے بارے میں یہ خبر عام ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینا فرض ہے۔ اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جان نثاری کی بیعت لی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جان نثاری کا عہد کیا اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "خدا مسلمانوں سے راضی ہوگیا جب کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو اللہ نے جان لیا جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں تھا تو اللہ جل شانہ نے ان پر تسلی نازل کی اور فتح دی (سورۃ الفتح)

بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر غلط ثابت ہوئی۔
قریش نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا اور صلح کی بات چیت کے بعد تمام مطالبات اور شرائط مان لی گئیں اس معاہدہ کی شرائط تھیں کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں' اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کریں ہتھیار ہمراہ نہ لائیں مکہ میں جو پہلے سے مسلمان مقیم ہیں ان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اگر مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہنا

چاہئے تو نہ روکیں کافروں اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائیگا۔ قبائل کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔ صلح کے بعد تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور واپس سفر پر تھے کہ سورۃ فتح اتری

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ (سورۃ الفتح: ۱-۳)

"بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدھے راستہ پر لے چلے اور اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو"۔

جب مومنین نے سورۃ فتح کی خوش خبری سنی تو بہت ہی متعجب ہوئے کہ یہی فتح ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی فتح ہے' بعد ازاں نتائج نے ثابت کر دیا کہ یہ صلح واقعی مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی کا پورا یقین سب کو ہوگیا اس کے بعد کفار اور مسلمانوں کا آپس میں ملنا جلنا شروع ہوگیا تجارت شروع ہوگئی کفار مدینہ میں آتے جاتے تھے مسائل زیر بحث آتے اسلام کا تذکرہ ہوتا اور لوگ اکثر مسلمان ہو جاتے مکہ میں جاتے تو ان کے کردار حسن عمل اخلاق و محبت نیکو کاری پاکیزہ اخلاق سے کفار کے دل اسلام کی طرف متوجہ ہوتے اس معاہدے سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر مسلمان ہوئے کہ کبھی اتنے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

مسلمانوں کے مکہ میں قیام اور مدینہ میں کافروں کے قیام کی واپسی کی جو شرط

تھی اس سے قریش مکہ کو بہت نقصان ہوا بالآخر انہوں نے اس شرط کو منسوخ کرنے کی درخواست کی بعدازاں حالات درست ہو گئے صلح حدیبیہ کے بعد قریش مکہ کے سردار اور سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید بھی مسلمان ہو گئے۔ جن کی وجہ سے کفار مکہ کو کامیابیاں ہوئی تھیں بالآخر انہوں نے ملک شام کو قیصر سے چھین لیا اور عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص جو بہادری میں ذریکتا تھے نے مصر فتح کیا اسی طرح کئی حضرات نے ایسے کارنامے سرانجام دیے کہ جس سے اسلام کو بہت بڑی تقویت ملی اور دنیا کے قریہ قریہ میں مسلمان پھیل گئے۔

جہاد

تاریخ شاہد ہے کہ کائنات میں جس قدر بھی نبی رسول مرسل ہوئے انہوں نے تبلیغ کا کام سرانجام دیا مگر ان پر جہاد فرض نہیں ہوا نہ ہی انہوں نے فتوحات کیں۔ البتہ جن اقوام مرسل نے اسلام سے گریز کیا ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور وہ لوگ صفحہ ہستی سے مٹ گئے لیکن اس کے برعکس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے مرسل فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار کو ڈرائیں دھمکائیں راہ راست پر لانے کی سعی فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور ہی اس لئے کیا گیا کہ دنیا کو انفرادی سیرت و کردار اور اس معاشرے اور ریاست کا نمونہ دکھا دیں جو قرآن کے دئے ہوئے اصولوں کی عملی تعبیر و تفسیر ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاد فرض کیا گیا یہ بڑی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود غزوات میں حصہ لیا۔ اور دنیا بھر میں اسلام پھیلا دیا دراصل یہ کام بغیر جہاد کے نہ ہو سکتا تھا۔ کوئی مشن بغیر جہاد کامیاب نہیں ہو سکتا سابقہ نبی رسول کسی ایک بستی پر مامور ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین بن کر آئے یہ عالمگیر مشن جہاد کے ذریعہ ہی کامیاب ہوا۔ جہاد ایک ایسا فعل ہے جو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض مقامات پر اس پر بہت کچھ فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ

(سورۃ الصف:۴)

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جنہوں نے (جہاد

میں) صف باندھ کر مل کر لڑا اور قتل کیا اللہ کی راہ پر گویا وہ
سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے''

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا

(سورۃ الانفال: ۷۴)

''جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور
جن لوگوں نے پناہ دی مدد دی وہی سچے مومن ہیں''۔

جہاد کی عظمت و سربلندی ملاحظہ کیجئے' سورۃ توبہ میں ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ

(سورۃ التوبہ: ۱۱۱)

''اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید
لئے ہیں تاکہ اس کے بدلے ان کے لئے جنت ہو وہ اللہ کی
راہ میں جہاد کرتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں
یہ اس کا سچا وعدہ ہے تورات انجیل اور قرآن میں موجود ہے''۔

جہاد میں جو گھوڑے کام آتے ہیں' ان کی قسمیں کھائی گئی ہیں سورۃ العدیٰت میں یوں
فرمایا گیا

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝

(سورۃ العدیٰت: ۱-۳)

''قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر
ٹاپ مار کر جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج
کرتے ہیں''۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰي ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ (سورۃ العدیٰت: ۴-۷)

''پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر دشمن کی جماعت میں گھس
جاتے ہیں۔ بے شک انسان اللہ تعالیٰ کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور
اس کو اس کی خبر ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان اور سربلندی کی وجہ سے جہاد افضل و برتر کردار
بن گیا ہے اور انہیں صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مومنین کی جانیں بھی خریدی جا رہی
ہیں حتیٰ کہ جہاد میں کام آنے والے گھوڑے بھی اعلیٰ وارفع بن گئے۔

مومنین سے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر جہاد سے تم کو مال و متاع اولاد یا تجارت
وغیرہ روکتے ہیں یعنی یہ تمام اسباب رکاوٹ بن گئے ہیں تو پھر عذاب کا انتظار کرو

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

(سورۃ التوبہ: ۲۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ
تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ
اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی
نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو تم کو
اللہ سے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس کی راہ میں
جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ کا
فیصلہ آ پہنچے اپنا حکم سُنا دے اللہ بدکار قوموں کو راہ نہیں
دکھاتا''۔

ہاں شرط یہ ہے کہ اگر تم لوگوں میں کمزور ہیں یا بیمار ہیں یا ان کے پاس خرچہ کی کمی ہے تو
ایسے نیک پرخلوص افراد پر کسی قسم کا الزام نہیں ہے۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ (سورۃ التوبہ:۹۱)

''کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ میسر نہیں جب کہ یہ لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محسن ہیں۔ ان نیک کاروں پر کسی قسم کا الزام نہیں ہے''۔

مدینہ دین اسلام کو ایک مددگار شہر مل گیا اور پھر حکم جہاد بھی مل گیا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو وہاں ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ سورۃ حج منیٰ کے مقام پر اتری فرمایا گیا

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ (سورۃ الحج:۳۹-۴۰)

''جن لوگوں سے کافروں کی لڑائی ہو رہی ہے انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے کی خوب طاقت رکھتا ہے وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس لئے کہ وہ اللہ کو اپنا رب سمجھتے ہیں''۔

سورۃ محمد میں فرمایا گیا

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا

(سورۃ محمد:۴)

''جب تمہارا کافروں سے سامنا ہو تو گردنیں مارو حتیٰ کہ تم ان کا خون بہاؤ تو ان کی مشکیں کس لو پھر اس کے بعد احسان کرو

یا فدیہ حتیٰ کہ لڑائی اپنا بوجھ اتار دے''۔

سورۃ الصافات میں فرمایا

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (الصافات:۱۷۱-۱۷۳)

''ہماری بات اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے متعلق طے پا چکی ہے کہ انہیں مدد مل کے رہے گی۔ اور صرف ہمارا لشکر ہی غالب ہوا کرے گا''۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی حامد و ناصر ہے اور وہی ہر مقام پر مددگار ہوتا ہے۔

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

(سورۃ الزمر:۳۶)

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں''

سورۃ انفال میں فرمایا

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

(الانفال:۶۴)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں''۔

سورۃ انفال میں یاد دہانی کراتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ (سورۃ الانفال:۲۶)

''یاد کرو جب تم ملک میں تھوڑے تھے اور کمزور تھے اور ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو اچک نہ لیں''۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (سورۃ آل عمران:۱۰۳)

''خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پھر اس کے لطف ونعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے''

یہ سب احسانات ہیں جو کچھ غزوات میں ہوا کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہوتی تھی اور پھر فتح بھی ہوتی تھی طاقت صرف غیبی ہوتی تھی سورۃ توبہ میں فرمایا

فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(سورۃ التوبہ:۴۰)

''سو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی سکینت نازل فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ تعالیٰ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے''۔

یہ پہلے ہی وعدہ کیا گیا تھا کہ فرشتوں سے امداد واعانت کی جائے گی سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے ''وہ لوگ تم پر ایک دم آ پہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا' پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔'' پھر سورۃ انفال میں فرمایا

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ

(سورۃ الانفال:۹)

''اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فریاد سن لی اور اس نے فرمایا ایک ہزار فرشتوں سے مدد دونگا' جو سلسلے وار چلے آئیں گے''۔

جب اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور مومنین کے ساتھ ہے تو پھر اس حالت میں کون غلبہ پا سکتا ہے؟ سورۃ انفال میں رب تعالیٰ کا

ارشاد ہوتا ہے:

وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ

(سورۃ الانفال:۶۲)

''اور اگر وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کافی ہے۔''

هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

(سورۃ الانفال:۶۲-۶۳)

''اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امداد سے مسلمانوں کو قوت عطا فرمائی اور ان کے دلوں میں اتفاق پیدا کر دیا''۔

رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں کسی قسم کی فکر نہ کریں میں ہر قدم پر امداد واعانت کروں گا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مشکلات سے باخبر ہوں ذرا ملاحظہ فرمایئے۔

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

(سورۃ ھود:۱۲۳)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ یہ سب کر رہے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے غزوات میں مسلمانوں کو غیبی امداد واعانت دی سورۃ انفال میں فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم

أَلْفَيْنِ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿﴾

(سورۃ الانفال:۶۵)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو جنگ کی ترغیب دیجئے اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سو ہوں تو ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے' کیونکہ وہ ایسی قوم ہیں جو سمجھتی نہیں اب اللہ نے تم سے رعایت کر دی ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ تم کمزور ہو پس اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب آئیں گے اور تم میں ایک ہزار ہوں تو اللہ کے اذن سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

جب جنگ عروج پر پہنچ گئی اور عام جہاد کا اعلان کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ

(سورۃ التوبہ:۵)

''مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی انہیں پاؤ اور انہیں پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر جگہ ان کیلئے گھات لگا کر بیٹھو''۔

اسی طرح کفار کے خلاف جنگ کرنے کا حکم سورۃ توبہ میں فرماتے ہیں

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ

(سورۃ التوبہ:۲۹)

''ان اہل کتاب سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر اور نہ یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں نہ اسے حرام کرتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا اور نہ دین حق کو اپنا دین بناتے ہیں حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں جزیہ

دیں''۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

(سورۃ البقرۃ:۲۱۶)

''تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے مگر ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے مفید ہو اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے''۔

مومنین سے ایک بار پھر فرمایا جا رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

(سورۃ الانفال:۴۵)

''اے ایمان والو جب تمہارا کسی جیش سے سامنا ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو مگر آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تمہارے حوصلے ٹوٹ جائیں گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے''۔

اس سورۃ میں سب سے محکم بات یہ ہے کہ جنگ کرو ثابت قدم رہو مگر آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کامیاب نہ ہو گے' اسی حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج مسلمان ناکام ہے۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا

وَا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (سورۃ آل عمران:۱۴۲)

''کیا تم یہ خیال کرتے ہو جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے معلوم ہی نہیں کیا کہ تم میں کون لوگ جہاد کرنے والے ہیں اور نہ صبر و استقلال والوں کو جانا ہے''۔

مومن کی پہچان کے لئے ایک بات واضح اور اٹل کر دی گئی ہے کہ وہ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ مال بھی خرچ کرتے ہیں اور جانیں بھی قربان کرتے ہیں دراصل جہاد بارگاہ رب العالمین میں افضل و برتر کردار ہے۔ سورۃ حجرات میں ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(سورۃ الحجرات:۱۵)

''مومن صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں وہی سچے ہیں'' جو مومن جہاد کے لئے نہیں نکلتے تو پھر وہ دردناک عذاب کے لئے تیار ہو جائیں اور فرمایا گیا کہ تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و اعانت نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کر چکا ہے اور کر رہا ہے۔

سورۃ توبہ میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں ترجمہ: ''اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین میں لگ جاتے ہو کیا تم لوگ آخرت کی نسبت دنیاوی زندگی پر خوش ہو گئے ہو'' پھر فرمایا دنیاوی زندگی کی متاع آخرت میں بہت کم ہوگی، ہاں اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ اور قوم بسا دے گا۔ اور تم اسے کچھ نقصان بھی نہ پہنچا سکو گے۔ اللہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے۔ اگر تم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کر ہی چکا ہے جب کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا

تھا اور وہ دو میں دوسرے تھے جب غار ثور میں تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تسکین نازل فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لشکروں سے مدد دی جو تم دیکھتے نہیں اور کافروں کو نیچا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی اونچی ہوتی ہے کیونکہ وہ غالب اور حکمت والا ہے''۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(سورۃ عنکبوت:۶۹)

''اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم انہیں ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے''۔

رب تعالیٰ نے فرمایا

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ روم:۴۷)

''(جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا) تو ہم نے ان مجرموں سے بدلہ لیا۔ اور ہم پر مومنین کی مدد کرنا فرض ہے''۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (الصافات:۱۷۱-۱۷۳)

''اور اپنے خاص بندوں رسولوں سے ہماری بات پکی ہے کہ ان لوگوں کی یقینی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر تو یقیناً غالب رہے گا''۔

دراصل مومنین کی فتح و نصرت اتحاد و اتفاق محبت والفت میں ہے رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ

(سورۃ الانفال:۶۳)

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کر دی ہے اگر تم صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کے خزانے بھی خرچ کرتے تب بھی ایسی الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان میں الفت ڈال دی۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاد کو بڑی اہمیت دی ہے یہ جہاد صرف جنگ و جدال نہیں ہے بلکہ اپنی جان بھی قربان کردو اور مال بھی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا (سورۃ الحدید:۱۰)

"مسلمانو! تم میں سے جن حضرات نے فتح (فتح مکہ) سے پہلے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا"۔

جہاد کی اہمیت و افضلیت یہاں تک ہے کہ اگر اس جہاد میں کوئی مومن قتل ہو جائے تو وہ شہید کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرما دیا کہ" ان لوگوں کو مردہ مت کہو بلکہ یہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں ہے" سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے"لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے جہاد کیا اور اپنی جان سے اور اپنے مال سے انہیں کے لئے تو بھلائیاں ہیں یہی لوگ تو فلاح یافتہ ہیں" فتح کے بعد فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

(سورۃ النصر:۱ تا ۳)

"جب اللہ کی مدد آ گئی اور فتح ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو

رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح پڑھو اور استغفار کرو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

سورۃ الفتح میں ارشاد ہوتا ہے

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ (سورۃ الفتح:۲۷)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا خواب دکھایا جو مطابق واقع کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے اور امن و امان کے ساتھ"۔

هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

(سورۃ الانفال:۶۲-۶۳)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنی نصرت، فتح اور مسلمانوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت بخشی اور اس نے مسلمانوں کے دل باہم جوڑ دئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے خزانے بھی لٹا دیں تب بھی ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم جوڑ دیئے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے"۔

جنگ احد کے موقع پر رب تعالیٰ فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے تائید و نصرت کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا جب کہ اس کے اذن سے تم ان کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی وہ چیز اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے تم حکم کی نافرمانی کر بیٹھے تم میں سے کوئی دنیا کا طالب تھا اور کوئی آخرت کا طلب گار تب اللہ نے تمہیں ان کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور حق یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں معاف کر

دیا اللہ مومنوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے" (سورۃ آل عمران) اسیران جنگ بدر میں تمام اسیر دو دو چار چار کی صورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ ان کو آرام سے رکھا جائے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود کھجوریں کھاتے اور ان کو کھانا کھلاتے تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف فرما کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ بدر کے معاملے میں کیا کیا جائے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس معاملہ میں رائے تھی کہ دوست دشمن عزیز و اقارب میں تمیز نہ کی جائے سب قتل کر دیئے جائیں اور ہر شخص اپنے ہی عزیز کو قتل کرے' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا اس مقام پر سورۃ انفال میں آیت نازل ہوئی "اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا" اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو پڑے' یہ بھی روایت ہے کہ اس وقت تک مال غنیمت کے متعلق احکام نازل نہیں ہوئے تھے عرب کے عام دستور کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مال غنیمت میں مصروف ہو گئے اس پر عتاب آیا لیکن اس کے متعلق پہلے کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا اس لئے یہ جرم معاف کر دیا گیا اور حکم نازل ہوا کہ "مال غنیمت جو ہاتھ آ چکا ہے حلال ہے" اور یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ "جو تم نے لوٹا ہے اب کھاؤ حلال ہے" (سورۃ انفال) سورۃ الحشر میں فرمایا "حق ہے ان حاجت مندوں کا جو اپنے گھروں اور اپنے مال سے بے دخل کر دیئے گئے۔ وہ تلاش میں لگے رہتے ہیں اللہ کے فضل اور خوشنودی کی اور نصرت کرتے رہتے ہیں اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہی لوگ تو ہیں راست پر۔ (الحشر)

غزوہ حنین میں مسلمانوں کو غنیمت کا مال ملا تھا جب تقسیم ہونے لگی تو ان قریش مکہ پر انعام کی بارش ہوئی جو نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اس کردار پر انصار مدینہ کو رنج ہوا اور انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو انعام سے نوازا ہے اور ہمیں محروم

کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپکے ہیں۔ اور بعض انصار بولے کہ مشکلات میں ہمیں یاد کیا جاتا ہے اور مال غنیمت ان کو ملتا ہے' گو مال غنیمت سب کو ملا البتہ ان کو زیادہ ملا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ چرچا سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور پوچھا کہ تم نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے سربرآوردہ لوگوں میں سے کسی نے یہ بات نہیں کی البتہ نوخیز پود نے یہ فقرے کہے ہیں اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا "کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم گمراہ تھے اللہ نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت دی تم منتشر اور پراگندہ تھے اللہ نے میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا کیا تم مفلس تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تم کو دولت مند کیا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی فرماتے جاتے تھے انصار کہتے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان سب سے بڑھ کر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم یہ جواب دو کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے چھوڑ دیا اور ہم نے پناہ دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مفلس ہو کر ہمارے پاس آئے تھے ہم نے امداد کی" یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ "تم جواب دیئے جاؤ اور میں کہتا جاؤں کہ تم سچے ہو لیکن اے انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گھر جاؤ کیا یہ سودا گھاٹے میں ہے؟" انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ ہم کو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو سمجھایا کہ "مکہ کے لوگ ابھی ابھی اسلام لائے ہیں میں نے ان کو جو کچھ دیا حق کی بناء پر نہیں بلکہ تسکین قلب کی خاطر دیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورۃ الانفال: ۶۷)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی

باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر
لیں تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو
چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے
ہیں"۔

غزوات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جان نثاری کا عالم یہ تھا کہ غزوہ تبوک میں جب صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشکل آن پڑی تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر اپنی جان و مال نچھاور کر دیے اس وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رات بھر مزدوری کی اور اس کو تقریباً چار سیر چھوہارے ملے ان میں سے اس نے دو سیر جہاد فنڈ میں دیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ جان نثاری قبول فرمائی اور حکم دیا کہ "ان کے چھوہارے تمام جمع شدہ مال پر بکھیر دو" اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے جذبہ کی عزت افزائی ہوئی' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مومنین سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ

(سورۃ التوبہ:١٢)

"اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور
دین پر طعن کریں تو ان کافروں کے سرداروں سے لڑو بے
شک ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں تاکہ وہ لوگ اپنی حرکتوں
سے باز آئیں"۔

ایسے حالات میں مومنین آخر کیوں نہ ان کے خلاف جنگ کریں؟

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ
بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ

(سورۃ التوبہ:١٣)

"تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے قسموں کو توڑ ڈالا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے نکالا اور انہوں نے تم

سے پہلے چھیڑ کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ اس کا
زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم صاحب ایمان ہو"۔

پھر اس سورۃ میں فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ
يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ التوبہ:١٤)

"تم ان سے لڑو اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے گا اور
ان کو رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور ایمان
والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا"۔

پھر مومنین کے درجے بلند کرتے ہوئے رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ

(سورۃ التوبہ:٢٠)

"جو لوگ ایمان لائے انہوں نے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ
میں مال و جان سے جہاد کیا اللہ کے یہاں ان کے درجے
بہت بڑے ہیں اور وہی لوگ مراد کو پہنچتے ہیں"۔

مومنین کے کردار پر رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

(سورۃ التوبہ:١٩)

"کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور خانہ کعبہ کو آباد کرنا اس
کے برابر کر دیا جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا
ہے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک یہ لوگ
برابر نہیں ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر جہاد فی سبیل اللہ میں غیبی مدد فرمائی ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ

(سورۃ التوبہ:۲۵)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد فرمائی اور جنگ حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی"۔

پھر سورۃ توبہ میں فرماتے ہیں

انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (سورۃ التوبہ:۴۱)

"ہلکے ہوں یا بوجھل اللہ کی راہ میں نکلو اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر سمجھ رکھتے ہو"۔

باری تعالیٰ ان مجاہدین کے جہاد کی تعریف کرتے ہیں

لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(سورۃ التوبہ:۸۸)

"لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے مال اپنی جان سے لڑے ہیں انہیں حضرات کے لئے بڑی خوبیاں ہیں دراصل وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں"

پھر ان نادار لوگوں پر جہاد فرض نہیں ہے نہ ضعیفوں پر گناہ ہے نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس خرچہ نہیں اور ان لوگوں پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سواری عطا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ تم کو اس پر سوار کروں ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے (توبہ) اس کے برعکس منافقین کی حالت یہ ہے کہ

وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَاعِدِينَ

(سورۃ التوبہ:۸۶)

"اور ان کا حال یہ ہے کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے اہل ثروت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑئے کہ ہم یہیں ٹھہریں گے"۔

رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ (سورۃ التوبہ:۸۷)

"دراصل وہ اس بات پر خوش ہوگئے کہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ٹھہرے ہیں اور ان کے دل پر مہر لگا دی گئی ہے لہٰذا وہ کچھ نہیں سمجھتے"۔

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(سورۃ التوبہ:۹۰)

"اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیہاتیوں میں سے بہانہ ساز لوگ آئے کہ ان کو بھی رخصت مل جائے اور جنہوں نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھ رہے۔ عنقریب ان میں سے جو کافر ہیں انہیں دردناک عذاب ہوگا"۔

دراصل الزام تو ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہیں

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

(سورۃ التوبہ: ۹۳)

''راہ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت طلب کرتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی پس وہ کچھ نہیں جانتے''۔

انہی منافقین کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ (سورۃ التوبہ: ۸۴)

''اور اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھئے اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہوں یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ اور منکر ہی مرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کریں''۔

پھر اس سورۃ میں فرمایا

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ (سورۃ التوبہ: ۸۳)

''اور اگر اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایک گروہ کی طرف واپس لائے پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو اور نہ میرے ساتھ اس دشمن سے لڑو گے تم کو پہلی بار گھر بیٹھ رہنا پسند آیا تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو''۔

پھر فرمایا

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (سورۃ التوبہ: ۸۱)

''یہ لوگ جو پیچھے رہ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر شاداں و فرحاں ہیں اور ان پر اللہ کی راہ میں اپنے مال اپنی جانوں سے جہاد کرنا گراں گزرا اور کہنے لگے کہ گرمی میں لڑائی کے لئے نہ نکلو فرما دیجئے کہ دوزخ کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے کاش ان کو سمجھ ہوتی''

لہٰذا فرمایا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (سورۃ التوبہ: ۷۳)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے''

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (سورۃ التوبہ: ۴۷)

''اگر یہ منافقین تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے درمیان فتنہ فساد ہی کرتے اور بگاڑ کی تلاش میں تمہارے درمیان دوڑتے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس ہیں اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے''۔

اور پھر فرمایا

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْأُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ:۴۸)

''اور یہ بگاڑ پہلے بھی تلاش کرتے رہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کایا پلٹنے میں لگے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہو کر رہا حالانکہ ان کو ناگوار گزرا''

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (سورۃ التوبہ:۴۹)

''اور بعض کہتے ہیں کہ مجھے تو اجازت دیجئے اور مجھے آفت میں نہ ڈالئے خوب سن لو وہ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے''۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (سورۃ التوبہ:۵۰)

''اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو یہ ان کو بری لگتی ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنا کام پہلے ہی درست کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں''۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ ۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

(سورۃ التوبہ:۴۲)

''اگر مال نزدیک اور سفر آسان ہوتا تو یہ لوگ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت طویل نظر آئی اور اب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم سے ہو سکتا

تو ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے یہ لوگ اپنی جانوں کو وبال میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں''۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (سورۃ التوبہ:۴۳)

''اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت کیوں دی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو جاتا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟''

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُتَّقِيْنَ

(سورۃ التوبہ:۴۴)

''وہ لوگ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت نہ طلب کریں گے اس بات کی کہ اپنے مال و جان سے جہاد کریں اور اللہ انہیں خوب جانتا ہے جو خوف خدا رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کو خوب جانتا ہے''۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ:۴۵)

''اجازت تو وہ طلب کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دل شک میں پڑے ہوتے ہیں پس وہ اپنے شک میں سرگرداں ہیں''۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ (سورۃ التوبہ:۴۶)

''اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو اس کے لئے کچھ سامان ضرور تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا جنگ پر جانا پسند ہی نہ فرمایا سو ان کو وہیں روک دیا اور حکم ہوا کہ تم بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ۔''

لہٰذا آپ

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (سورۃ توبہ:۳۶)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب کے سب اکٹھے ہو کر مشرکین سے لڑو جیسا کہ وہ آپ لوگوں سے اکٹھے ہو کر لڑتے رہتے ہیں۔ اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے''

اسلام میں غزوات میں سے جو مال کفار کی شکست اور قتل و غارت کے بعد ملتا ہے وہ حلال ہے۔ سورۃ انفال میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ الانفال:۱)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مال غنیمت کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ مال غنیمت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم مومنین ہو''۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ (سورہ الانفال:۷)

''اور جس وقت اللہ تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ

کر رہا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے' اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے''۔

غزوات میں ایک وقت ایسا بھی آیا

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ (سورۃ الانفال:۱۱)

''جب کہ اس نے اپنی طرف سے تسکین کے واسطے تم پر غنودگی طاری کر دی اور تمہارے لئے پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعہ تمہیں کو پاک کر دے اور تم سے شیطانی نجاست دُور فرما دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اس سے تمہارے قدم جما دے''۔

پھر اس سورۃ انفال میں جنگ کے موقع پر فرمایا

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (سورۃ الانفال:۱۲)

''اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں دہشت ڈال دوں گا پس (اے مومنو) تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو''۔

پھر اس سورۃ میں فرمایا کہ آخر کفار کے ساتھ یہ سلوک کس لئے کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ:

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (سورۃ الانفال:۱۳)

''یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ اس پر سخت عذاب کرنے والا ہے''۔

پھر مومنین سے فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ (سورۃ الانفال:۱۵)

''اے ایمان والو تو جب میدان جنگ میں کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان سے پیٹھ مت پھیرو''۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

(سورۃ الانفال:۱۶)

''اور جو کوئی اس روز ان سے پشت پھیرے گا بجز اس صورت کے کہ یہ ہنر ہو یا اپنی فوج میں جا ملنا ہو تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ برا ٹھکانا ہے''۔

جنگ بدر میں جو کفار مارے گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورۃ الانفال:۱۷)

''پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا'' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر کنکریاں برسائیں تو فرمایا'' اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کنکریاں پھینکی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بلکہ

اللہ نے پھینکی تھیں۔ یہ اس لئے کہ ایمان والوں پر اپنی طرف سے احسان فرمائے بے شک اللہ بڑا سننے والا خوب جاننے والا ہے''

یہ صرف اس جنگ تک محدود نہیں بلکہ

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(سورۃ الانفال:۱۸)

''یہ تو ہو چکا جان لو اللہ تعالیٰ کفار کی تدابیر کو ناکارہ کر دیگا''

فتح بدر کے بعد کفار سے رب تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ الانفال:۱۹)

''اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تو تمہارے پاس آ پہنچا اور اگر باز آ جاؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر یہی حرکتیں کرو گے تو ہم پھر یہی سزا دیں گے۔ اور تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ خواہ زیادہ ہوں اور بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے''۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جس مقام پر ہوں جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں وہاں ہزار برکتیں ہیں وہاں عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (سورۃ الانفال:۳۳)

''اور اللہ ایسا نہیں کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرے اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ انہیں عذاب دے حالانکہ وہ بخشش کے طلب گار

ہوں''۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے فرما دیجئے کہ

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

(سورۃ الانفال:۳۸)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے فرما دیجئے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو جو کچھ ہو چکا وہ انہیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر باز نہ آئے تو پھر وہی کریں گے جو سابقہ قوموں پر ہوا''۔

مال غنیمت پر ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(سورۃ الانفال:۴۱)

''اور اے مسلمانو جان لو کہ جو مال غنیمت حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے لئے اور یتیموں محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے اور اگر تم کو اللہ پر اور اس چیز پر ایمان ہے جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن (یعنی جنگ بدر) اتاری جس دن دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

وہ دن بھی یاد کرو جب

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

(سورۃ الانفال:۴۳)

''جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں تھوڑے دکھلائے اور اگر آپ کو بہت دکھلاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس امر پر جھگڑا کرتے لیکن اللہ نے بچا لیا بے شک اس کو دلوں کی بات خوب معلوم ہے''۔

اور اے مسلمانو وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

(سورۃ الانفال:۴۴)

''اور جب کہ اس نے مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں کو ان کی فوج تھوڑی دکھائی اور ان کی آنکھوں میں تم کو تھوڑا دکھایا تا کہ جو کام مقرر ہو چکا ہے وہ اللہ پورا کر ڈالے اور سب کاموں کو اللہ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے''۔

لیکن اس تھوڑی فوج کو دیکھ کر مطمئن نہ ہو جاؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(سورۃ الانفال:۴۵)

''اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بھی بہت یاد کرو تا کہ فلاح پاؤ''۔

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

(سورۃ الانفال:۴۷)

''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے

اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور جو وہ کرتے ہیں اللہ اسے گھیرے ہوئے ہے''۔

ان کی حالت یہ ہے

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (سورۃ الانفال:۴۸)

''اور جب شیطان نے ان کی نظر میں ان کے اعمال خوشنما دکھائے اور انہیں کہہ دیا کہ آج کے دن لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو وہ الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا اور بولا کہ میں تم سے بیزار ہوں میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ سخت عذاب دینے والا ہے''۔

اور وہ وقت بھی ملاحظہ کیجئے کہ جب ان کافروں کی جان قبض کی جاتی ہے

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (سورۃ الانفال:۵۰)

''اور اگر تم اس وقت دیکھو جب فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں ان کے منہ اور ان کی پشت پر مارتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب آگ کا مزہ چکھو''۔

سب سے بڑا جرم یہ لوگ کرتے ہیں کہ معاہدے کرکے پھر جاتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝

(سورۃ الانفال:۵۶)

''یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا پھر یہ ہر مرتبہ اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں۔ اور وہ اللہ سے نہیں ڈرتے''۔

مومنین سے فرمایا

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ الانفال:۵۷)

''پس (مومنو) اگر تم کبھی ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پشت پناہ ہیں وہ بھی بھاگ جائیں تاکہ ان کو عبرت ہو''۔

اور اگر تم کو کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو بے شک اللہ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا اور مزید یہ کہ:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝

(سورۃ الانفال:۵۹)

''اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ کر نکل گئے ہیں وہ اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے''۔

اسمائے ذات وصفات
محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جس طرح اللہ تعالیٰ کے اسمِ ذات اور اسمائے صفات کا پورا ادراک ممکن نہیں، اسی طرح اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے ذات اور صفات کا پورا احاطہ کرنا، سوائے اس علیم الحکیم کے جس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کیا ہے، کسی اور سے ممکن نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے ذات کا انحصار ان چودہ حروف پر ہے جنہیں عربی میں ''حروف مقطعات'' کہا جاتا ہے۔

ان چودہ حروف کے مختلف ملاپ سے ہی ایسے چودہ الفاظ تشکیل پاتے ہیں جن سے اللہ رب العالمین نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو 29 سورتوں کے آغاز میں مخاطب فرمایا ہے۔ ان کا مفہوم پکارنے والے کے علاوہ پکارا جانے والا بھی خوب جانتا ہے۔ یہ ایک ذاتِ واحد و لاشریک کا اور اس کے لاشریک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا باہمی معاملہ ہے۔ ان اسمائے ذات کی فہرست یہ ہے:

1. الٓمٓ
2. الٓمٓصٓ
3. الٓرٰ
4. الٓمٓرٰ
5. حٰمٓ

6. صٓ
7. طٰهٰ
8. طٰسٓمٓ
9. طٰسٓ
10. عٓسٓقٓ
11. قٓ
12. كٓهٰيٰعٓصٓ
13. نٓ
14. يٰسٓ

کل سورتیں جن کا آغاز ان اسمائے ذات سے ہوتا ہے = 29

کل حروف جن کے تکرار سے یہ اسماء تشکیل پائے = 14

ا ح ر س ص ط ع ق ک ل م ن ہ ی

رحمۃ للعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اسمائے صفات جن کا بار بار تذکرہ قرآن پاک میں آیا ہے:

1. احمد صلی اللہ علیہ وسلم
2. اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم
3. أسوۃ حسنۃ صلی اللہ علیہ وسلم
4. بشراً رسولاً صلی اللہ علیہ وسلم
5. بشیر صلی اللہ علیہ وسلم
6. بالحق صلی اللہ علیہ وسلم
7. حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم
8. حق صلی اللہ علیہ وسلم
9. خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
10. داعیاً الی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

11. رسول — صلی اللہ علیہ وسلم
12. رسول اللہ — صلی اللہ علیہ وسلم
13. رسول کریم — صلی اللہ علیہ وسلم
14. رسول مبین — صلی اللہ علیہ وسلم
15. رسول للناس — صلی اللہ علیہ وسلم
16. رسول فی الامیین — صلی اللہ علیہ وسلم
17. رسول النبی الاُمیّ — صلی اللہ علیہ وسلم
18. رحمۃ للعٰلمین — صلی اللہ علیہ وسلم
19. رحیم — صلی اللہ علیہ وسلم
20. رؤف — صلی اللہ علیہ وسلم
21. رسول امین — صلی اللہ علیہ وسلم
22. سراجاً منیراً — صلی اللہ علیہ وسلم
23. شاہد — صلی اللہ علیہ وسلم
24. شہید — صلی اللہ علیہ وسلم
25. عبداللہ — صلی اللہ علیہ وسلم
26. عبدہٗ — صلی اللہ علیہ وسلم
27. علی الحق المبین — صلی اللہ علیہ وسلم
28. علی بصیرۃ — صلی اللہ علیہ وسلم
29. علی شریعۃ من الامر — صلی اللہ علیہ وسلم
30. علی خلق عظیم — صلی اللہ علیہ وسلم
31. فضل کبیر — صلی اللہ علیہ وسلم
32. محمّد — صلی اللہ علیہ وسلم
33. مبشر — صلی اللہ علیہ وسلم
34. منذر — صلی اللہ علیہ وسلم

35. مصطفیٰ — صلی اللہ علیہ وسلم
36. مجتبیٰ — صلی اللہ علیہ وسلم
37. مبلغ — صلی اللہ علیہ وسلم
38. معلم — صلی اللہ علیہ وسلم
39. مذکر — صلی اللہ علیہ وسلم
40. مزمل — صلی اللہ علیہ وسلم
41. مدثر — صلی اللہ علیہ وسلم
42. مؤمن — صلی اللہ علیہ وسلم
43. منادیاً للایمان — صلی اللہ علیہ وسلم
44. نذیر — صلی اللہ علیہ وسلم
45. نذیر مبین — صلی اللہ علیہ وسلم
46. نذیر للعٰلمین — صلی اللہ علیہ وسلم
47. نبی — صلی اللہ علیہ وسلم
48. ہادی — صلی اللہ علیہ وسلم
49. مطاع — صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ رب العالمین کا یہ خاص کرم ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی خاص محبت کی دلیل ہے کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے اسمائے حسنہ سے بھی نوازا ہے جو کہ اس کی اپنی ذات پُر صفات کے لیے مخصوص ہیں جیسے:

رؤف، رحیم، کریم، رحمۃ، حق

کیوں نہ ہو؟ اللہ رب العالمین کی ان صفاتِ حسنہ کا انسانوں پر ظہور بھی تو اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

ہمہ قرآن در شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(فہرست آیات متعلقہ)

1. سورۃ الفاتحہ آیت 5، 6
2. سورۃ البقرہ آیات 1 تا 20، 26، 30 تا 74، 78 تا 80، 84 تا 105، 108 تا 109، 111، 113، 116، 119 تا 136، 139 تا 144، 151 تا 159، 161 تا 162، 165 تا 166، 169 تا 182، 185، 187، 190 تا 193، 204، 207 تا 220، 224 تا 225، 240 تا 283
3. سورۃ آل عمران آیات 1، 7 تا 14، 17 تا 20، 23 تا 24، 81، 84 تا 92، 99 تا 106، 110 تا 116، 118 تا 130، 133 تا 136، 139 تا 155، 159 تا 161، 164 تا 180، 188، 193، 197، 199، 200، 214
4. سورۃ النساء آیات 3، 10 تا 13، 17 تا 18، 31، 37 تا 51، 54، 58 تا 65، 69، 71 تا 104، 107، 113، 115، 124 تا 127، 130 تا 147، 150 تا 164، 170 تا 172، 174
5. سورۃ المائدہ آیات 2 تا 3، 8، 12 تا 35، 38 تا 41، 44 تا 47، 51 تا 61، 64 تا 85، 90 تا 93، 103، 105 تا 120، 155 تا 159
6. سورۃ الانعام آیات 1 تا 20، 25، 33، 48 تا 94، 101 تا 112،

115 تا 116، 120، 123 تا 126، 131، 136، 149 تا 158، 161 تا 166

7. سورۃ الاعراف آیات 1 تا 3، 10 تا 28، 31 تا 33، 59 تا 64، 101 تا 171، 176، 179، 184، 188، 200 تا 204
8. سورۃ الانفال آیات 1 تا 18، 21 تا 23، 29 تا 71، 74 تا 75
9. سورۃ التوبہ آیات 1 تا 16، 19، 23 تا 24، 35، 38 تا 113، 120 تا 123، 128 تا 129
10. سورۃ یونس آیات 1 تا 2، 5، 15 تا 19، 23، 37 تا 39، 47، 57، 65 تا 78، 82 تا 93، 99 تا 100، 104 تا 109
11. سورۃ ھود آیات 1 تا 4، 12 تا 14، 25 تا 34، 37 تا 49، 69 تا 76، 96 تا 99، 107، 120 تا 123
12. سورۃ یوسف آیات 1 تا 2، 53، 102 تا 111
13. سورۃ الرعد آیات 1، 5، 7، 11 تا 14، 19 تا 24، 28، 30 تا 33، 36، 40 تا 43
14. سورۃ ابراھیم آیات 1 تا 8، 35 تا 41، 52
15. سورۃ الحجر آیات 1 تا 13، 26 تا 44، 51 تا 60، 85 تا 89، 94 تا 99
16. سورۃ النحل آیات 14 تا 47، 51 تا 64، 82، 89 تا 90، 98، 101 تا 102، 120 تا 127
17. سورۃ بنی اسرائیل آیات 1، 15، 23 تا 52، 60 تا 65، 76 تا 82، 88 تا 96، 101 تا 107، 111
18. سورۃ الکہف آیات 1 تا 7، 23 تا 24، 27 تا 28، 45 تا 46، 50 تا 52، 60 تا 82، 109 تا 110
19. سورۃ مریم آیات 1 تا 55، 97
20. سورۃ طٰہٰ آیات 1 تا 3، 9 تا 16، 20 تا 30، 36 تا 47، 51 تا 79،

83 تا 100، 107، 113 تا 125، 130 تا 134

21. سورۃ الانبیاء آیات 1 تا 10، 41 تا 45، 48، 51 تا 75، 90 تا 93، 105 تا 112

22. سورۃ الحج آیات 3 تا 4، 8 تا 9، 23 تا 33، 75، 78

23. سورۃ المومنون آیات 1 تا 11، 20 تا 36، 46 تا 50، 68 تا 94، 115 تا 118

24. سورۃ النور آیات 21 تا 22، 27 تا 31، 37 تا 40، 42، 47 تا 50، 53 تا 54، 61 تا 64، 97 تا 98، 218 تا 220

25. سورۃ الفرقان آیات 1 تا 11، 20 تا 33، 41 تا 44، 50 تا 52، 56 تا 57، 63 تا 75

26. سورۃ الشعراء آیات 1 تا 6، 107، 192 تا 199، 214 تا 227

27. سورۃ النمل آیات 1 تا 6، 16 تا 44، 77 تا 81، 91 تا 93، 97

28. سورۃ القصص آیات 1، 21، 27، 52 تا 57، 85 تا 88

29. سورۃ العنکبوت آیات 1 تا 3، 6 تا 11، 45 تا 47، 51، 69، 26 تا 27، 30

30. سورۃ الروم آیات 1 تا 5، 8، 18 تا 32، 39، 41، 43، 52 تا 53، 59 تا 60

31. سورۃ لقمان آیات 1، 14 تا 15، 19 تا 20، 27

32. سورۃ السجدہ آیات 1 تا 3، 26 تا 30

33. سورۃ الاحزاب آیات 1 تا 3، 6، 9 تا 27، 32 تا 33، 35 تا 36، 40 تا 48، 56 تا 69، 72 تا 73

34. سورۃ سبا آیات 24 تا 28، 34 تا 37، 43 تا 50

35. سورۃ فاطر آیات 8، 19 تا 26، 42، 73

36. سورۃ یٰس آیات 1 تا 6، 11، 69 تا 70، 82

37. سورۃ الصٰفٰت آیات 3، 13 تا 39، 81، 167 تا 182

38. سورۃ صٓ آیات 1 تا 6، 28 تا 29، 39، 41، 70، 86 تا 88

39. سورۃ الزمر آیات 1 تا 3، 9 تا 18، 21 تا 23، 27 تا 31، 41، 62 تا 66

40. سورۃ المومن آیات 1 تا 4، 9، 14 تا 20، 28، 51 تا 56، 64 تا 68

41. سورۃ حم السجدہ آیات 1 تا 8، 33 تا 36، 40 تا 44، 53

42. سورۃ الشوریٰ آیات 1 تا 4، 7، 13 تا 15، 22 تا 24، 36 تا 38، 51 تا 53

43. سورۃ الزخرف آیات 1 تا 8، 19 تا 42، 69، 81 تا 89

44. سورۃ الدخان آیات 1 تا 9، 13، 32 تا 33، 58 تا 59

45. سورۃ الجاثیہ آیات 1 تا 2، 6 تا 10، 16 تا 20، 36 تا 37

46. سورۃ الاحقاف آیات 1 تا 9، 15، 34 تا 35

47. سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیات 1 تا 6، 13، 16 تا 18، 20 تا 36

48. سورۃ الفتح آیات 1 تا 12، 15 تا 29

49. سورۃ الحجرات آیات 6، 9 تا 11، 14 تا 17

50. سورۃ قٓ آیات 1 تا 5، 9، 16، 37، 45، 47

51. سورۃ الذٰریٰت آیات 19 تا 21، 47، 56

52. سورۃ الطور آیات 1 تا 4، 29 تا 49

53. سورۃ النجم آیات 1 تا 20، 29 تا 32، 43

54. سورۃ القمر آیات 1، 17، 22، 32، 40

55. سورۃ الرحمٰن آیات 1 تا 4، 7 تا 9

56. سورۃ الواقعہ آیات 75 تا 82

57. سورۃ الحدید آیات 3، 9 تا 10، 13 تا 16، 18 تا 20، 23 تا 25، 28 تا 29، 95

58. سورۃ المجادلہ آیات 7 تا 22
59. سورۃ الحشر آیات 2 تا 21
60. سورۃ الممتحنہ آیات 1 تا 9، 13
61. سورۃ الصف آیات 2 تا 13
62. سورۃ الجمعہ آیات 2، 5 تا 11
63. سورۃ المنافقون آیات 1 تا 10
64. سورۃ التغابن آیات 2، 5 تا 8، 14 تا 18
65. سورۃ الطلاق آیات 10 تا 11
66. سورۃ التحریم آیات 6، 8، 9
67. سورۃ الملک آیات 1 تا 12
68. سورۃ القلم آیات 1 تا 4، 35 تا 37، 51 تا 52
69. سورۃ الحاقہ آیات 38 تا 52
70. سورۃ المعارج آیات 5 تا 7، 22 تا 25، 28 تا 35، 42
71. سورۃ نوح آیت 16
72. سورۃ الجن آیت 19
73. سورۃ المزمل آیات 1 تا 11، 19 تا 20، 29
74. سورۃ المدثر آیات 1 تا 4، 6 تا 7
75. سورۃ القیٰمۃ آیات 1 تا 5، 14 تا 21
79. سورۃ النزعٰت آیات 40 تا 46
81. سورۃ التکویر آیات 8 تا 9، 19 تا 28
83. سورۃ المطففین آیات 25 تا 27
84. سورۃ الانشقاق آیات 8 تا 9، 19 تا 28
86. سورۃ الطارق آیات 11 تا 17
87. سورۃ الاعلیٰ آیات 1 تا 3، 6 تا 11

88. سورۃ الغاشیہ آیت 21
89. سورۃ الفجر آیات 16 تا 20، 27 تا 30
90. سورۃ البلد آیات 1 تا 3، 13 تا 17
91. سورۃ الشمس آیات 1 تا 3، 9
93. سورۃ الضحیٰ آیات 1 تا 7، 9
94. سورہ الم نشرح آیات 1 تا 8
95. سورہ التین آیت 3
96. سورۃ العلق آیات 1 تا 8
98. سورۃ البینہ آیات 1 تا 8
99. سورۃ الزلزال آیت 5
100. سورۃ العدیٰت آیات 1 تا 5
104. سورۃ الھمزہ آیات 1 تا 4
105. سورۃ الفیل آیات 1 تا 5
106. سورۃ القریش آیت 3
108. سورۃ الکوثر آیات 1 تا 3
109. سورۃ الکافرون آیات 1 تا 6
110. سورۃ النصر آیات 1 تا 3
111. سورۃ اللھب آیت 21
112. سورۃ الاخلاص آیات 1 تا 4
113. سورۃ الفلق آیات 1 تا 5
114. سورۃ الناس آیات 1 تا 6

اِلتجا

بحضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوہ ات تعبیر خواب زندگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور زندگی کا شباب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ زندگی کے خواب کی تعبیر ہے۔

اے زمیں از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسۂ بامت بلند

حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے باعث ارجمند ہو گئی ہے آسمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بام کو چومنے کے سبب بلندی پا گیا ہے۔

شش جہت روشن ز تاب روئے تو
ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو

پوری کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے کے نور سے منور ہے۔ ترک اور تاجیک اور عرب یعنی تمام اہل دُنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔

از تو بالا پایۂ ایں کائنات
فقر تو سرمایۂ ایں کائنات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل اس کائنات کا مرتبہ بلند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اس کائنایت کا سرمایہ ہے۔

در جہاں شمعِ حیات افروختی
بندگاں را خواجگی آموختی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کی شمع روشن کی۔ غلاموں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آقائی سکھائی۔

تا دم تو آتشے از گِل کشود
تودہ ہائے خاک را آدم نمود

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دم نے مٹی سے آگ بلند کی تو خاک کے ڈھیروں کو (اس دم نے) آدم بنا دیا۔

عشق در من آتشے افروخت است
فرصتش بادا کہ جانم سوخت است

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق نے مجھ میں ایک آگ روشن کر دی ہے۔ رب تعالیٰ جل شانہٗ اس عشق کو قائم رکھے کہ اس نے میری جان جلا دی ہے۔

ہست شان رحمت گیتی نواز
آرزو دارم کہ میرم در حجاز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دُنیا کو نوازنے والی ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں حجاز میں مروں۔

از درت خیزد اگر اجزائے من
وائے امروزم خوشا فردائے من

قیامت کے روز اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک چوکھٹ سے میرے اجزا اٹھیں تو میرے افسوسناک ''آج'' کے مقابلے میں میرا ''کل'' بہت مبارک ہوگا۔

کوکبم را دیدۂ بیدار بخش
مرقدے در سایۂ دیوار بخش

میرے ستارے کو بیدار آنکھیں عطا فرمائیں۔ اپنی مبارک دیوار کے سائے میں ایک قبر سے نوازیں۔

با فلک گویم کہ آرام نگر
دیدۂ آغاز انجام نگر

(پھر) میں آسمان سے کہوں کہ دیکھ میرا آرام۔ تو نے میرا آغاز دیکھا تھا (اب) میرا انجام بھی دیکھ۔

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست
کہ ترکند سر انگشت و صفحہ بشمارد

انسانی بساط

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے فضل وکرم سے ہم نے ہر ممکن کاوش کی ہے کہ کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ اسلامی مطبوعات میں کمپوزنگ وطباعت کے مراحل کے دوران مقدور بھر کوشش کے باوجود کوئی نادانستہ غلطی قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔

کوئی مسلمان دیدہ دانستہ ذرا سی غفلت بھی نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اس کے اپنے ایمان کا تقاضا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اگر دوران مطالعہ کسی قسم کی ایسی بنیادی غلطی کا شبہ ہو کہ جس پر تمام فقہ، فرقہ اور مسلک کے علماء وفقہا متفق ہوں تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے ۔

ادارہ